تجارت کے اسلامی اُصول وضوابط

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری
سابق استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
سابق ممبر قومی اسمبلی

شیخ الہند اکیڈمی کراچی
موبائل: 0321-9297268

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

MFN
13048

تجارت کے
اسلامی اصول و ضوابط

17238

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری
سابق استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
سابق ممبر قومی اسمبلی

www.KitaboSunnat.com

ناشر
شیخ الہند اکیڈمی کراچی
موبائل: 0321-9297268

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... تجارت کے اسلامی اصول وضوابط

مؤلف .... پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

باہتمام .... مظہر معاویہ 0321-9297268

ادارۃ النور
بالمقابل، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔فون: 021-34914596

ادارۃ المعارف
دارالعلوم، کراچی۔فون: 021-35032020

مکتبۃ القرآن
گرومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔فون: 021-34856701

دارالاشاعت
اردو بازار، کراچی۔فون: 021-32631861

مکتبہ عمر فاروق
شاہ فیصل کالونی، کراچی۔فون: 021-34594144

قرآن محل
اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون: 051-5123698

کتب خانہ ادارہ غفران
چاہ سلطان گلی نمبر 17، راولپنڈی۔فون: 051-5507270

کتب خانہ رشیدیہ
مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔فون: 051-5771798

تاج کمپنی
لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔فون: 051-5774634

ملت پبلی کیشنز بک شاپ
شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔فون: 051-2254111

ادارۃ تحقیقات
یوسف مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، لاہور۔فون: 0333-8335011

ادارۃ اسلامیات
190، انارکلی، لاہور۔فون: 042-37353255

مکتبہ سید احمد شہید
10 الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 042-37228196

مکتبۃ القرآن
رسول پلازہ امین پورہ بازار، فیصل آباد۔فون: 041-2601919

مکتبۃ العارفی
نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔فون: 041-8715856

مکتبۃ اسلامیہ
بیرون امین پور بازار، فیصل آباد۔فون: 0321-6607308

مکتبۃ الفقیر
سنت پورہ، فیصل آباد۔فون: 041-2618003

اسلامی کتب خانہ
پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔فون: 048-3712628

مکتبۃ امدادیہ
ٹی بی روڈ، نزد جامعہ خیر المدارس، ملتان۔فون: 061-4544965

ادارۃ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ، ملتان۔فون: 061-4540513

ادارۃ اشاعت الخیر
شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔فون: 061-4514929

آکسفورڈ اسٹیشنرز
بلدیہ روڈ، بہاولنگر۔فون: 0333-6307950

دارالمطالعہ
بالمقابل جامع مسجد اللہ والی، حاصل پور۔فون: 062-2442059

مکتبۃ الفرقان
اردو بازار، گوجرانوالہ۔فون: 055-4212716

مکتبۃ اسلامیہ
گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔فون: 0992-340112

مکتبۃ سرحد
خیبر بازار، پشاور۔فون: 091-2212535

کتب خانہ شمسیہ
نزد ایری گیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔فون: 0333-7827929

ناشر شیخ الہند اکیڈمی کراچی
0321-9297268

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۱۳	دیباچہ طبع چہارم
۱۵	عرضِ مولف
۱۹	باب ① تجارت
۱۹	فصل اول
۱۹	معانی ومفہوم
۲۱	فصل دوم
۲۱	تجارت کی اہمیت
۲۱	① تجارت قرآن مجید کی روشنی میں
۲۵	② تجارت احادیث نبویہ کی روشنی میں
۲۸	③ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تجارتی سرگرمیاں
۳۱	④ فقہاء امت کی آراء
۳۳	باب ② تجارت کی اسلامی تاریخ
۳۳	فصل اول
۳۳	قبل از اسلام عربوں کی تجارت
۳۵	قریش مکہ کے تجارتی سفر
۳۸	قریش تاجر قوم
۴۰	قریش کے تجارتی قافلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
○ عربوں کے بازار اور منڈیاں	۴۱
○ اہل مکہ کی درآمدات و برآمدات	۴۵
○ قریش کے تجارتی معاہدے	۴۶
○ عہدِ جاہلیت کے سکے، نظامِ زر، اوزان اور پیمانے	۴۹
○ (۱۱) سکے	۴۹
○ سکوں کی معیاری قدر کا تعین	۵۱
○ (۱۲) نظامِ زر	۵۲
○ (۱۳) اوزان و پیمانے	۵۳
○ دورِ جہالت کی چند تجارتی شکلیں	۵۴
○ **فصل دوم**	۵۷
○ مسلمانوں کی تجارتی ترقیات	۵۷
○ (۱) دمشق کا تجارتی شہر	۵۸
○ (۲) دجلہ کے کنارے بغداد کی تعمیر	۵۹
○ (۳) بصرہ	۵۹
○ (۴) انطاکیہ	۶۰
○ (۵) سند باد کی روایات	۶۰
○ (۶) بلاد چین تک رسائی	۶۰
○ (۷) کلہ (Kalah)	۶۱
○ (۸) کوریا	۶۱
○ (۹) سری لنکا	۶۱
○ (۱۲) بندرگاہیں	۶۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	عنوان
۶۲	○ ⑬ بازاروں کا نظام ....
۶۳	○ محتسب کا تقرر ....
۶۴	○ دلیل المسافرین ....
۶۵	○ چیک کو رواج دیا ....
۶۵	○ مسلمانوں کی تجارتی گزرگاہیں ....
۶۶	○ ① مغرب سے مشرق اور بالعکس ....
۶۶	○ ② یورپ سے مشرق کو ....
۶۷	○ ③ روس کے شمالی شہروں سے مشرق کی طرف ....
۶۸	○ ④ یورپ سے مشرق کو خشکی کا راستہ ....
۶۸	○ ⑤ افریقہ کے تجارتی راستے ....
۶۹	○ مسلمان تجار اور اشاعتِ اسلام ....
۷۳	باب ـــــ ③ تجارت کے اسلامی اصول ....
۷۳	○ **فصل اول** ....
۷۳	○ چند تجارتی ضوابط ....
۷۳	○ ① عقیدہ اور اخلاق ....
۷۷	○ ② کاروبار تجارت کی آزادی ....
۷۹	○ ③ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ....
۸۴	○ ④ حرمتِ سود ....
۸۶	○ ⑤ ملاوٹ اور دھوکہ دہی کی حرمت ....
۸۷	○ ⑥ جوا یا سٹہ بازی کی ممانعت ....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	عنوان
۸۹	⑦ ناپ تول میں کمی کی حرمت
۹۲	⑧ قسمیں کھانا
۹۳	**فصل دوم**
۹۳	تجارتی معاہدہ کے ضوابط
۹۴	① اہلیت معاہدہ
۹۵	② تعاونِ باہمی
۹۶	③ باہمی رضا مندی
۹۷	④ حلت، اطاعت الٰہی اور مخلوق کی خیر خواہی
۱۰۰	**باب ④ —— احکام بیوع**
۱۰۰	**فصل اول**
۱۰۰	بیع کے ارکان اور شروط
۱۰۱	① ایجاب وقبول
۱۰۲	ایجاب وقبول کا ابطال
۱۰۳	② عاقدین
۱۰۴	مکرہ (مجبور) کی بیع
۱۰۴	عقد تلجیہ
۱۰۴	③ معقود علیہ
۱۰۵	⑪ مبیع
۱۰۶	⑫ ثمن
۱۰۶	**فصل دوم**

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
○ بیع میں خیار کے مسائل	۱۰۶
○ ① خیار شرط	۱۰۷
خیار شرط کی مدت	۱۰۸
خیار شرط کے مسائل	۱۰۹
○ ② خیار رویت	۱۱۰
مسائل	۱۱۰
○ ③ خیار عیب	۱۱۱
مسائل	۱۱۱
○ فصل سوم	۱۱۳
○ اقسام بیع کا اجمالی تعارف	۱۱۳
○ (الف) ایجاب وقبول کے اعتبار سے بیع کی اقسام	۱۱۳
○ بیع فاسد اور بیع باطل کے احکام	۱۱۴
○ (ب) مبیع کے اعتبار سے بیع کی اقسام	۱۱۵
○ (ج) قیمت یا تجارتی نفع ونقصان کے اعتبار سے بیع کی اقسام	۱۱۶
○ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک بیع کی اقسام	۱۱۶
○ فصل چہارم	۱۱۷
○ بیع مرابحہ اور بیع سلم	۱۱۷
○ بیع مرابحہ	۱۱۷
○ بیع سلم	۱۱۹
○ شرائط سلم	۱۲۱
○ ① شرائط راس المال	۱۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
○ ② مسلم فیہ کی شرائط	۱۲۳
○ سلم کہاں جائز نہیں؟	۱۲۴
○ **فصل پنجم**	۱۲۴
○ قبضہ سے پہلے مبیع میں تصرف کے احکام	۱۲۴
○ ① منقولہ اشیاء	۱۲۴
○ ② غیر منقولہ اشیاء کی بیع	۱۲۶
○ **فصل ششم**	۱۲۶
○ مبیع کے مرافقات اور حقوق	۱۲۶
○ ① مکان یا دکان کی بیع	۱۲۷
○ ② زمین کی بیع	۱۲۷
○ ③ پھل دار درختوں کی بیع	۱۲۷
○ ④ ناپ تول کے اخراجات	۱۲۷
○ **فصل ہفتم**	۱۲۸
○ چند اشیاء کی بیع کے مسائل	۱۲۸
○ ① پھلوں کی بیع	۱۲۸
○ ② گھاس کی بیع	۱۲۹
○ ③ غصب شدہ مال یا شئے کی بیع	۱۳۰
○ ④ ارض الاکارہ کی بیع	۱۳۰
○ **فصل ہشتم**	۱۳۱
○ اقالہ	۱۳۱
○ معنی ومفہوم	۱۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	عنوان
۱۳۱	○ اقالہ کے الفاظ
۱۳۲	○ مسائل اقالہ
۱۳۳	○ **فصل نہم**
۱۳۳	○ بیع مکروہ
۱۳۳	○ ⑪ نجش
۱۳۴	○ ⑫ بولی پر بولی دینا
۱۳۴	○ ⑬ تلقی الجلب اور بیع الحاضر للباد
۱۳۵	○ ⑭ اذان جمعہ کے وقت بیع
۱۳۵	○ **فصل دہم**
۱۳۵	○ بیع فاسد
۱۳۵	○ مفہوم
۱۳۶	○ بیع فاسد اور باطل میں فرق
۱۳۷	○ بیع فاسد کی چند اقسام
۱۴۲	○ بیع فاسد کے احکامات
۱۴۴	**باب ⑤ — تجارت کے پسندیدہ طریقے**
۱۴۴	○ ① شراکت
۱۴۵	○ شرائط شراکت
۱۴۷	○ شرکت کی اقسام
۱۴۹	○ ② مضاربت
۱۵۱	○ مضاربت کی شرائط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	عنوان
۱۵۲	○ مضارب کے اختیارات اور ذمہ داریاں
۱۵۳	○ معاہدہ مضاربت توڑنے کی صورتیں
۱۵۴	باب ⑥ تجارت کے متفرق مسائل
۱۵۴	○ ① قرض یا ادھار
۱۵۵	○ (الف) قرض خواہ یا ادھار دہندہ کے لئے تعلیمات
۱۵۷	○ (ب) مقروض یا ادھار لینے والے کے لئے ہدایات
۱۶۴	○ ② رہن
۱۶۴	○ رہن کے قواعد وضوابط
۱۶۶	○ ③ دیوالیہ اور قرقی
۱۶۹	○ ④ قیمتوں پر کنٹرول
۱۷۳	○ قیمتوں پر کنٹرول کے نقصانات
۱۷۵	○ فقہاء امت کی آراء
۱۷۶	○ غبن فاحش
۱۷۸	○ ⑤ نظامِ حسبہ
۱۸۶	○ ⑥ تجارتی سود
۱۹۰	○ تجارت اور سود میں فرق
۱۹۱	○ ربوا کی دو بڑی قسمیں
۱۹۶	○ تجارتی سود کا رواج زمانہ جاہلیت اور عہد رسالت میں بھی تھا
۱۹۶	○ بنو عمرو کا بنو مغیرہ پر سود
۱۹۸	○ بنو ثقیف کے تجارتی قرضے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunhat.com

صفحہ	عنوان
۱۹۹	○ حضرت عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک تاجر پر تجارتی قرضہ..
۲۰۰	○ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تجارتی قرضہ........
۲۰۱	○ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادوں کا تجارتی قرضہ.........
۲۰۱	○ عصر حاضر سے ایک دلیل........................
۲۰۳	○ ⑦ اشتہار بازی........................
۲۰۴	○ اشتہار بازی کے معاشی نقصانات........................
۲۰۵	○ اشتہار بازی کے معاشرتی نقصانات........................
۲۰۷	○ اشتہار بازی اسلام کے قانون تجارت میں........................
۲۱۰	○ ⑧ کمپنیوں کے حصص (شیئرز) کا کاروبار........................
۲۱۱	○ کمپنی حصص کی تفصیل........................
۲۱۱	○ کمپنی حصص کے کاروبار کے عدم جواز اور جواز پر دلائل........
۲۱۲	○ مویدین کے دلائل........................
۲۱۳	○ کمپنی شیئرز کی خرید وفروخت کی شرائط........................
۲۱۴	بَابْ ــــ ⑦ تجارتِ خارجہ........................
۲۱۴	○ تجارت خارجہ کی ضرورت........................
۲۱۵	○ تجارت خارجہ کے نظریات........................
۲۱۵	○ ① آزادنہ تجارت کا نظریہ........................
۲۱۵	○ ② محفوظ تجارت کا نظریہ........................
۲۱۶	○ اسلام آزادنہ تجارت کا حامی ہے........................
۲۱۶	○ ① عالم اسلام میں تجارتی اتحاد........................

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	عنوان
۲۱۹	② غیر اسلامی ممالک سے تجارتی پالیسی
۲۲۶	○ تجارتِ خارجہ کے چند ضوابط
۲۳۰	باب ⑧ اموالِ تجارت کی زکوٰۃ
۲۳۰	○ اموالِ تجارت کیا ہیں؟
۲۳۱	○ نصاب
۲۳۱	○ اموالِ تجارت کی زکوٰۃ کا وجوب
۲۳۱	○ (الف) قرآن مجید سے استدلال
۲۳۳	○ (ب) حدیث سے استدلال
۲۳۳	○ (ج) آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین
۲۳۵	○ اموالِ تجارت پر زکوٰۃ کے مسائل
۲۳۹	○ تجارتی کمپنیوں کے حصص (Shares) پر زکاۃ
۲۳۹	○ کمپنی کے حصص پر زکاۃ کی تفصیل
۲۳۹	○ ① حصص برائے حصول سرمایہ
۲۳۹	○ ② حصص برائے حصولِ منافع
۲۴۱	○ مصادر ومراجع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ طبع چہارم

الحمد لله الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهرهٗ علی الدین کله ولوکره الکافرون، والصلوة والسلام علی سیدنا رسول الله ﷺ الذی بلغ الرسالة وادی الامانة ونصح الامة وکشف الغمة وترکنا علی المحجة البیضاء.

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے یہ میری کتاب تجارت کے اسلامی قواعد و ضوابط کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ہے یہ کتاب پہلے ۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ میں لاہور سے شائع ہوئی اللہ کریم نے محض اپنا کرم کر کے اسے مقبولیت سے نوازا اور اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے بندہ اپنی تمنا اور موضوع کے تقاضہ کے باوجود اپنی گوناں گوں مصروفیات ...... جو علمی کم اور سیاسی زیادہ تھیں ...... کی وجہ سے نظرِ ثانی کا خوشگوار مگر وقت طلب فریضہ ادا نہ کر سکا اس عرصہ میں اللہ کریم نے محض اپنا کرم فرما کر مجھے ایک بار صوبائی اسمبلی پنجاب اور ایک بار قومی اسمبلی پاکستان کا ممبر بنایا جو میری روز افزوں مصروفیات کا سبب بن گئے ۱۹۹۹ میں جمہوریت پر فوجی آمر کے شبخون نے میرے ایسے علمی کام کرنے والے ممبران اسمبلی کو موقع فراہم کیا کہ کوئی علمی کام کر سکیں یا پہلے کیے ہوئے کام پر نظرِ ثانی کریں بندہ نے بھی اللہ کریم کی توفیق سے اس موقع کو غنیمت جان کر اپنی تمام کتب جو پہلے شائع ہو چکی تھیں ان پر نظر ثانی کی "الحمدللّٰہ الذی بعزته وفضله تتم الصالحات" اس کتاب کے اس ایڈیشن میں بہت مقامات پر ضروری تبدیلیاں کی گئی ہیں، مفید اضافے کیے گئے ہیں، حوالہ جات کو اصل مصادر سے ملا کر دیکھا اور درست کیا گیا ہے انشاء اللہ یہ ایڈیشن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے تمام ایڈیشنوں سے بہتر ہوگا مگر اس امید میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی ہے اس کا اندازہ قاری بہتر لگا سکتا ہے۔

کریم آقا سے توفیق کا طالب

نور محمد غفاری

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ/۱۹ اگست ۲۰۰۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مولف

تمام تعریفیں اللہ کریم کے لئے ہیں جو اپنے کمزور بندوں کا اکیلا ہی سہارا ہے۔ وہ اتنا کریم اور قدیر ہے کہ اگر وہ چاہے تو ناممکن کو ممکن بنا دے، دنیا کے مشکل ترین کام کو آسان کر دے اور وہ نہ چاہے تو بے چارہ انسان کوئی آسان سے آسان کام بھی انجام نہ دے سکے۔ ان گنت درود وسلام ہوں اس نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکت پر جن کی بدولت کفر وشرک کے اندھیروں میں بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی اور کامیابی وکامرانی کا راستہ نظر آیا۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ اسلام کے تجارتی اصول وقواعد کو بیان کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس کوشش میں مجھے کس قدر کامیابی ہوئی ہے، اس کا فیصلہ آپ کریں گے۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے بہت زیادہ غلطیاں کی ہیں۔ بہت سی آراء قائم کرنے میں، میں نے جلد بازی سے کام لیا ہے، بہت سی باتیں بیان کرنا تھیں جنہیں میں نے بیان نہیں کیا اور میری کوتاہ نگاہ سے وہ اوجھل رہیں آپ اسے پڑھ کر میری رہنمائی فرمائیں گے تو آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کروں گا (انشاء اللہ)۔

ایک اطمینان مجھے ضرور ہے کہ اس موضوع پر غالباً یہ پہلی کتاب ہے کیونکہ مجھے اسلام کے قواعدِ تجارت پر آج تک کوئی کتاب ایسی نہیں ملی جو خالصۃً اس عنوان پر لکھی گئی ہو۔ اس طرح میں اپنے ان مخلص دوستوں کے طعنوں سے بھی بچ جاؤں گا جو ایسی تحقیق کے خلاف ہیں جس کے نتیجہ میں کتاب سے کتاب بنتی جائے۔ گو ہمارے فقہاء کرام نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اصولوں کی روشنی میں اپنی کتبِ فقہ میں اسلام کے قوانینِ تجارت کو بالتفصیل بیان کیا ہے مگر ان علمی جواہرات کو جدید دور کی جدید رسی میں اس طرح پرونا کہ ان کی چمک دمک ماند نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑے بلکہ انہیں اس سلیقہ سے پرو کر خوب صورت ہار کی شکل دی جائے کہ انسان انسان کے تراشے ہوئے لادینی نظاموں کے دیئے ہوئے جھوٹے نگوں کی مالا کو جھٹکا دے کر قرآن وسنت کے دمکتے ہوئے سچے موتیوں کے ہار کو اپنے گلے کا سنگار بنائے۔ میں نے ان تابدار جواہرات کو پرونے کی کوشش کی ہے مگر مجھے ڈر بلکہ یقین ہے کہ مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ مجھے اپنی علمی کم مائیگی اور کوشش کی کمی کا پورا پورا اندازہ ہے۔

؎ من کجا و نغمہ کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقہِ بے زمام را

اللہ کریم کی ذات سے امید ہے کہ میرے اس خاکہ میں کوئی اسلام کا مخلص عالم ایک ایسی کتاب ترتیب دے سکے گا جو اسلام کے قانونِ تجارت کو پوری طرح واضح کردے "وما ذالك على الله بعزيز" بہرحال، میں اپنے آپ کو خوش قسمت خیال کرتا ہوں کہ اللہ کریم نے محض اپنا کرم کرکے مجھ ناکارہ کو "اسلام کے تجارتی قوانین" کے عنوان کا نقشِ اوّلین پیش کرنے کی سعادت بخشی۔

ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

میں اپنے بزرگ مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب ڈائریکٹر شعبہ تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور کا شکر گزار ہوں جو اس کارِ خیر کے وجود کا ذریعہ بنے۔ گو اس موضوع پر کچھ لکھنے کا میرا ارادہ کافی عرصہ سے بن رہا تھا، اس کی وجہ اسلام آباد سے چند اہلِ علم دوستوں کا تقاضا تھا کہ اس موضوع پر کوئی کتاب ہونا چاہیئے۔ مگر جب جون ۱۹۸۵ء میں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے شعبہ تحقیق کی ریسرچ کونسل کے اجلاس میں بندہ کو بھی بلایا گیا تو یہ کام میرے ذمہ لگا دیا گیا۔ جسے بعد میں بین الاقوامی ادارہ اسلامی اقتصادیات (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل جناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کی منظوری بھی حاصل ہوگئی۔ اس منظوری کی ضرورت اس لئے پڑی کہ میں اس ادارہ کا ملازم ہوں۔ یہ الگ بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس کتاب میں مذکورہ خیالات نظریات میرے اپنے ہیں ادارہ ان کا کسی طرح ذمہ دار نہیں۔

یہ کتاب چھوٹے بڑے آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ بعض ابواب کو مضمون کے تجزیہ اور مواد کی ترتیب کی خاطر کئی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب تجارت کے مفہوم اور اس کی اہمیت پر ہے دوسرا باب تجارت کی اسلامی تاریخ پر ہے اس باب میں قبل از اسلام عربوں کی تجارتی سرگرمیوں، قریش کے تجارتی اسفار ان کے معاہدات اور اس دور کی چند ناجائز تجارتی شکلوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی باب میں مسلمانوں کی تجارتی ترقیات، ان کی تجارتی گذرگاہوں اور اشاعتِ اسلام کے لئے ان کی عظمتِ کردار کے اثرات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

باب سوم میں تجارت کے اسلامی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں تجارتی ضوابط کے ساتھ ساتھ تجارتی معاہدہ کے اصول بھی درج کیے گئے ہیں۔

باب چہارم بیع کے احکام پر مشتمل ہے۔ اس باب میں بیع کے ارکان وشروط، بیع میں خیار کے مسائل، اقسام بیوع، بیع کی چند مخصوص اقسام مثلاً بیع سلم، بیع مرابحہ، بیع مکروہ، بیع فاسد، اور اقالہ وغیرہ کے مسائل سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب پنجم کا موضوع ''بیع کے پسندیدہ طریقے'' ہے۔ یہاں شرکت ومضاربت کے قواعد اور اصول موضوع بحث رہے ہیں۔

باب ششم میں تجارت کے ایسے موضوعات بیان کیے گئے ہیں جو کسی ایک عنوان کے تحت نہیں آسکتے تھے مگر تجارتی معاملات میں ان کی اہمیت کلیدی ہے مثلاً قرض یا ادھار، رہن، دیوالیہ اور قرقی، قیمتوں پر کنٹرول، تجارتی سود وغیرہا۔

باب ہفتم میں تجارت خارجہ کے مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ یہاں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی ریاست کی مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ تجارتی پالیسی کیا ہوگی؟

باب ہشتم میں اموالِ تجارت کی زکوٰۃ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں بیمہ اور بنکاری کے نظام کو اس لئے شامل نہیں کیا گیا کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت قائم شدہ یہ دونوں شعبے تجارتی کاروبار کی بجائے مالیاتی توسط (Financial Intermediation) کا کام کرتے ہیں یعنی وہ لوگوں کی بچتیں سود کے آلہ سے اپنے ہاں اکٹھی کرتے ہیں اور انہیں دوسرے لوگوں کو فراہم کر کے اس پر سود کماتے ہیں جس کا کچھ حصہ ان لوگوں کو بھی دیتے ہیں جو اپنا بچا ہوا روپیہ بنک اور بیمہ کمپنی کو دیتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں بیمہ کمپنیوں اور بنکوں کو تجارت سے کیا سروکار؟ البتہ اسلامی نظام میں بنک اور بیمہ کمپنی دونوں کا کام تجارت کرنا ہی ہوگا۔

اپنی عرض کو ختم کرنے سے قبل ایک بار پھر اربابِ علم اور اصحابِ قلم سے درخواست کرتا ہوں وہ اپنے عالمانہ مشوروں سے مجھے نوازیں تاکہ اس کتاب کی غلطیوں کی اصلاح کرسکوں۔

آخر میں اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ مجھ ناکارہ کی اس حقیر سی کوشش کو قبول کر کے خدمتِ دین کی خاطر بڑی کوشش کرنے کے لئے مجھے منتخب کر لے۔

ع شاہا چہ عجب گر بنوازد گدارا

اللہ کریم نے قیامت تک اپنے دین کو باقی رکھنا ہی ہے اور اپنے دین کی بقاء کے لئے وہ اپنے بندوں ہی کو اس خدمت پر مامور فرماتا رہے گا۔ کیا اچھا ہو اس سعادت کے پانے والوں میں مجھ نالائق کا شمار بھی ہو جائے۔

ع سرِ دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق کلھم

اسلام کا ناکارہ خادم

نور محمد غفاری

۱۱ بجے شب جمعۃ المبارک ۱۸؍جمادی الاوّل

۱۴۰۶ھ بمطابق ۳۰؍جنوری ۱۹۸۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ①

تجارت

فصلِ اول:

معانی ومفہوم

تجارت کا عام فہم مفہوم بیع وشراء یعنی خرید وفروخت ہے مگر علماءِ اسلام نے تجارت کے فنی مفہوم کی وضاحت کے لئے مختلف انداز اختیار کئے ہیں۔ چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

(۱) التجارة: التصرف فی راس المال طلبا للربح.[۱]

ترجمہ: تجارت اصل (سرمایہ) میں اس طرح تصرف کرنے کا نام ہے جس سے منافع ہو۔

اسی طرح کے الفاظ فرید وجدی نے تجارت کی تعریف میں لکھے ہیں۔

(۲) التجارة: الصرف فی المال لغرض الربح.[۲]

ترجمہ: تجارت راس المال (Capital) میں ایسے تصرف کو کہتے ہیں جس کی پشت پر نفع کمانے کا جذبہ کارفرما ہو۔

ان دونوں تعریفوں سے یہی مفہوم مترشح ہے کہ تجارت کا مقصد نفع کمانا ہے۔ گو

---

[۱] امام راغب اصفہانی: معجم مفردات الفاظ القرآن لفظ تجر

[۲] فرید وجدی: دائرۃ معارف: ج ۲ بیروت ۱۹۷۱م ص ۵۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز نفع کمانا درست ہے مگر تجارت کا صرف یہی مفہوم متعین کرنا پیشہ تجارت کو اس کے عالی منصب سے گرانا ہے، کیونکہ تجارت ایسے بابرکت کاروبار کا مدعا نفع کمانا ہی ٹھہرائیں تو پھر مذموم سرمایہ دارانہ ذہنیت کی راہیں کھل جائیں گی اور ہر تاجر کا مقصد اپنے نفع کو زیادہ سے زیادہ کرنا بن جائے گا۔ اس مذموم مقصد کے حصول کے لئے وہ ان تمام قبیح حرکات اور انسان کش افعال کا ارتکاب کرے گا جس سے اس کا منافع زیادہ سے زیادہ ہو مثلاً سودی کاروبار، ملاوٹ، دھوکہ دہی، کم تولنا، جھوٹ بولنا وغیرہ۔

اسلام کے عادلانہ معاشی نظام میں تجارت انسانوں میں باہمی تعاون اور خدمتِ خلق کی ایک بہترین صورت ہے جس کے ذریعے تجارت پیشہ افراد اپنے دوسرے ابنائے جنس کو اپنی پیدا کردہ یا تیار کردہ یا دور دراز سے لائی ہوئی اشیاء و خدمات بالعوض (Cost) یا بالمبادلہ (Exchange) پیش کر کے تعاونِ باہمی کا ایک نظام قائم کرتے ہیں، جہاں نفع کمانا ثانوی مقصد ہوتا ہے اور انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق اوّلین مقصد ہوتا ہے۔ اسی طرح تجارت وسائلِ حیاۃ میں سے ایک اہم وسیلہ کا درجہ رکھتی ہے اور عمرانیات کی ترقی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

④ أن التجارة فی البسط معانيها تبادل منافع۔[1]

ترجمہ: تجارت اپنے وسیع تر مفہوم میں منافع کا تبادلہ ہے۔

یہ تجارت کی زیادہ جامع تعریف ہے۔ اس تعریف کی رو سے تجارت کا مقصد منافع جات اور فائدوں کا تبادلہ ہے۔ تجارت کا یہ مفہوم اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تجارت وجود میں اس لئے آئی کہ اس کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسان اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے میں دوسروں کے محتاج ہیں۔ ہر شخص کسی نہ کسی

---

[1] مجلة الاقتصاد الاسلامی، عدد ٤٧ شوال ١٤٠٥ھ جون ١٩٨٥ء ص ٦ البنك الاسلامي، بدبي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شے یا خدمت کے لئے دوسرے کا محتاج ہے۔ ایک شخص جو نفع آور اشیاء تیار کرتا ہے یا رکھتا ہے وہ دوسرے کو نقدی کے عوض بیچ یا تبادلہ میں دے کر اس سے اپنی ضرورت کی اشیاء اور خدمات حاصل کرتا ہے گویا یہ نفعوں کا تبادلہ ہے جو معاشرت اور معاش کی روح ہے، جس کا ذریعہ تجارت ہے۔

فصل دوم:

تجارت کی اہمیت

① تجارت قرآن مجید کی روشنی میں

کتاب اللہ میں ایسے متعدد نظائر ہیں جن سے تجارت کی اہمیت اور ترغیب پر روشنی پڑتی ہے۔ چند ملاحظہ ہوں۔

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ﴾[1]

ترجمہ: پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کریم کا فضل (بذریعہ تجارت) تلاش اور حاصل کرو۔

اس آیت کریمہ میں "فضل" سے مراد طلب رزقِ حلال اور پاکیزہ مال ہے۔ مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول ترغیب تجارت قرار دیا ہے۔

﴿ لَا تَأْكُلُوٓاْ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ﴾[2]

ترجمہ: اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل کی راہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی

---

[1] الجمعۃ: ٦٢: ١٠

[2] النساء: ٤: ٢٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضا کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے تجارت کو آپس میں تبادلہ کے ذریعے ایک دوسرے کا مال حلال طریقہ سے استعمال کرنے کی اجازت کہا ہے۔ گویا تجارت نام ہی حلال طریقہ سے کمانے اور کھانے کا ہے۔

قرآن مجید نے ایک مقام پر رسول کریم ﷺ کی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی بتایا ہے کہ وہ بازاروں میں چلتے ہیں۔ اور چلتے کیوں نہ؟ رسول کریم ﷺ کا بازاروں میں چلنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کارِ نبوت میں تجارتی معاملات کی اصلاح کرنا بھی ہے، اور اپنے عمل سے امت کو اس کی تبلیغ کرنا بھی ہے کہ تجارتی کاروبار کیونکر درست طریقہ پر چلایا جائے تاکہ وہ حلال کمائی اور باہمی تعاون کا ذریعہ بن جائے۔ نادانوں نے ان کے بازاروں میں چلنے پر اعتراض بھی کیا۔

﴿وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ﴾ [1]

ترجمہ: اور انہوں نے کہا بھلا یہ کیسا رسول ہے؟ یہ تو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں (تجارتی مراکز) میں آتا جاتا ہے۔

اللہ کریم نے اس لغو اعتراض (جو غالباً عیسائیت کی بگڑی ہوئی تعلیم رہبانیت سے متاثر ہو کر کیا گیا تھا) کا جواب دے کر نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ان کے بیہودہ اعتراض سے دل برداشتہ نہ ہوں آپ سے پہلے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تجارتی معاملات کی اصلاح کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ [2]

---

[1] الفرقان: ۲۵: ۷

[2] الفرقان: ۲۵، ۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو نہیں بھیجا مگر وہ بھی کھانا کھاتے تھے اور بازاروں (تجارتی مراکز) میں چلا پھرا کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مقاصد نبوت میں تجارتی معاملات کی اصلاح کرنا بھی تھا۔

نزولِ قرآن کے وقت تجارت عموماً برّی ہوتی تھی اور کہیں کہیں بحری تجارت کا بھی رواج تھا مگر بحری تجارت کو پر خطر خیال کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے اس بظاہر پر خطر مگر نفع بخش اور بین الاقوامی سطح پر تجارتی روابط کو زیادہ استوار کرنے والے ذریعہ تجارت بحری سفر کی ترغیب اس انداز میں دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَتَرَى ٱلْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [1]

ترجمہ: اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ سمندر میں پانی پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تلاش کریں اس فضل کو (بذریعہ تجارت یا پانی کے شکار سے)۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَٱلْفُلْكِ ٱلَّتِى تَجْرِى فِى ٱلْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ﴾ [2]

ترجمہ: اور کشتیاں ہیں جو سمندر میں سامان اٹھائے تیرتی پھرتی ہیں جس سے لوگوں کو تجارتی فائدہ ہوتا ہے۔

یہی مضمون سورۃ النحل (۱۶) کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی مذکور ہے۔

ایک مقام پر عام بیوع (جو تجارت کے سبب سے وجود میں آتی ہیں) کی اباحت اور نتیجۃً ترغیب ان الفاظ میں دی۔

﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ﴾ [3]

---

[1] فاطر: ۳۵، ۱۲

[2] البقرہ: ۲، ۱۶۴

[3] البقرہ: ۲، ۲۷۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اللہ کریم نے بیع کو تو حلال کر دیا ہے۔

اسلام کے حکیمانہ نظام معیشت نے حج ایسے اہم فریضہ کی ادائیگی کے سفر کے دوران بھی تجارتی اعمال کو جاری رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اس کی حکمت غالباً یہی ہے کہ سفر حج جہاں مسلمان بندہ کے گناہوں کا میل کچیل دھو کر اس کے روحانی ارتقاء کا سبب بنتا ہے وہاں یہ سفر معاشی طور پر وسیلہ ظفر بھی بنے تا کہ مسلمان بندہ کی روحانی اور مادی دونوں ضروریات کی تکمیل ہو سکے (واللہ اعلم) قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ﴾[1]

ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (دوران سفر حج) اپنے پروردگار کا فضل بذریعہ تجارت تلاش کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں موسم حج کے دنوں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے مقامات پر تجارتی بازار لگتے تھے جن میں مشرکین عرب اور دیگر زائرین خرید وفروخت کرتے تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے موسم حج میں ان مقامات پر تجارتی کاروبار کو گناہ تصور کیا۔ جس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

جب خلافت راشدہ کا زمانہ آیا اور مرور ایام کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی انتظامی اور جہاد فی سبیل اللہ کی مشغولیات بڑھ گئیں اور وہ تجارتی کاروبار کو بنفس نفیس نہ جاری رکھ سکے تو ایک دفعہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آزادہ کردہ غلام حضرت ابوصالح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تعجب سے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

[1] البقرہ: ۲، ۱۹۸

[2] امام بخاری: صحیح، کتاب البیوع، باب اول، آخری حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دریافت کیا: امیر المومنین کیا آپ لوگ حج کے دنوں میں تجارت کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہماری تو معاش ہی حج کے دنوں میں حاصل ہوتی تھی۔[1]

قرآن مجید ——— جو علیم وخبیر کی کتاب ہے ——— نے روزِ اول ہی سے حضرت ابو صالح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایسے ان اشخاص کے گمان کی تردید کر دی جو خیال کرتے ہیں کہ شاید تجارت اور حج (یا اسی طرح کی دیگر عبادات) ایک ساتھ نہیں چل سکتیں، لہٰذا ارشاد ہے:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ﴾[2]

ترجمہ: (اللہ کریم کے) بندے تو ایسے بھی ہیں جن کو تجارت اور لین دین (کی مشغولیات) اللہ کریم کی یاد سے غافل نہیں کر سکتے۔

② تجارت احادیث نبویہ کی روشنی میں

تجارت ہی وہ بابرکت اور باعزت پیشہ ہے جسے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔ آپ نے اپنی بعثت مبارکہ سے قبل ۱۲ سال اس پیشہ کو عزت بخشے رکھی۔ قبل از نبوت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شہرت اور نیک نامی کی اصل وجہ بھی وہ معاملات کی صفائی اور سچائی تھی جو ان کے ساتھ تجارتی معاملات کرنے والوں نے دیکھی اور محسوس کی تھی۔ یہی وہ تجارتی دیانت تھی جو مکہ کی متمول ترین خاتون حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حبالہ عقد میں لانے کا محرک بنی جب آپ بصری کی منڈی میں حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا سامانِ تجارت بیچ کر اور زیادہ منافع کما کر لائے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تجارت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] طبری: جامع البیان، تفسیر: ۱۶۰/۲

[2] النور: ۲۴، ۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عليكم بالتجارة فان فيها تسعة اعشار الرزق.[1]

ترجمہ: تجارت کیا کرو، اس میں رزق کا ۹/۱۰ حصہ ہے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے:

تسعة أعشار رزق أمتي في البيع والشراء. التاجر الصدوق مع كراما بررة.[2]

ترجمہ: میری امت کے رزق کا ۹/۱۰ فروخت وخرید (تجارت) میں ہے۔ سچا تاجر برگزیدہ فرشتوں کا ساتھی ہے۔

عن ابی سعيد الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء.[3]

ترجمہ: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچے اور امانت دار تاجر کا حشر نبیوں (علیہم السلام)، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ میں سچے اور ایمان دار تاجر کو قیامت کے دن عزت واکرام کی نوید سنائی گئی ہے، یعنی تجارت صرف دنیوی رفاہیت کا ذریعہ ہی نہیں، اس میں لگنے والا مخلص تاجر جو تجارت کو امتِ مسلمہ کی خیر خواہی کا ذریعہ بناتا ہے وہ روزِ قیامت بھی سرخرو ہوگا۔

تجارت میں معاشی خوش حالی اور رفاہیتِ عامہ کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:
جو تجارت کرتا ہے اس کے یہاں خیر و برکت اور رفاہیت ہوتی ہے۔[4]

---

[1] علی المتقی: کنز العمال: ۲/۱۹۲

[2] عبداللہ موصلی: اختیار شرح مختار: ۲/۲۲۶

[3] ابو عیسی محمد بن عیسی: جامع ترمذی ابواب البیوع

[4] کنز العمال، الفصل الثالث فی انواع الکسب وآدابہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں ایسے تاجر کے لئے جو تجارت جیسا بابرکت پیشہ اختیار کرنے کے باوجود اللہ کریم کی مخلوق کے ساتھ بھلائی و خیر خواہی کا معاملہ کرنے کی بجائے انہیں نقصان پہنچا کر اپنے نفع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لئے تجارت کے غیر شرعی اور غیر مفید حیلے اختیار کرے، اسے وعید سناتے ہوئے فرمایا:

التجار یحشرون یوم القیامة فجارا إلاّ من اتّقیٰ وبر وصدق۔[1]

ترجمہ: قیامت کے دن تاجر فاسق و فاجر اٹھیں گے، مگر وہ نہیں جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا۔

اسلامی شہروں میں تجارت کے مبادلہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

ما من جالب یجلب طعاما من بلد الی بلد فیبیعه بسعر یومه إلاّ کانت منزلته عنداللّٰه منزلة الشهداء۔[2]

ترجمہ: جو تاجر مشقت اٹھا کر ایک شہر سے دوسرے شہر تک اناج لے جاتا ہے اور اس دن کے بھاؤ سے فروخت کرتا ہے اس کا درجہ اللہ کریم کے نزدیک شہید کا سا ہے۔

من جلب طعاما فباعه بسعر یومه فکانما تصدق به۔[3]

ترجمہ: جو تاجر مشقت اٹھا کر غلہ لائے اور اس دن کے بھاؤ سے فروخت کرے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے صدقہ کیا ہو۔

---

[1] ترمذی، ابواب البیوع۔ مشکوۃ، المصابیح، باب المساهلة فی المعاملة حدیث نمبر ۹

[2] کنز العمال: ج۲ فصل الکسب

[3] محولہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دن کے بھاؤ سے مراد یہ ہے کہ وہ دور دراز سے اناج اس نیت سے نہ لائے کہ اس کی ذخیرہ اندوزی کرے اور اسے بازار میں لانے کے لئے تاخیری حربے استعمال کرے اور اس وقت کا انتظار کرے جب اس اناج کی بازار میں مصنوعی قلت ہو جائے، اس کے دام چڑھ جائیں اور اس تاجر کا نفع زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔ ایسا تاجر انسانیت کا خیر خواہ نہیں، نہ اس کی تجارت تعاون اور خیر خواہی کا ذریعہ بنے گی جبکہ کنز العمال کی ایک اور روایت میں تجارت ہی کو لوگوں کی معاشی خوشحالی اور رفاہیت کا ذریعہ بتایا ہے اور اس کے ترک کو معاشی طور پر قلاش ہونے اور لوگوں پر بوجھ بننے کا سبب بتایا ہے۔

لو لا هذه البيوع صرتم عالة على الناس.[1]

ترجمہ: اگر یہ تجارتیں نہ ہوتیں تو تم لوگ (معاشی طور پر) دوسروں پر بار بن جاتے۔

ایک حدیث میں کپڑے کی تجارت کی ترغیب دی۔

''کپڑے کی تجارت کرو کیونکہ کپڑے کا تاجر یہ چاہتا ہے کہ لوگ خوش حال اور فارغ البال رہیں۔''

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تجارتی سرگرمیاں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگیاں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف تھیں، ان کی غالب اکثریت نے اپنی معاشی کفالت کے لئے تجارت کو ذریعہ بنایا ہوا تھا، اہل مکہ اور مہاجرین مکہ تو تھے ہی تجار، اہل مدینہ منورہ کی بھی ایک بڑی تعداد تجارت پیشہ تھی۔ ہجرت مدینہ منورہ سے قبل مسلمانان مکہ تاجر تھے۔ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے تجارت میں مشغول رہنا ہی

[1] محولہ بالا: ص ۲۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسند کیا۔ تجارت سے ان کی وابستگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی چارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم کر دیا، حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرامتِ نفس سے کام لیتے ہوئے اپنے تمام گھریلو اثاثہ اور جائیداد کے دو حصے کر دیئے حتیٰ کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک جسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسند کریں کو طلاق دے کر ان کے سپرد کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی سخاوتِ نفس سے کام لیتے ہوئے عرض کیا: بھائی یہ سب کچھ آپ کو مبارک! مجھے مدینہ منورہ کے بازار کا راستہ بتا دو۔ وہ مدینہ منورہ کے بازار قینقاع تشریف لے گئے جب شام کو واپس گھر لوٹ رہے تھے تو ان کے پاس کچھ پنیر اور گھی تھا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ منورہ کے مقام سنح پر کارخانہ اور کپڑے کا گودام تھا۔ وہ شروع ہی سے کپڑے کے تاجر تھے حتیٰ کہ خلیفہ بننے کے اگلے روز چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار کا رخ کر رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راستہ روک کر کہا: اب آپ امتِ مسلمہ کی خدمت کریں، وہ بیت المال کے ذریعے آپ کی کفالت کرنے گی۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تجارتی کاروبار حجاز سے نکل کر ایران تک پھیل گیا تھا۔[3] حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے اور ان کا کاروبار شام تک وسیع تھا۔[4] حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پارچہ فروشی کا کام کیا کرتے تھے۔[5]

---

[1] بخاری: کتاب البیوع، باب اول

[2] ابن سعد: طبقات: ۳/۳۱، ذکر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[3] احمد ابن حنبل: مسند: ۱/۶۲، ۳/۳۴۷

[4] فتح الباری: ۳/۲۶۵

[5] ابن قتیبۃ: کتاب المعارف: ص ۱۹۳، عنوان "صناعات الاشراف"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیل اور چمڑا فروخت کرتے تھے۔[۱] حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے عطر خرید لاتے اور موسم حج میں اسے فروخت کرتے۔[۲] حضرت عمرو ابن العاص اور حضرت عمارہ بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تجارتی معاملہ نجاشی حبشہ اور اس کے وزراء تک تھا۔[۳] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تجارتی کاروبار یہاں تک ترقی کر گیا کہ جب ان کے تجارتی قافلے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے تو دھوم مچ جاتی۔ فرید وجدی کے الفاظ قابل غور ہیں۔

حتى يروى أن عبدالرحمن بن عوف إذا دخلت العير الحاملة لتجارة، سمعت لها ضجة بالمدينة.[۴]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کاروبار تجارت یہاں تک ترقی کر گیا کہ جب ان کا کوئی تجارتی قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتا تو شہر میں دھوم مچ جاتی۔

ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کی تجارت پر یہودی چھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے تجارتی منڈیاں اور کارخانے بنا رکھے تھے۔ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رنگ سازی، کپڑا بننا، آلات حرب بنانا اور دیگر دستکاریاں انہیں سے سیکھی تھیں۔ جب اللہ کریم نے انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اسلام کی نعمت سے سرفراز کیا تو تجارتی سربلندی بھی انہی کے حصہ میں آئی۔[۵]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے مدینہ منورہ میں ایک بازار قائم کیا جہاں مسلمان شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تجارتی سرگرمیاں انجام دیتے تھے۔

---

[۱] حواله بالا

[۲] طبري: تاريخ: ص ۱۱۶۲

[۳] فتح الباري: ۴۶۹/۳

[۴] فريد وجدي: دائرة المعارف: ۲/ ص ۵۴۱

[۵] كرد علي، محمد: الاسلام والحضارة العربية: ۱: ۱۲ طبع قاهره ۱۳۴۹ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ فقہاء امت کی آراء

فقہاء اسلام نے تجارت کو ایک پسندیدہ بلکہ بعض نے افضل ترین کسب قرار دیا ہے۔ امام سرخسی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی تجارت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فالأشغال بما يكون نفعه أعم يكون افضل۔[1]

ترجمہ: وہی پیشہ زیادہ افضل ہوتا ہے جس کا نفع زیادہ عام ہو (جیسے تجارت)۔

اور جن فقہاء نے تجارت کو افضل ترین ذریعہ معاش قرار نہیں دیا وہ بھی اسے بہترین وسائل معاش میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً یہ نظیر قابل توجہ ہے۔

فالبيع والشراء من أكبر الوسائل المباعثة على العمل فى هذه الحيوة الدنيا واجل اسباب الحضارة والعمران۔[2]

ترجمہ: تجارت دنیوی زندگی میں معاش کے سبب سے بڑے وسائل میں سے ایک ہے اور تمدن اور آبادی کے اسباب میں سے بڑا وسیلہ۔

اگر ہم اسلام کے جامع تصورِ حیات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ انسانی زندگی کے دو ہی پہلو ہیں ایک روحانی جس کی تکمیل کی جگہ مسجد ہے اور دوسرا مادی جس کی تکمیل بازار یا منڈی میں ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی زندگی میں مسجد کے بعد دوسرا درجہ بازار کا ہے۔ مسجد میں تعلق مع اللہ کی تربیت ہوتی ہے اور بازار میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ معاملات کی تربیت ہوتی ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی بعض احادیث مبارکہ میں مسجد کو اللہ کریم کی محبوب جگہ اور بازار کو بری جگہ قرار دیا ہے۔ اس کی روح غالباً یہ ہے کہ بازار میں کاروبار کرنے والا اگر

---

[1] شمس الائمہ سرخسی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی: المبسوط: ج ۳۰ كتاب الكسب: ص ۲۰۹

[2] عبدالرحمن الجزيرى: كتاب الفقه على المذاهب الاربعة، حصه المعاملات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے معاملات اللہ کریم کی رضا کے مطابق لانا چاہتا ہے تو اس کو مسجد سے اپنا تعلق پختہ کرنا چاہیئے تا کہ وہاں سے تجارت و معاملات سیکھ کر بازار میں انہیں استعمال کرے۔ تابعی عطاء بن رباح پر اللہ کریم کی رحمتیں نازل ہوں انہوں نے دونوں مقامات (مسجد اور بازار) کا تعلق یوں جوڑا ہے [1]

مجالس الذكر هي مجالس الحلال والحرام كيف تشتري وتبيع وتصلي وتصوم وتنكح وتطلق وتحج واشباه هذه۔ [1]

ترجمہ: دراصل مجالس ذکر تو وہی ہوتی ہیں جہاں معاملات میں حلال و حرام کا تذکرہ کیا جائے: کہ تو کیسے خرید وفروخت کرے؟ نماز کیسے ادا کرے روزہ کس طرح رکھے؟ نکاح کیونکر کرے؟ اور طلاق کیسے دے؟ حج کیسے ادا کرے اور اس طرح کے دیگر مسائل کا علم کیونکر ہو؟

[1] بحوالہ مجلة الاقتصاد والاسلامی، عدد: ٤٧، شوال ١٤٠٥، جون ١٩٨٥ء: ص ٤٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب — ۲

تجارت کی اسلامی تاریخ

فصل اول:

قبل از اسلام عربوں کی تجارت

تجارت کے پیشہ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود حضرت انسان کی۔ احتیاج برائے مبادلہ (Need Of Exchange) کی قدامت کے ڈانڈے اس وقت سے ملتے ہیں، جس دن اور جس وقت پہلے پہل دو انسانوں نے آپس میں اپنی دو مطلوبہ چیزوں کا تبادلہ کیا تھا۔ مگر مورخین نے تجارت بحیثیت ایک پیشہ اور معاشی کاروبار کے آثار بھی تلاش کیے ہیں۔ بعض مورخین نے تجارت کی ابتداء کا سلسلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے جوڑا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تجارتی بیڑے تھے۔ آپ نے تجارتی ایجنٹس (Agents) مقرر کر رکھے تھے جو انہیں مختلف شہروں کے تجارتی حالات سے باخبر رکھتے تھے۔[1]

ان مورخین کی رائے میں تجارتی سرگرمیوں کا آغاز بحیرہ روم کے ساحل پر سے شروع ہوا۔ اس کا پہلا مرکز سلطنت فینقیا کا پایہ تخت صور تھا جو شامی حدود میں ساحل سمندر پر واقع تھا۔[2]

---

[1] فرید وجدی: دائرۃ المعارف: ج ۲ بیروت: ص ۵۴۰

[2] حوالہ بالہ: ص ۵۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یونانیوں کا دور آیا انہوں نے تجارت کے پیشہ میں خوب ترقی کی اور معاشی اور سیاسی تفوق حاصل کر لیا۔ ان کے دور میں خلیج فارس بحری تجارتی سرگرمیوں کی آماجگاہ بن گیا اور بابل کا شہر عالمی تجارتی منڈی کا مقام رکھتا تھا۔ یونانیوں کے بعد رومی آئے۔ رومیوں کے بادشاہوں میں سے بومی اور آغوست کے زمانے میں تجارتی سرگرمیوں نے عروج پایا مگر قیصر (تبیر) کے زمانہ میں زوال شروع ہوا۔ اس کے بعد تین قیاصرہ تیراجان، مارک اور بل نے دوبارہ تجارتی عروج کے حصول کی کوششیں کیں مگر ناکام رہے[1] حتیٰ کہ اللہ کریم نے ایام کا رخ عربوں کی طرف موڑ دیا۔

عرب قوم کا دنیا کی دیگر اقوام عالم میں تعارف بحیثیت تجارت پیشہ قوم کے تھا۔ گو جزیرہ عرب میں دیگر پیشوں مثلاً کاشتکاری، صنعت حرفت وغیرہ کا بھی چلن تھا مگر جزیرہ عرب کی ریتلی اور چٹیل زمین نے عربوں کو تجارت کے پیشہ کی طرف پھیر دیا۔ جزیرہ عرب کے بعض علاقے مثلاً مدینہ منورہ (پرانا یثرب) اور طائف اپنی زرخیزی اور کاشتکاری کے لئے مشہور تھے، لیکن مکہ مکرمہ، جو بیت اللہ کی وجہ سے مقدس شہر خیال کیا جاتا تھا، مرجع خلائق تھا اور قریب و دور کے شہروں اور علاقوں سے عرب اس کی زیارت اور طواف کے لئے آتے تھے۔ یہ مقدس شہر دنیا کا مامون ترین اور محفوظ ترین مقام تصور کیا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں سے حجاج اور تجار اپنا تجارتی سامان یہاں لا کر فروخت کرتے اور یہاں سے تجارتی سامان خرید کر دنیا کے مختلف حصوں میں لے جاتے بالخصوص ایامِ حج میں ان کی تجارتی سرگرمیاں عروج پر ہوتیں۔ ان کے تجارتی بازاروں کی وسعت حدودِ حرم کے اندر بلکہ بیت اللہ شریف کے بالکل قریب تک پہنچ جاتیں۔ زائرین نہ صرف یہاں اپنی ضروریات کا سامان خریدتے بلکہ اپنے رشتہ داروں اور اعزہ واقارب کے لئے خرید کر لے جاتے، اس

[1] فرید وجدی: دائرة المعارف: ۲/ ۵۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر کے تقدس نے اس کے بازاروں کی اشیاء کو اقوام عالم کے لئے متبرک بنا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے زائرین زیادہ سے زیادہ اشیاء خرید کر دور دراز کے علاقوں اور ملکوں تک لے جانا اپنی سعادت اور خوش بختی تصور کرتے۔ یوں عقیدت اور ضرورت کے دو پہیوں پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ سے سامان تجارت اطراف عالم میں پھیل جاتا۔ اس طرح اس بابرکت شہر کو زمانہ قدیم ہی سے ایک تجارتی مرکز بلکہ ایک بین الاقوامی تجارتی منڈی کا درجہ حاصل ہے اس تجارتی منڈی میں ہر سامان (Good) اور خدمت (Service) کے لئے الگ الگ بازار اور مراکز تھے۔ مورخین نے باقاعدہ ان بازاروں کے نام گنوائے ہیں۔ مثلاً سوق العطارین (Perfumers Market)، سوق الفواکہۃ (Fruits Market)، سوق الرطب (Date Market)، سوق البزازین (Cloth Merchent,s Market)، زقاق للحذائین (Centre Of shoe Makers)، مکان للحجامین والعلاقین (Hair cutters saloons) وغیرہا۔ یہاں کی غلہ منڈی میں گیہوں اور دیگر اناج اور بازار میں گھی، شہد، مصالحہ جات اور دیگر اشیاء خوردونوش بکثرت ملتی تھیں۔[1]

علاوہ ازیں، طائف میں تجارت پیشہ یہودیوں کی جماعت رہتی تھی یہ لوگ یمن اور یثرب (آج کا مدینہ منورہ) سے نکالے گئے تھے۔[2]

قریش مکہ کے تجارتی سفر

قریش مکہ سال میں دو تجارتی سفر کیا کرتے تھے یعنی موسم سرما میں یمن کا تجارتی سفر کرتے اور موسم گرما میں شام کا تجارتی سفر کرتے۔ قرآن مجید نے سورہ قریش میں انہی دو سفروں کا ذکر کیا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ بیت اللہ کے جیران (ہمسائے) ہونے

[1] ابوالحسن، علی الحسنی الندوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ: السیرۃ النبویۃ، المطبعۃ العصریۃ للطباعۃ والنشر صیدا، لبنان: ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء، ص: ۱۰۰

[2] بلاذری ابوالحسن: فتوح البلدان، الازہر پریس، ۱۹۳۲ء، ص ۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے وہ دیگر تمام تجارتی قوموں کی نسبت مامون ومحترم بھی سمجھے جاتے تھے لہٰذا ان کے تجارتی اسفار بھی پُر امن اور محفوظ ہوتے تھے۔ قرآن مجید نے انہی پُر امن تجارتی سفروں کا ذکر اللہ کریم کے احسان کے طور پر کیا ہے۔

﴿لِإِيلَٰفِ قُرَيْشٍ ﴿١﴾ إِۦلَٰفِهِمْ رِحْلَةَ ٱلشِّتَآءِ وَٱلصَّيْفِ ﴿٢﴾ فَلْيَعْبُدُوا۟ رَبَّ هَٰذَا ٱلْبَيْتِ ﴿٣﴾ ٱلَّذِىٓ أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَءَامَنَهُم مِّنْ خَوْفٍۭ ﴿٤﴾﴾ [1]

ترجمہ: چونکہ قریش خوگر ہوگئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہوگئے ہیں۔ لہٰذا (اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے انہیں امن دیا۔

مؤرخین کے مطابق ان دونوں تجارتی سفروں کا آغاز نبی کریم ﷺ کے دادا ہاشم نے کیا۔ ایک دفعہ قریش پر قحط وافلاس طاری ہوا تو وہ فلسطین گئے اور وہاں سے اپنی قوم کے لئے بہت سا آٹا لائے جس کی روٹیاں پکوائیں اور بہت سے جانور ذبح کرا کر ان کے گوشت اور شوربہ میں ان روٹیوں کا چورہ ڈلوا کر ثرید بنوایا۔ بھوکوں کو کھلاتے رہتے اور ان کی بھوک کا علاج کرتے رہتے، کہتے ہیں ان کا نام ہاشم (روٹی چورنے والا) اسی فیاضی اور مہمان نوازی کی وجہ سے مشہور ہوگیا۔[2] ہاشم ہر سال شام اور فلسطین کی طرف بغرض تجارت تشریف لے جاتے اور واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آتے۔ یوں اس طرح مستقل تجارتی سفروں کی بنیاد پڑ گئی۔ انہی تجارتی سفروں کی وجہ سے ہاشم اور خاندان قریش کو معاشی خوش حالی نصیب ہوگئی جس سے ان کی اس دینی سیادت کو تقویت ملی جو انہیں خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے

[1] القرآن، سورۃ قریش: ۱۰۶، ۱ تا ٤

[2] ابوجعفر محمد جریر طبری، تاریخ: ص ۱۰۸۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل تھی۔ اس تجارتی خوشحالی سے ہر قریشی تاجر اپنے خاندان کے مساکین اورغربا کی مدد کرنا بھی ضروری خیال کرتا تھا۔[1]

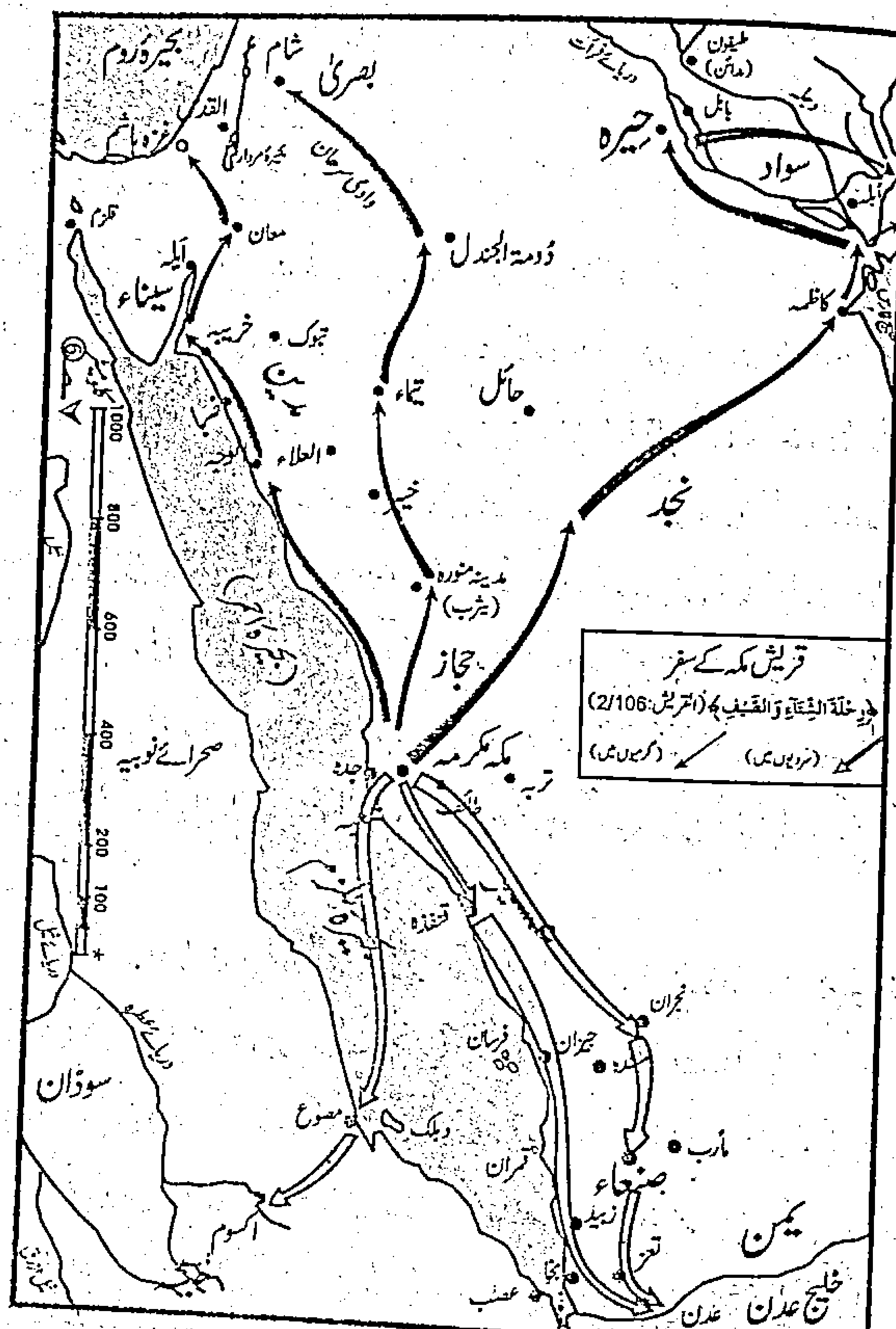

لہ طبری رحمہ اللہ تعالیٰ، تفسیر (جامع البیان) سورۃ قریش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش تاجر قوم

قریش ایک تاجر پیشہ قوم تھی جیسا کہ اسم قریش کے لغوی معنی —— تجارت اور کسب کرنے والا —— بھی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قوم اپنی تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے اسم بامسمی بن چکی تھی۔ اس قوم کے مرد ہی نہیں عورتیں بھی پیش پیش تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ کی مشہور تاجرہ تھیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مالِ تجارت ملک شام میں بصریٰ کی منڈی میں فروخت کرکے آئے اور جس دیانت داری اور خوش اسلوبی سے کاروبار کیا وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس قدر بھایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رفیقِ حیات بنانے کی سعادتِ عظمٰی حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہوگئیں۔ ابوجہل کی ماں حنظلیہ عطار تھی۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہندہ شام کے قبیلہ کلب میں اپنا تجارتی سامان فروخت کیا کرتی تھیں ان کا یہ تجارتی کاروبار خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ مبارک تک باقی رہا۔ انہوں نے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیت المال سے ۴۰۰۰ قرض لیا اور اس سے مالِ تجارت خرید کر بلاد کلب گئیں تا کہ تجارت کر کے نفع کمائیں۔[1]

قریش کا وہ کاروانِ تجارت جس پر مسلمانوں کا حملہ کرنا غزوہ بدر کا موجب بنا، اس میں تقریباً مکہ شہر کی ہر عورت اور مرد کا بچت شدہ سرمایہ لگا ہوا تھا۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے مکہ کا کوئی قریشی مرد اور عورت ایسا نہ تھا۔ جس کے پاس نصف اوقیہ یا زیادہ مال رہا ہو اور اس نے ہمارے ساتھ نہ روانہ کر دیا ہو۔[2] یہ کاروان ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا جن پر بار کیا ہوا سامانِ تجارت پچاس ہزار (۵۰۰۰۰)

---

[1] طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ، تاریخ، ۲۳ھ کے واقعات

[2] محمد ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۲ بیروت: ص ۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینار مالیت کا تھا۔[1]

قریشی عورتوں کی تجارت میں دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ جب بدرقہ (Convoy) کی واپسی ہوتی تو وہ ابوسفیان (جو عموماً تجارتی قافلوں کے میرِ کاروان ہوتے تھے) کے ارد گرد اکٹھا ہو جاتیں تا کہ نفع کی خوشخبری سن لیں[2] حتیٰ کہ مسامرہ (رات سونے سے پہلے گپ شپ) میں بھی تجارتی قافلوں کا ذکر ہوتا تھا۔ الغرض، یہ حال نہ صرف قوم قریش بلکہ تمام عربوں کا تھا۔ مشہور یونانی مؤرخ اسٹرابو کے بقول ہر ایک عرب تجارت میں مشغول تھا وہ یا تو خود تاجر تھا یا دلال تھا۔[3] ان کا یہ سماجی اور معاشی مزاج بن چکا تھا جو تاجر نہ ہوتا اس کی معاشرہ میں کوئی عزت نہ ہوتی تھی۔ ان کے تجارتی قواعد وضوابط نے ایک مکتب (School Of Thought) اور مسلک (Theory) کی صورت اختیار کر لی، جس نے تجارتی اوزان اور حسابات کے نظام کو پروان چڑھایا۔[4]

قریش میں سے جن اشخاص نے تجارت کے ذریعے زیادہ شہرت اور دولت پائی ان میں ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید بن مغیرہ اور عبداللہ بن جدعان کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی تجارتی ثروت وسطوت کا یہ عالم تھا کہ حرب الفجار[5] میں انہوں نے ۱۰۰ آدمیوں کو اسلحہ سے لیس کر دیا۔ اس زمانہ میں یہ اسلحہ آج کی ایک بہت بڑی

---

[1] الندوی، ابوالحسن علی الحسنی: مصدر مذکور: ص ۱۰۱

[2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، عنوان مکہ

[3] لامنس: اسلام بلیف انیڈ انسٹی ٹیوشن، باب اول ص ۱۵

[4] حسن ابراھیم حسن، تاریخ اسلام ج۱ دار احیاء والتراث العربی، بیروت: ۶۳

[5] حرب الفجار یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلے میں ہوئی تھی۔ قریش کے تمام خاندانوں نے اس معرکہ میں اپنی اپنی الگ فوجیں قائم کی تھیں آل ہاشم کے علم بردار زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ اسی صف میں جناب رسول کریم ﷺ بھی شریک تھے بڑے زور کا معرکہ ہوا۔ اول قیس پھر قریش غالب آئے۔ آخر صلح پر خاتمہ ہوا چونکہ قریش اس جنگ میں برسرِ حق تھے اور خاندان کے ننگ و نام کا معاملہ تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی شرکت کی۔ (شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ سیرۃ النبی ﷺ ج ا ناشران القرآن لاہور: ص ۱۸۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوج کے اسلحہ کے برابر قیمت رکھتا تھا۔[1]

قریش کے تجارتی قافلے

قریش کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے پوری دنیا میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے تجارتی قافلے آس پاس کے ملکوں میں امن و احترام سے سفر کرتے تھے۔ یہ قافلے جزیرۃ العرب کے ایک سرے یمن سے دوسرے سرے غزہ، بیت المقدس اور دمشق تک جاتے۔ بحراحمر پار کر کے حبشہ جاتے۔ جدہ کی بندرگاہ ان دنوں میں بھی حبشہ اور مکہ کے درمیان تجارتی واسطہ کا کام کرتی تھی۔ جدہ ہی سے بحرین کے شہر قطیف تک تجارتی سامان آتا جاتا تھا۔[2]

قریش کے شام اور یمن دو ملکوں کو سال میں دو مرتبہ جانے والے قافلوں کو تو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان کے علاوہ ان کے تجارتی قوافل براعظم افریقہ کے ممالک مصر اور سوڈان، براعظم ایشیا کے ممالک ہندوستان، ایران، روم وغیرہ تک جاتے تھے۔ یہ تجارتی کاروان نہایت منظم ہوا کرتے تھے اور ان کا پیمانہ نہایت وسیع ہوتا تھا۔ عموماً ہر تجارتی کاروان کے ساتھ اس کی وسعت کے مطابق محافظ دستہ کی تعداد ایک سو تا تین سو تک ہوتی تھی۔ تاجر اور دلیل (Guides) ان کے علاوہ ہوتے تھے۔ قریش کا وہ قافلہ جو غزوہ بدر کا سبب بنا اس میں امیہ بن خلف اور قریش کے سو آدمی تھے اور دو ہزار پانسو (۲۵۰۰) اونٹ تھے۔[3]

ایک دوسری روایت کے مطابق اس قافلہ کے سامانِ تجارت کی مالیت پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) دینار تھی۔[4]

یہ تجارتی کاروان عموماً اونٹوں پر مشتمل ہوتے تھے اور بہت زیادہ سست رو اور

---

[1] حسن ابراهیم حسن، تاریخ اسلام: ۲/ ۶۳ [2] ایضا: ص ٦١
[3] طبری، تاریخ ۲ھ کے واقعات: ص ۱۳۸۱
[4] الندوی، ابوالحسن علی مصدر مذکور: ص ۱۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدیر پہنچنے والے ہوتے تھے لہٰذا ان کے ذریعہ عموماً ایسی اشیاء لائی اور لے جائی جاتی تھیں جو جلد گل سڑ کر ضائع ہونے والی نہ ہوتیں مثلاً چمڑہ، دھاتیں، اناج، کپڑا، گرم مصالحہ، لکڑیاں وغیرہ۔

عربوں کے بازار اور منڈیاں

بازار تجارتی سرگرمیوں کی جائے پیدائش، مقام تربیت، نقطہ عروج اور مظہر اتم ہوتے ہیں۔ یہاں ہی سے تجارتی سرگرمیاں پھلتی پھولتی، پروان چڑھتی، رواج پکڑتی، قواعد وضوابط میں ڈھلتی اور تجارتی نظریات (Commercial Theories) کا روپ دھارتی نظر آتی ہیں۔

بازار کو تجارتی کاروبار سے وہی نسبت ہے جو روح کو جسم سے، پانی کو زندگی سے اور عمرانیات کو انسان سے۔ بازار کے بغیر تجارت کا تصور دھندلا جاتا ہے اور معاشی سرگرمیوں کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے۔

تجارتی بازار ایک ہی قسم، نوعیت اور موسم کے نہیں ہوتے۔ انسانوں نے اپنی معاشی، معاشرتی اور جغرافیائی ضروریات کے پیش نظر بازاروں کو مختلف نام اور روپ دیئے ہیں۔ بعض بازار یومیہ، بعض ہفت روزہ، بعض ماہوار، اور بعض سالانہ ہوتے ہیں۔ بعض بہار کے موسم میں لگتے ہیں، بعض گرمیوں میں رنگ دکھاتے ہیں اور بعض سردیوں میں بھرتے ہیں ہر دور کی طرح جاہلی عرب میں تجارتی بازار مختلف اسماء، مختلف انواع اور مختلف اوقات میں لگتے تھے۔ ان میں سے اکثر نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد حتیٰ کہ بعد کے اسلامی ادوار میں بھی رہے۔ ان میں سے مشہور بازار:

(۱) عکاظ (۲) ذوالمجاز (۳) مجنۃ (۴) صنعاء (۵) تعز (۶) رابیۃ (۷) شحر (۸) مشقر (۹) حجر (۱۰) نطاۃ (۱۱) دومۃ الجندل (۱۲) صحار (۱۳) ریا (۱۴) عدن (۱۵) بصریٰ (۱۶) دبا (۱۷) بدر وغیرہا تھے۔[۱]

ان میں بعض اہم اور مشہور بازاروں کے نام کتب احادیث میں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً:

[۱] حفظ الرحمن: اسلام کا اقتصادی نظام، دہلی ۱۳۷۹ھ، ص ۳۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عبداللّٰه ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كانت عكاظ ومجنة وذوالمجاز أسواقا في الجاهلية۔[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں: عکاظ، مجنۃ اور ذوالمجاز عہد جاہلیت میں تجارتی بازار تھے۔

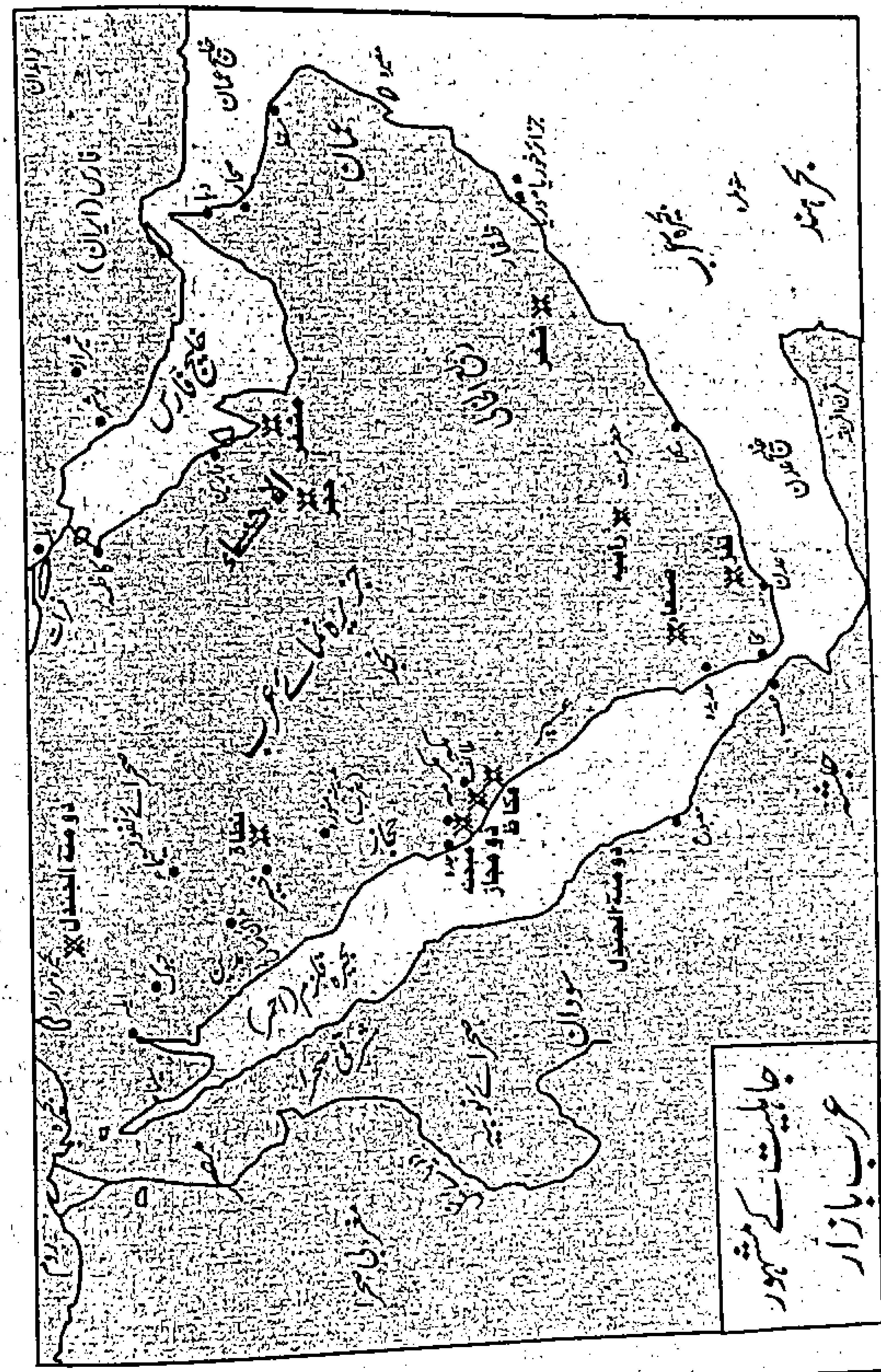

[1] صحیح بخاری: ج ۸ نمبر ۱۳۹، ریاض الصالحین کتاب الحج، نمبر ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے عکاظ کا بازار سب سے بڑا بازار تھا۔ یہ بازار وسط ذوالقعدہ میں نخلہ اور طائف کے درمیان عرفات کے میدان میں لگتا تھا اور (۲۰) بیس دن تک لگا رہتا تھا۔ یہ بازار ۱۲۹ھ تک لگتا رہا۔[1]

ذوالمجاز کا بازار یکم ذی الحجہ سے لگتا تھا ۸ ذی الحجہ کو یہاں سے منیٰ میں منتقل ہوجاتا[2] جہاں سے حجاج اپنی ضروریات خریدتے اور فاضل اشیاء یہاں فروخت کرکے گویا ایام حج میں اپنا تجارتی کاروبار بھی کرتے۔

مجنۃ نامی بازار مکہ مکرمہ میں ہی لگتا تھا[3] یہ تینوں بازار مکہ مکرمہ کے قریب لگتے تھے۔ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یہ مکہ مکرمہ سے دو مرحلوں پر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان مقام تھا۔ جہاں یہ لگتا تھا[4] یہ مقام مرالظہر ان تھا۔ جسے آج کل وادی ـــــ فاطمہ یا الجموم کہتے ہیں۔[5]

ان تاریخی بازاروں میں سے صنعاء، عدن اور تعز موجودہ عربی ملک یمن میں ہی تھے اور مشہور تجارتی مرکز تھے، عدن تجاری مرکز کے ساتھ ساتھ عالمی بحری گزرگاہ بھی تھا اور آج بھی ہے، عدن آج بھی موجود ہے۔ البتہ تعز کا تاریخی نام باقی نہیں رہا۔ شحر، رابیۃ، اور حضر موت موجودہ مملکت سعودی عرب اور یمن سرحد پر واقع تھے پرانے زمانے میں یہ یمن کا شہر تھا گردش ایام اور معاشی، معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ان کا پرانا تجارتی نام اور کاروبار دیگر شہروں کو منتقل ہوگیا۔

حجر بحرین کا دوسرا نام تھا۔ مشقر بحرین کا ایک مشہور شہر اور تجارتی مرکز تھا۔[6]

---

[1] ابن حجر، احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: فتح الباری (شرح صحیح البخاری) مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۹ء [2] حوالا بالا [3] حوالہ بالا

[4] ماہنامہ بینات، جامعہ بنوریہ، نیو ٹاؤن کراچی، جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ، ص ۲۸

[5] ڈاکٹر زہیر محمد جمیل کتبی: تجارۃ مکۃ المکرمۃ عبدالمصبور، مجلۃ الحج والعمرۃ، ربیع الاول: ۱۴۲۸ھ

[6] رضوی، سید محبوب رضوی: مکتوبات نبوی، مکتوب بنام منذر بن ساوی گورنر بحرین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دومۃ الجندل شام اور مدینہ منورہ کے درمیان عرب کے شمال میں واقع ہے۔ بڑا تجارتی مرکز اور تجارتی گزر گاہ بھی تھا۔ عرب اسی راستہ سے شام سے تجارت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں عرب کا مشہور قبیلہ بنو کنانہ یہاں آباد تھا۔ اس کا موجودہ نام جوف ہے۔[1]

بصریٰ، ملک شام کا مشہور تجارتی مرکز تھا۔ یہاں نبی کریم ﷺ کا بغرض تجارت جانا دوبار ثابت ہے، پہلے ۹ سال کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تشریف لے گئے اور یہاں راستہ میں آپ کی ملاقات بحیری راہب سے ہوئی، جسے مخالفین اسلام نے بڑا رنگ وروغن لگا کر بیان کیا کہ آپ ﷺ نے سارے رموز نبوت اسی راہب (عیسائی) سے سیکھے، بھلا نو سال کا لڑکا اور رموز نبوت! اور وہ بھی صرف کھانے کے دستر خوان پر زیادہ سے زیادہ دو تین گھنٹوں کی ملاقات میں؟ دوسری بار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سامانِ تجارت لے کر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے واقعات اپنے غلام میسرۃ سے سن کر اور کاروباری منافع کو دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں سے عربوں کے تجارتی قوافل بصریٰ آیا کرتے تھے۔[2]

بدر مدینہ منورہ سے ۸۰ میل (تقریباً ۱۴۵ کیلومیٹر) جنوب مغرب میں واقع مشہور گاؤں ہے، جہاں اسلام اور کفر کا پہلا باقاعدہ رَن پڑا، جس میں اللہ کریم نے اسلام کو سربلند فرمایا۔ زمانہ قبل از اسلام اور ابتدائی اسلام میں اس نقطہ کے سنگھم پر واقع تھا جہاں سے شام سے مدینہ منورہ کو راستہ تنگ وادیوں اور گھاٹیوں سے ہو کر گزرتا تھا، یمن اور مکہ مکرمہ سے شام، فلسطین، روم وغیرہ کو جانے والے تجارتی

[1] یاقوت حموی رحمہ اللہ تعالیٰ: معجم البلدان، مطبوعہ مصر: ۱۰۷/٤ ـــــ سید محبوب رضوی: حوالہ بالا، مکتوب بنام اکید والی دومۃ الجندۃ

[2] شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ سیرۃ النبی ﷺ ج ۱ عنوان: شام کا سفر، تزویج خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوافل یہاں قریب سے ہو کر گزرتے تھے۔ یہاں ہر سال تجارتی میلہ لگا کرتا تھا۔ بدر ایک کنوں تھا جسے غفار قبیلہ کے بدر (بن قریش بن یخلد) نامی شخص نے بنایا، پھر یہاں بدر نام کا گاؤں بھی ہے۔[1]

دبا: جزیرہ نمائے عرب کی دو اہم ترین بندرگاہوں میں سے ایک تھی۔ یہاں ہر سال ایک بین الاقوامی منڈی لگا کرتی تھی، جس میں شرکت کے لئے ایران، سندھ، ہند، چین اور سمندر پار کے دیگر ممالک سے تُجّار آیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی (غالباً) یہاں تشریف لے گئے تھے۔ جب بحرین فتح ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی تجارتی اہمیت کے پیش نظر یہاں ایک گورنر مقرر فرمایا جس کی ذمہ داریوں میں یہاں دنیا بھر سے آنے والے تجار کے تنازعات کا فیصلہ کرنا بھی تھا۔[2]

اہل مکہ کی درآمدات و برآمدات

مکہ کے تاجر چمڑا، کھالیں اور طائف کا منقہ برآمد کیا کرتے تھے۔[3]

وہ ہند سے خوشبوئیں، گرم مصالحہ جات، جڑی بوٹیاں، سونا، قیمتی پتھر، ہاتھی کے دانت، صندل، زعفران، وغیرہا درآمد کیا کرتے تھے۔[4] یہ اشیاء گو وزن میں کم مگر قیمت میں زیادہ ہوتی تھیں۔ یمن کے عطور اور بخور (خوشبوئیں) بالخصوص قبولیت عام کا درجہ رکھتے تھے۔ تمام اہل ادیان یمن کے عطور اپنے ذاتی استعمال کے علاوہ اپنے مقبروں اور عبادت گاہوں میں اور مشرکین مکہ خانہ کعبہ کی دیواروں پر ملنے کے لئے لاتے تھے۔ چین سے ریشم، عدن سے قیمتی کپڑے، عراق سے مصالحہ جات،

[1] ابن هشام رحمه الله تعالى، السيرة النبوية: ج ۲ بيان غزوة بدر

[2] محمد بن حبيب البغدادی رحمه الله تعالى: كتاب المحبر، مطبوعه دائرة المعارف، حیدرآباد، ہند، ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء، ص ۲۶۵، ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمه الله تعالى، خطبات بہاولپور، جامعہ اسلامیہ، پہلا ایڈیشن: ص ۲۲۶

[3] طبری، تاریخ، ۲ھ کے واقعات: ص ۱۲۷۴

[4] الندوی، ابوالحسن علی مصدر مذکور: ص ۱۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افریقہ سے غلام، کرایہ کے سپاہی اور مزدور، شام اور مصر سے سامان تعیش، روم کی صنعتی پیداوار خصوصاً ریشم، روئی اور مخمل کے نفیس کپڑے، شام سے ہتھیار اناج اور تیل، افریقہ سے ہاتھی دانت کی مصنوعات سونے کی مٹی، آبنوس کی لکڑی وغیرہ درآمد کیا کرتے تھے۔[1]

قریش کے تجارتی معاہدے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں قریش بیت اللہ کے ہمسائے اور خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے سبب تمام ہمسایہ اقوام عالم میں نہایت معزز و مکرم خیال کئے جاتے تھے۔ ان کے تجارتی قافلے ہمسایہ ممالک میں بلاخوف وخطر سفر کیا کرتے تھے۔ پھر بھی قریش کے داناؤں نے تمام ہمسایہ اقوام سے تجارتی معاہدے کر رکھے تھے جنہیں ''معاہدات ایلاف'' (معاہدات امن و سلامتی) کہا جاتا تھا اور قریش کو ''اصحاب الایلاف'' (معاہدہ امن و سلامتی برائے تجارت کرنے والے) کہا جاتا تھا۔[2]

ہاشم بن عبد مناف بن قصی وہ پہلے سردار قریش تھے جنہوں نے ہمسایہ قوموں سے تجارتی معاہدے کئے۔ اس سلسلہ میں مورخ یعقوبی کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل توجہ ہیں۔

''ہاشم نے شام کا سفر کیا اور قیصر کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ قیصر نے ان سے گفتگو کی جو اسے بہت پسند آئی، لہٰذا قیصر انہیں اپنے ہاں ملاقات کے لئے بلانے لگا۔ ہاشم نے اس سے کہا: اے بادشاہ! میری قوم کے لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ آپ انہیں ایک فرمان شاہی عنایت کر دیں جو

---

[1] ڈاکٹر یوسف الدین اسلام کے معاشی نظریے، حصہ اول، حیدر آباد دکن، ۱۳۶۹ھ، ۱۹۵۰ء، ص ۴۸، ۴۹، الندوی ابوالحسن علی: مصدر بحوالہ بالا: ص ۱۰۰

[2] محمد بن حبیب، کتاب المحبر، حیدرآباد دکن، سن طباعت درج نہیں: ص ۱۹۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں تجارتی امن عطا کر دے، تا کہ وہ حجاز کا چمڑا اور کپڑا برآمد کر سکیں۔ بادشاہ نے یہ درخواست قبول کر لی۔ ہاشم وہاں سے روانہ ہوئے اور جس جس قوم یا قبیلہ کے پاس سے گزرتے گئے ان کے سرداروں سے معاہدہ ایلاف کرتے گئے، اس طرح انہوں نے شام سے مکہ مکرمہ تک معاہدہ ایلاف حاصل کیا۔[1]

ہاشم کی وفات کے بعد ان کے تینوں بھائیوں عبد شمس، مطلب اور نوفل نے نہ صرف قیصر سے معاہدہ امن کی تجدید کرائی بلکہ دیگر ہمسایہ بادشاہوں سے بھی معاہدات امن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مثلاً یعقوبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق عبد شمس نے حبشہ کے نجاشی سے، مطلب نے یمنی سرداروں سے اور نوفل نے ایران کے کسریٰ سے معاہدات ایلاف حاصل کیے۔[2]

ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق قیصر روم نے ہی حبشہ کے نجاشی کے لئے سفارشی خط دیا تھا جس کی بنا پر قریش کو اس ملک میں بھی تجارتی سفر کے لئے ایلاف مل گیا۔[3] ان بادشاہوں اور سرداروں میں سے اکثر کو قریش تجارتی سفروں کے دوران بیش قیمت تحائف دیا کرتے تھے اور ان کی رعایا یا تعلق داروں میں سے کوئی جب کبھی مکہ مکرمہ آتا تو اس کی مہمان نوازی کرتے اور ان سے اچھا سلوک کرتے۔ یہ احسان اور مروت کا معاملہ قریش کی تجارت کا حصہ تھا حتیٰ کہ کسی تجارتی مسلک کو کامیاب بنانے کے لئے وہ بعض اوقات اپنے نظریات کے خلاف بھی ہمسایہ اقوام کے لوگوں کی باتیں برداشت کرنے میں رواداری کا مظاہرہ کرتے مثلاً جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیکسی

[1] احمد ابن ابی یعقوب، الیعقوبی: تاریخ، مطبع الغری، نجف ۱۳۵۸ھ: ۱/۲۰۱

[2] ایضا: ص ۲۰۳

[3] ابن سعد: طبقات: ۱/۴۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وطن سے دوری پر ترس فرماتے ہوئے انہیں اختیار دیا کہ وہ اپنا دین چھپائے رکھیں اس کے باوجود جب انہوں نے بیت اللہ کی دیوار کے سایہ میں چلا چلا کر کلمہ شہادت کا اقرار کرنا شروع کیا تو قریشِ مکہ ان پر ٹوٹ پڑے مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ کہنے پر انہوں نے انہیں چھوڑ دیا:

أَلستم تعلمون أنه من غفار طريق تجار كم الى الشام.[1]

ترجمہ: تمہیں معلوم نہیں یہ قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں سے ہو کر تمہارے تاجروں کا راستہ شام کو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ غفار کا قبیلہ شام کے راستہ پر آباد تھا اور شام کی طرف قریش کا موسم گرما کا تجارتی سفر ان کی معاشی خوش حالی کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیش آیا جب وہ اسلام لا کر فتح مکہ سے قبل مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ بیت اللہ کا طواف کرنے تشریف لے گئے۔ ابو جہل نے انہیں طواف کی سعادت پانے سے باز رکھنا چاہا تو انہوں نے بھرے حرم میں بآوازِ بلند کہنا شروع کیا: خبردار! اگر تو نے مجھے طوافِ کعبہ سے روکا تو میں مدینہ منورہ کی راہ سے تجھے (تجارت کرنے سے) روک دوں گا اور تیرا مدینہ منورہ کی راہ سے رکنا میرے یہاں کے رکنے سے زیادہ نقصان دہ ہوگا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ منقول ہیں:

اللہ کی قسم! اگر تو نے مجھے طواف سے روکا تو میں تیری شام کی تجارت کاٹ دوں گا۔[2]

قریشِ مکہ کے ظلم وستم کا بادل جو کھل کر برسنے کے بعد بھی نہ ٹلا اور ناتواں مسلمانوں نے مدینہ منورہ ہجرت کر لی تو وہاں جا کر ان بے نواؤں کے سردار

---

[1] ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری: الصحیح اسلام ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] بخاری: کتاب المغازی، غزوہ بدر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے بھی قریش کی معاشی خوش حالی کی شاہ رگ تجارت کو کاٹنا چاہا۔ آپ ﷺ نے ان کے شامی راستہ پر آنے جانے والے تجارتی قافلے کو پریشان کرنا چاہا جو غزوہ بدر پر منتج ہوا جس میں اللہ کریم نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی یوں اسلام کی ترویج واشاعت تیز ہوگئی اور فاقہ مست مسلمانوں کی خوشحالی کے دروازے کھل گئے۔ اس رکاوٹ کے بعد قریش نے شام کا عام راستہ ترک کر دیا اور عراق کا راستہ اختیار کر لیا۔[1]

عہدِ جاہلیت کے سکے، نظامِ زر، اوزان اور پیمانے

(۱) سکے:

عہدِ جاہلیت میں مختلف اقوام کے اپنے اپنے سکے تھے مگر زیادہ چلن مندرجہ ذیل سکوں کا تھا۔ (۱) دینار (۲) درہم۔

(۱) دینار: یہ سونے کا سکہ دراصل رومی سکہ تھا۔ اس پر روم کے بادشاہ کی تصویر کندہ ہوئی تھی۔ اس کا وزن مثقال کے برابر تھا۔ اور خالص سونے کے مثقال کا وزن بہتر (۷۲) دانے جو کے برابر ہوتا تھا۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مقالہ نگار کے مطابق بیزنطی (رومی) دینار کا وزن ۴۲۵ گرام تھا۔ اور اسی مصنف نے آگے چل کر تسلیم کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کے مثقال کا وزن بھی ۴۲۵ گرام ہی تھا۔[2]

دینار کا سکہ بازنطینی ریاستوں، روم، شام مصر وغیرہ میں رواج پذیر تھا۔ قریشِ مکہ کی تجارت چونکہ زیادہ تر انہی ملکوں سے تھی لہٰذا دینار کا سکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں شہروں میں مروج تھا، البتہ مکہ مکرمہ میں زیادہ تر ہرقلی دینار، رومی دینار اور بازنطینی دینار چلتا تھا۔[3]

---

[1] طبری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی، تاریخ: ص ۱۳۷۴

[2] الندوی، ابوالحسن: مصدر مذکور، حاشیہ: ص ۱۵۲

[3] بلاذری، فتوح البلدان: ص ٤٦٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② درہم: درہم وہ دوسرا سکہ تھا جسے اس دور میں قبول عام حاصل تھا۔ درہم چاندی کا تھا، درہم دو قسم کا ہوتا تھا۔ ایک جس پر فارس (ایران) کا نقش کندہ تھا اسے بغلی درہم کہا جاتا تھا۔ دوسرے پر روم کا نقش کھدا ہوا تھا، اسے درہم طبری یا درہم بیزنطی کہا جاتا تھا۔ تمام دراہم ایک ہی وزن کے نہ تھے بلکہ ان کے اوزان مختلف تھے لہٰذا اہلِ مکہ مکرمہ انہیں گن کر نہیں، بلکہ تول کر لیا دیا کرتے تھے۔[1]

دراہم کا رواج زیادہ تر عراق، فارس وغیرہ میں تھا۔ خرید وفروخت میں زیادہ اہمیت طبری اور بغلی (ایرانی) درہم کو تھی۔[2]

یہ دراہم زیادہ کھرے تھے، یہ آٹھ اور چار دانگ کے ہوتے تھے۔[3] ماوردی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھتے ہیں۔ عہدِ فارس میں تین وزنوں کے درہم ڈھالے جاتے تھے۔ ایک ۲۰ قیراط کا، دوسرا ۱۲ قیراط کا اور تیسرا ۱۰ قیراط کا ہوتا تھا۔ مگر اہلِ فارس کے سیاسی اضمحلال کے ساتھ ساتھ ان کے سکے بھی کھوٹے ہوگئے البتہ ایک مدت تک یہ کھرے سکوں کے ساتھ بازار میں چلتے تھے۔[4]

③ حمیری سکے: درہم اور دینار کے ساتھ ساتھ حمیری سکے بھی لین دین میں قبول کیے جاتے تھے۔ مگر یہ سکے کیا تھے، ان کی حقیقت ونوعیت معلوم نہ ہوسکی۔[5]

④ نسبت وتبادلہ: دینار اور درہم کے درمیان نسبت ۷ : ۱۰ کی تھی، گویا ایک درہم ۱۰/۷ دینار کے برابر تھا۔ اس نسبت سے ان کی شرح تبادلہ کا تعین کیا جاتا تھا فقہاء اور محدثین کی تحقیق کے مطابق اس زمانہ میں دینار کا تبادلہ دس دراہم سے کیا جاتا تھا۔ اس تحقیق اور اس اتفاقِ رائے کی بنیاد ایک صحیح حدیث پر ہے۔

[1] الندوی: مصدر مذکور، حاشیہ: ص ۱۰۲

[2] بلاذری: فتوح البلدان: ص ٤٦٧

[3] ابن خلدون رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، مقدمہ: فصل: ٤٦ مختصار السلطانیة وعلامھتا

[4] حوالہ بالا: باب ۱۳

[5] بلاذری: فتوح البلدان: ص ٤٦٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) قال: کانت قیمة الدیة علی عهد الرسول الکریم ﷺ ۸۰۰ دینار أو ۸۰۰۰ درهم۔[1]

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم کے ذریعے اپنے دادا محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں (خون بہا کی) دیت ۸۰۰ دینار یا ۸۰۰۰ درہم ہوا کرتی تھی۔

اس شرح تبادلہ پر تمام محدثین اور فقہاء امت کا اجماع ہے۔ علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے سونا اور چاندی کے نصاب کی تعیین میں بھی اسی شرح تبادلہ کو بنیاد بنایا ہے، مثلاً امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول قابل توجہ ہے۔

ألسنة ألتی لا إختلاف فیها عندنا أن الزکاة تجب فی عشرین دینارا عینا کما تجب فی مائتی درهم۔[2]

ترجمہ: (نبی کریم ﷺ کا) وہ طریقہ جس کے بارے میں ہم (فقہاء) میں کوئی اختلاف نہیں۔ وہ یہ ہے کہ زکاۃ ۲۰ دینار (سونا) میں اور اسی طرح ۲۰۰ درہم (چاندی) میں واجب ہوگی۔

یاد رہے کہ دینار سونے کا تھا اور درہم چاندی کا۔

سکوں کی معیاری قدر کا تعین:

مذکورہ درہم اور دینار دونوں ہی مختلف قسم اور شکل کے ہوتے، ان کے وزن برابر نہ ہوتے، وہ مختلف ٹیکسالوں میں ڈھل کر نکلتے، مرور ایام کے ساتھ ساتھ ان میں اکثر و بیشتر پرانے ہو کر گھس جاتے اور ان پر حروف و نقوش وغیرہ نہ پڑھے جا

[1] ابوداود: السنن

[2] امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، موطا بحوالہ الندوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مصدر مذکور حاشیہ: ص ۱۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے تھے لہٰذا ان کی معیاری قدر (Standard Value) کی تعیین بہت مشکل تھی۔ یہ کام صرف چالاک اور تربیت یافتہ صراف (Exchangers) ہی کر سکتے تھے۔[1]

نقشبندی کے بقول ان سکوں کی قدر و قیمت کی تعیین ان کے وزن سے ہوتی تھی نہ کہ ان کی ظاہری قدر (Face Value) سے۔[2]

⑫ نظامِ زر:

اس دور میں دو نظامِ زر کام کر رہے تھے: ① ذہب (سونا) ② ورق (چاندی) جن ممالک میں سونا (ذہب) کا نظام یعنی دینار کا رواج تھا انہیں "اہل الذہب" کہا جا سکتا ہے۔ اہل الذہب میں بازنطینی ریاستیں مثلاً مصر، شام وغیرہ تھیں۔ جن ممالک میں چاندی (فضۃ اَوالورق) کا نظام زر یعنی درہم کا رواج تھا انہیں "اہل الورق" کہا جا سکتا ہے۔ اہل الورق میں عراق، بابل وغیرہ تھے۔[3]

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۷۹ھ) پہلے مصنف ہیں جنہوں نے اپنی موطّا (جو قدیم ترین کتب حدیث میں سے ہے) میں "اہل الذہب" اور "اہل الورق" کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرب الجزية على أهل الذهب أربعة دنانير وعلى أهل الورق أربعين درهما.[4]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معیار طلاء پر چار دینار اور معیار چاندی (معیار سیمیں) پر چالیس درہم جزیہ عائد کیا۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام: ج ۳ عنوان مکہ

[2] نقشبندی، نصیر الدین محمود: الدينار الاسلامی فی المتحف العراقی، بغداد: ۱۹۵۳م ص ۱۱

[3] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام: ج ۳ عنوان مکہ

[4] مالك، انس بن مالك رحمہ اللہ تعالیٰ موطا، باب الجزية، بروايت يحيى بن يحيى

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ مکہ مکرمہ کے تجار ان معیاری سکوں کی بجائے سونے چاندی کے ٹکڑے استعمال کرتے تھے جن کی معیاری قیمت کی تعیین ترازو کے ذریعے کی جاتی تھی۔[1]

⑭ اوزان و پیمانے:

دورِ جاہلیت میں عربوں اور بالخصوص قریشِ مکہ کے ہاں یہ اوزان و پیمانے مروج تھے:

① دینار: یہ سونا وزن کرنے کے لئے تھا۔

② درہم: یہ چاندی وزن کرنے کے لئے تھا۔

(یادرہے کہ دینار اور درہم میں ۷ اور ۱۰ کی نسبت تھی یعنی دس درہم سات دینار کے برابر ہوتے تھے)۔

③ شعیر: یہ درہم کے ۱/۶۰ کے برابر تھا۔

④ اوقیہ: ۴۰ درہم کے مساوی تھا۔

⑤ نواۃ: یہ ۵ درہم کے برابر تھا۔

⑥ مثقال: یہ کسی کسر کے ساتھ ۲۲ قیراط کے مساوی تھا۔ مصری مثقال ۲۴ قیراط کے برابر تھا (یادرہے کہ دس درہم کا وزن ۷ مثقال کے برابر تھا۔ مثقال دینار کے برابر تھا)۔

⑦ رطل: ۱۲ اوقیہ کے برابر تھا۔

یہ اوزان عہد نبوت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام خلافت راشدہ اور عہد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں برابر جاری رہے۔[2]

بلاذری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق عربوں کا سونے کا مثقال (جو ۲۲ قیراط سے ایک دانا کم تھا) معیاری سکہ سمجھا جاتا تھا مگر جو مثقال عموماً استعمال میں رہتا وہ ۲۰

[1] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام: ج ۳ عنوان مکہ

[2] بلاذری: ص ٤٦٦، ٤٦٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیراط کا تھا[1] اور یہ ۳/۱۱ اور ۲/۱ دینار میں تقسیم ہو جاتا تھا۔[2]

سونے کا ایک دینار کئی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اور وہ تمام چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اگر وزن میں مساوی ہوتے تو برابر قیمت پر بازار میں چلتے تھے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ نے گوشت خریدنے کے لئے ایک دینار سے دو قیراط کاٹے۔[3]

چاندی کا ایک اوقیہ ۴۰ درہم کے برابر تھا جسے آگے نش، رطل، نواۃ اور شعیر میں تقسیم کیا جاتا تھا جو بالترتیب ۲۰، ۱۲، ۵ اور ۹۰/۱ درہم کے برابر ہوتے تھے۔[4] لیکن درہم کا کوئی معیاری سکہ نہیں تھا کیونکہ عام دراہم ذاتی حیثیت سے چلتے تھے۔ جب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے درہم کا سکہ ڈھالنا چاہا تو ایک درہم کا اوسط وزن ۱۴ قیراط کی سفارش فرمائی۔[5] حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے درہم میں ایک قیراط کا اضافہ کر دیا۔[6]

دورِ جہالت کی چند تجارتی شکلیں

قبل از اسلام تجارتی کاروبار کی چند شکلوں کو عربوں نے رواج دے رکھا تھا۔ ان میں بعض مشہور شکلوں کا یہاں تعارف کرایا جا رہا ہے۔ یہ یاد رہے کہ اسلام نے ان تمام تجارتی شکلوں کو ممنوع قرار دیا۔ جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

---

[1] حوالہ بالا: ص ۴۵۱، ۴۵۲

[2] نقشبندی: ص ۱۱

[3] ابوداؤد: السنن: ج ۲ حدیث نمبر ۱۸۶

[4] البلاذری: ص ۴۵۱

[5] Aghnides, N.P.: Muhammadan Theories Of Finance. New York, 1916, p. 264

[6] مقریزی، تاج الدین احمد بن علی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی النقود الاسلامیۃ المسمی بہ شذور العقود فی ذکر النقود، نجف: ۱۹۶۷م ص: ۹ - ۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ بیع منابذہ: جب بائع (فروخت کرنے والا) مشتری (خریدار) کی طرف کپڑا پھینک دیتا تو بیع لازم ہو جاتی۔

⑫ بیع ملامسہ: جب مشتری مبیع (فروخت اور خرید کی جانے والی شے) کو چھو لیتا تو بیع لازم ہو جاتی حتیٰ کہ وہ نہ تو مبیع کو کھول سکے اور نہ الٹ کر دیکھ سکے۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی کہ آنکھیں بند کر کے تجارتی مال پر ہاتھ لگایا جاتا اور یہ بات طے کر لی جاتی کہ جس مال پر ہاتھ پڑے وہ اتنی قیمت کا ہوا۔

⑬ بیع حبل الحبلۃ: مشتری اونٹنی اس وعدہ پر لیتا کہ جب وہ جنے پھر اس کا جو بچہ ہو وہ جنے تب اس کی قیمت ادا کروں گا۔

⑭ بیع صفقہ: ایام جاہلیت میں عربوں کے تجارتی لوازمات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جب مشتری کوئی چیز خریدتا تو وہ بائع کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مار کر یہ ثابت کرتا کہ اب بیع مکمل ہو گئی۔ اس وجہ سے اس بیع کو بیع صفقہ کہا جاتا تھا۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا کہ بائع چاہے نہ چاہے مشتری چالاکی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بیع کر لیتا جو بائع کو مجبوراً قبول کرنا پڑتی تھی۔ صفقہ تالی پیٹنے کو کہتے ہیں۔

⑮ بیع محاقلہ: اناج کی بالیاں پکنے سے پہلے تاجر کھیتوں کی پیداوار خرید کر قبضہ کر لیتے تاکہ بعد میں اناج اپنی من مانی قیمت پر بیچ سکیں۔

⑯ بیع مزابنۃ: پکی اور ٹوٹی ہوئی کھجوروں کو درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کے عوض فروخت کیا جاتا تھا۔ جس میں نقصان اور جھگڑا دونوں کے امکانات ہوتے ہیں۔

⑰ بیع مصراۃ: دودھیلے جانور کو فروخت سے قبل ان کے تھن دو تین دن باندھ دیتے تاکہ وہ بیچتے وقت زیادہ دودھ دیں اور یوں خریدار کو دھوکہ دیا جا سکے کہ جانور زیادہ دودھیلہ ہے۔ لہٰذا اس کی قیمت زیادہ ادا کی جائے۔

⑱ بیع عربان: ''سائی'' اور بیعانہ والے معاملہ کو کہتے ہیں۔ اس قسم کی بیع میں معاملہ یوں طے ہوتا ہے کہ مشتری بائع کو کچھ رقم پیشگی بطور بیعانہ دے دیتا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرط یہ ٹھہرتی ہے کہ اگر مشتری وہ مبیع مقررہ وقت کے اندر اندر نہ خرید کر سکے تو بائع (فروخت کرنے والا) بیعانہ کی رقم بطور حرجانہ ضبط کر لے گا اور اگر بائع مبیع (فروخت کی جانے والی شے) نہ فروخت کرنا چاہے تو بیعانہ کے برابر اور رقم بطور حرجانہ دے۔ جاہلیت کا یہ طریقہ تجارت آج کل بھی مروج ہے۔

⑨ بیع نجش: ایسی بیع جس میں زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنے کے لئے چالاک بائع (جو عموماً سرمایہ دار ہوتا ہے) یہ حیلہ اختیار کرے کہ وہ چند اشخاص اس قبیح حرکت کے لئے تیار کرے کہ جب مبیع کی بولی ہو رہی ہو یا قیمت طے پا رہی ہو تو وہ صرف قیمت چڑھانے کے لئے اپنی طرف سے مبیع کے زیادہ دام بتاتے جائیں یا مبیع کی اتنی زیادہ جھوٹی تعریف کریں کہ مشتری زیادہ سے زیادہ قیمت دینے پر آمادہ ہو جائے۔

⑩ بیع مضطر: ایسے حاجت مند شخص کی بیع جو اپنی سخت حاجت میں اپنا مال اونے پونے داموں فروخت کرے یا اپنی مجبوری کی وجہ سے انتہائی مہنگے داموں چیز خریدے۔

⑪ بیع الکالی بالکالی: اس کو بیع الدین بالدین بھی کہتے ہیں۔ ایسی بیع جس میں دونوں طرف سے ادھار ہو اس کی کئی صورتیں ہوتی تھیں موجودہ دور کی سٹہ بازی (Speculation) بھی اسی کی ایک قسم ہے۔ نہ مال موجود نہ قیمت کا وجود۔

⑫ بیع غرر: ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں عوضین (یعنی مبیع یا قیمت۔ ثمن) میں سے ایک کی مقدار یا مدت یا قیمت متعین اور معلوم نہ ہو مثلاً: ہوا میں اڑتے پرندوں کی بیع، دریا میں مچھلی کی بیع، جانور کے پیٹ میں بچہ کی بیع وغیرہ۔

مذکورہ بالا اشکال تجارت میں سے تین (۵، ۶، ۷) مدینہ منورہ سے خاص تھیں۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ان اشکال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبادلہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت کے عرب طلب اور رسد کے فطرتی قوانین سے بخوبی آگاہ تھے۔ احتکار اور اکتناز کے ذریعے مال کو روک کر مصنوعی قلت پیدا کرنا اور قیمتوں کو بڑھا چڑھا کر وصول کرنا ان کا بھی عام فن تھا۔ وہ تخمین اور سٹہ بازی (Speculation) میں بھی ماہر تھے وہ شہر کے باہر سے آنے والے کاروانوں سے سامانِ تجارت اور غلہ خرید کر بازار میں مصنوعی قلت کی حالت پیدا کرتے یا اسے اپنی دکانوں میں اکٹھا کر کے من مانے داموں فروخت کرتے۔ کسانوں کو (بالخصوص طائف میں) سود پر قرض دیتے اور ان کی تمام فصل پر قبضہ کر لیتے گویا تاجر ''اپنا نفع زیادہ سے زیادہ ہو'' کے استحصالی طریقہ کے استعمال میں اس دور کے سرمایہ داروں سے ملتے جلتے تھے، دراصل سرمایہ دار کی استحصالی ذہنیت ہر دور میں ایک جیسی رہی ہے۔

فصل دوم:

مسلمانوں کی تجارتی ترقیات

مسلمانوں کی تجارتی ترقیات کا ذکر کرتے وقت میرا قلم اسی طرح بار بار رکا جیسے اس عظیم امت کے تابناک ماضی کا موجودہ خستہ حالی سے مقابلہ کرتے ہوئے ہر مصنف کا رکتا ہے، کہ کیا یہ ترقیات واقعۃً تھیں یا محض تاریخی واقعات ہیں جو مسلمان مؤرخین نے مسلمانوں کا وکیل صفائی بن کر ان کی اچھی یادیں بنانے کے لئے درج کر دیئے ہیں؟ یہ خیالات میرے اس مرعوب ذہن میں —— جو آج مسلمانوں کے علاوہ ہر قوم کی تجارتی ترقیات دیکھ رہا ہے —— اس لئے آئے کہ کیا واقعۃً ہمارے آباؤ اجداد نے تجارت کے میدان میں پوری دنیا کی امامت کے فرائض انجام دیئے ہیں ان کا وجود شرق و غرب کی تجارت کی کلید کی حیثیت رکھتا تھا۔ تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارتی آبی گذرگاہیں[1] ـــــ جو پوری دنیا کی تجارتی رگوں کا کام دیتی تھیں اور دیتی ہیں مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں۔ اور آج بھی ہیں مگر ان پر مغربی سرمایہ داروں یا مشرقی اشتراکیوں کا اثر ہے۔ گھر میرا ہے مگر اجازت مجھے کسی اور سے لے کر اس میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ واحسرتا!

پدرم سلطان بود ـــــ میرا باپ بادشاہ تھا ـــــ کی خوش کن رسم پر عمل پیرا ہو کر قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے مسلمانوں کی تجارتی ترقیات اور سرگرمیوں پر روشنی ڈالتا ہوں۔ شاید یہ بھی علم کی کوئی خدمت ہو۔ اس باب میں ہم نے جستہ جستہ ان حالات و واقعات اور شہروں کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں کے تجارتی مراکز اور ان کی تجارتی سرگرمیوں کا پتہ دیتے ہیں۔

① دمشق کا تجارتی شہر:

بنی امیہ اور بنو عباس کے زمانوں میں دمشق ایک تجارتی مرکز بن گیا، جہاں ایشیا صغریٰ اور بلاد عرب و مصر کے تجارتی قافلے آتے جاتے تھے۔ اس زمانے میں دجلہ و فرات عالمی تجارت کے لئے آبی راستوں کا کام کرتے تھے، تجارتی سامان کچھ فاصلہ تک بذریعہ کشتیوں اور کچھ فاصلے تک برّی جانوروں کے ذریعے دمشق آتا اور پھر

---

[1] وہ تجارتی گذرگاہیں یہ ہیں: ① ترکی میں آبنائے باسفورس پر درہ دانیال ② مراکش کے سرے پر جبل الطارق کی آبی گذرگاہ ③ مصر میں بحیرہ روم اور بحر احمر کو ملانے والی نہر سویز (اس نہر کو خلیفہ ہارون الرشید نے بنوایا تھا)۔ امام سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۹ ④ یمن (عدن) میں باب المندب کی آبی گذرگاہ ⑤ ملاکا کی آبی گذرگاہ ⑥ جزیرہ مالٹا ⑦ مالدیف میں بندرگاہ زیبۃ المنہل ⑧ ہرمز کی آبی گزرگاہ۔ تاریخی اعتبار سے ہرمز تقریباً ۱۶ ویں صدی تک خلیج میں مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیوں کا مرکز بھی رہا ہے۔ تمام دنیا کی بحری تجارت صرف اور صرف انہی آبی راستوں سے ممکن ہے دنیا کے کسی بھی ملک نے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے کسی ملک سے تجارت کرنا ہو اسے اپنا تجارتی سامان سے لدا ہوا جہاز ان میں سے کسی ایک راستہ سے گزارنا ہوگا۔ یہ راستہ میرا ہے مگر اس پر چلنے کا اختیار کسی اور کے پاس ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاد عرب میں پہنچا دیا جاتا۔[1]

خلیفہ منصور عباسی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے جب بغداد کا شہر بسانے کے لئے اس کی زمین کا انتخاب کیا تو فرمایا: اس جگہ سے ایک طرف دریائے دجلہ ہے (جس کے ذریعہ) یہاں سے ہمارے اور چین کے درمیان (تجارت کے لئے) کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوگی اس کے دوسری طرف دریائے فرات ہے جس کے ذریعہ شام اور رقہ سے (تجارتی) رابطہ ممکن ہوگا۔[2]

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں کو اپنی تجارتی سرگرمیوں کو ترقی دینے کا کس قدر خیال تھا۔

② دجلہ کے کنارے بغداد کی تعمیر:

یہاں تجارتی جہازوں کے لئے بندرگاہ بنائی گئی۔ جو ایشیا صغری، شام، بلاد عرب و مصر وغیرہ کے لئے رابطہ کا کام کرتی تھی۔ یہاں وسطی ایشیا بخارا اور فارس کے تجارتی قافلے بھی آتے تھے۔[3]

③ بصرہ:

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے اس شہر کا نام قبۃ الاسلام رکھا تھا۔ یہ اموی عہد میں تجارتی شہر بن گیا اور اس نے عباسی عہد میں عرب وعجم کے اتصال کی حیثیت اختیار کر لی۔ جہاں بحر و بر کے تمام ممالک کا تجارتی سامان آتا جاتا تھا۔[4]

---

[1] حسن ابراہیم حسن، ڈاکٹر: تاریخ اسلام: ج ۲ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۶۴ء: ص ۳۱۱

[2] ابن قتیبہ: مقدمۃ المعارف

[3] W. Hyed. Histoir Due Commorce Orce Du Levant Au Mozen - Age, v. 511, Leipzig, 1925,p. 27

[4] حسن ابراہیم حسن. حوالہ بالا: ص ۳۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ انطاکیہ:

انطاکیہ عباسی خلیفہ معتصم کے زمانہ میں جنگی اور تجارتی دونوں لحاظ سے اہم ترین شہر تھا۔ عربوں کے تجارتی بیڑے بحرابیض متوسط مشرق سے انطاکیہ کی بندرگاہ سے روانہ ہوتے اور ۳۶ دنوں میں بلاد اندلس کے لئے جبل الطارق پہنچ جاتے اور یہیں سے جزائیر صقلیہ تک رابطہ قائم تھا۔[1]

بلاد اندلس اور صقلیہ کے ذریعے عرب مسلمان مشرق اور مغرب کی تجارت پر چھا گئے تھے۔[2]

⑤ سندباد کی روایات:

سندباد کی روایات جو الف لیلہ میں مذکور ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ہارون الرشید کے زمانے میں عربوں کے تجارتی جہاز بغداد سے روانہ ہو کر خلیج فارس کے راستے جزیرہ ملقا (جسے آج کل جزیرہ ملایو کہتے ہیں) تک جایا کرتے تھے اور اس طرح ہند کے گرم مصالحوں اور عطور، اور چین کے ریشم تک رسائی حاصل کرتے تھے۔[3]

⑥ بلاد چین تک رسائی:

۸۲ھ (۷۰۰م) میں عرب تجار نے (جو چین تک پہلے ہی رسائی حاصل کر چکے تھے) چین کے اہم شہر کانتون کی بندرگاہ اور اس کے بازار میں تجارتی مقاصد کے لئے آنا جانا شروع کیا۔[4]

---

[1] ایضا: ۳۱۴/۲

[2] ایضا: ۳۱۴/۲

[3] ایضا: ۳۱۴/۲

[4] Hyed Tome, 1.p. 72

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ کلہ (Kalah):

یہ جزیرہ ملاکا کا اہم ترین شہر ہے۔ اسے عربوں نے دوسری صدی ہجری میں اپنا بحری مرکز بنایا۔ یہاں سے ایشیا کے مشرق ومغرب تک انہوں نے رسائی حاصل کی اور یوں وہ ہند وچین اور آس پاس کے جزائر کی تجارت سے استفادہ کرنے لگے۔

اسی مقام کلہ سے انہوں نے جزیرہ جاوا دریافت کیا۔[1]

ساحل عرب سے ہند کے ساحل عربی مسافت میں تقریباً ۲ تا ۳ ماہ لگ جاتے تھے۔ یہ اختلاف ہواؤں کے رخ اور موسمی حالات کی وجہ سے تھا۔[2]

⑧ کوریا:

مسلمان مؤرخین نہیں بلکہ بعض مستشرقین لکھتے ہیں کہ مسلمان تجار بنوعباس کے زمانے میں کوریا بھی گئے اور وہاں کی مسلمان آبادی انہی کی یادگار ہے۔[3]

⑨ سری لنکا:

عباسی عہد اول میں مسلمان تجار سیلون جزیرہ بھی پہنچ گئے۔[4]

⑩ عباسی عہد میں مسلمان تجار تھائی لینڈ، جزیرہ ملایو (مالیزیا کا ایک جزیرہ) جاوا پہنچ گئے اور ۱۶ ویں صدی عیسوی تک وہ بحر ہند کے بلاشرکت غیرے مالک بن کر رہے۔[5]

⑪ انہوں نے فالیفوظ، ملبار اور ملقا فلپائن، سیام اور کانتو میں اپنی کالونیاں

---

[1] ایضا: ۳۱۵/۲

[2] ایضا: ۳۱۶/۲

[3] Hyed Tome, 1, pp 30-32

[4] Hyed Tome. 1, p. 72

[5] حسن ابراهیم حسن، تاریخ اسلام: ۴۰۰/۴، ۴۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنائیں۔[1]

(١٢) بندرگاہیں:

چند بندرگاہوں کو مسلمانوں نے آباد کیا ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے البتہ چند اہم کے نام درج کیے جاتے ہیں انطاکیہ (سکندریہ) طرابلس، مہندیہ (خلیفہ مہدی نے تیونس میں بنائی) عیذاب (بحر احمر کے کنارے تھی عرب مؤرخین کے مطابق "وكانت العيذاب من اعظم مراسى الدنيا" عیذاب دنیا کی عظیم ترین بندرگاہوں میں سے ایک تھی۔ یہ یمن اور ہند کے سنگھم کا کام کرتی تھی)۔[2] اُبلہ، قلزم، جدہ، عدن، بصرہ، بغداد، المریہ (اندلس کی عظیم بندرگاہ) بحر ہند پر فالیفوط، ملبار، ملقا، فلپائن وغیرہ جوا (دریائے نیجر کے کنارے) دریائے نیل کے کنارے اسوان اور دون۔[3]

(١٣) بازاروں کا نظام:

مسلمان خلفاء نے بازار کے نظام کو منظم خطوط پر استوار کرنے، منڈی کی سہولیات کو زیادہ سے زیادہ کرنے، خریداروں اور فروخت کنندگان کے تعلقات کو باقاعدہ بنانے کے لئے بازاروں کا نظام قائم کیا۔ اس نظام بازار کا آغاز نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہی ہو گیا تھا جب آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا علیحدہ بازار قائم کیا۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بازار کے نظام کو بقاعدہ بنایا۔ اس کی نگرانی کے لئے انسپکٹر بازار کا تقرر کیا جاتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازار کا نگرن مقرر کیا تھا[4] اور

[1] ایضا: ٤/٤٠٧

[2] ایضا: ٤/٤٠٦

[3] ایضا: ٤/٤٠٦

[4] کنزالعمال: ٣ روایت نمبر ٢٦٥٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اموی عہد میں اس نظام کو مزید مربوط کیا گیا البتہ بنو عباس اور بالخصوص خلیفہ منصور عباسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق استوار کیا۔ اس نے بغداد کے جنوب میں کرخ کا شہر تعمیر کیا اور بغداد کے تمام بازار وہاں منتقل کرا دیئے۔ اس نے بازار کا نظام پیشہ ورانہ تقسیم پر کیا مثلاً عطاروں کا بازار، لوہاروں کا بازار، بڑھیوں کا بازار، کپڑا فروشوں کا بازار، خوشبو فروشوں کا بازار، گوشت فروشوں کا بازار۔ بازاروں کی ترتیب میں سب سے آخر میں قصابوں کا بازار بنوایا۔ وہ کہا کرتا تھا یہ بیوقوف ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں دھاری دار ہتھیار ہوتے ہیں۔[1]

فاطمیوں کے عہد میں ان بازاروں کی تعداد میں اضافہ ہوا[2] اور ان میں مرغیوں کا بازار، چڑیوں کا بازار، مٹھائیوں کا بازار، سفری بیگوں کا بازار۔ پھلوں کا بازار، جوتوں کا بازار، صرافہ کا بازار کا اضافہ ہوا۔[3]

بعض بازار ایسے تھے جو ہفتہ کے مخصوص دنوں میں کھلتے تھے۔ دکانیں سڑک کے ساتھ ساتھ شمالاً جنوباً ہوا کرتی تھیں۔ بیرونی تجار کے لئے خاص ہوٹل تعمیر کئے گئے تھے، تجار نچلی منزل پر اپنا سامان رکھتے اور اوپر والی منزل میں سویا کرتے تھے۔[4]

محتسب کا تقرر:

کاروبار تجارت کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے، تجار کی تجارتی سرگرمیوں کو عادلانہ خطوط پر ڈھالنے، ناپ تول کے نظام کو بقاعدہ بنانے، مصنوعات کے معیار کو

---

[1] خطیب بغدادی، ابو منصور عبدالقادر بن طاہر، بحوالہ حسن ابراہیم حسن، تاریخ اسلام: ص ۴۰۶

[2] حسن ابراھیم حسن، تاریخ اسلام: ٤/٤٠٦

[3] ناصر خسرو کے مطابق صرافہ کے بڑے بڑے بازار ہوتے تھے مثلاً صرف اصفہان کے سوق الصرافین میں ۱۰۰ صراف بیٹھا کرتے تھے۔ یہ تعداد آج کل کے معاشی ترقی کے زمانے میں بڑے بڑے شہروں میں نہیں پائی جاتی (سفرنامہ ص ۲۵۳)

[4] حسن ابراھیم حسن، تاریخ اسلام: ٤/٤٠٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برقرار رکھنے، اشیاء کو ملاوٹ سے پاک رکھنے، تجارتی کاروبار کو غیر شرعی معاملات (مثلاً سودی لین دین) سے بچانے کے لئے اسلامی حکومتیں محتسب کا تقرر کرتی آئی ہیں، اس نہایت ضروری کار خیر کا باقاعدہ آغاز ہارون رشید نے کیا۔[1]

عباسیوں کے آخری دور میں جب بازاروں کا نظام مروج ہوا تو ہر بازار کے لئے الگ الگ محتسب مقرر ہوا۔[2]

دلیل المسافرین:

تیسری صدی ہجری میں ابوالقاسم بن خردادبہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بحری اور بری تجار کے لئے ''دلیل المسافرین'' (Travellers Guide) مرتب کی اس کتاب میں انہوں نے اس بحری راستہ کا تعین کیا جو دریائے دجلہ کے ہیڈ سے شروع ہوکر ملبار اور خلیج بنگال سے ہوتا ہوا چین کے شہروں تک جاتا تھا۔ اس کتاب کی ترتیب سے تجار مسافروں کو بحری اور بری سفر کی صعوبتیں آسان ہوگئیں۔[3]

الغرض یہ وہ مسلمانوں کا شوق تجارت تھا جو انہیں اسلام ایسے دین عمل نے بخشا تھا، جس شوق کی تکمیل میں وہ ربع مسکوں پہ چھا گئے۔ حتیٰ کہ عباسیوں کے عہد ثانیہ میں ان کی تجارت عالمی تجارت میں اول درجہ پر تھی۔ اسکندریہ اور بغداد کے تجارتی بھاؤ اور اوزان و مقیاس پوری دنیا میں معیار کا درجہ رکھتے تھے مسلمانوں کے تجارتی قوافل اور راستوں کا چرچا مشرق اور مغرب میں تھا۔ یہاں مولف حضارۃ الاسلام کا یہ بیان نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

جب عباسیوں کے پاس دولت کی فراوانی ہوئی اور ہارون الرشید نے تجارتی قافلوں کے بحری اور بری راستوں کو پرامن بنا دیا تو تمام دنیا کے

---

[1] جمیل نخلۃ، المدور حضارۃ الاسلام فی دار السلام: ص ۱۱۸

[2] Leon African Discription Del, Afrique, Tome, 1, pp. 193- 199

[3] حسن ابراهیم حسن: تاریخ اسلام: ۳۱۴/۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارتی سامان سے لدے پھندے قافلے عراق کا رخ کرنے لگے۔ اس طرح ہند سے برتن، کپڑے، ناریل، ہاتھی دانت کی مصنوعات، خراسان سے لوہا، کرمان سے شیشہ، کشمیر سے رنگدار کپڑے، چین سے لکڑی، کستوری، دار چینی اور آرائش کا سامان، یمن سے عطر اور مختلف قسم کی خوشبوئیں، فارس سے اسلحہ اور دیگر مصنوعات، سراندیپ (سری لنکا) سے یاقوت اور الماس، روم سے کھالیں اور غلام، شام سے پھل، اسلحہ اور لوہا اور روس سے لومڑی کی کھالیں آنے لگیں۔[1]

چیک کو رواج دیا:

تجارتی ادائیگیوں کے نظام کو سہل بنانے کے لئے مسلمانوں نے ہارون الرشید کے زمانے میں چیک کو بھی رواج دیا۔ یہ چیک زر اعتباری کا کام کرتے تھے۔ ادا اور وصول کیے جاتے تھے۔[2]

مسلمانوں کی تجارتی گزرگاہیں

عباسیوں کے عہدِ ثانی تک مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل چکی تھیں انہوں نے بحر و بر دونوں کو اپنی تجارتی گذرگاہ بنا رکھا تھا۔ ان کے تجارتی راستے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس وقت کی معلوم دنیا کا شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جہاں مسلمانوں کے تجارتی قافلے نہ پہنچ چکے ہوں۔ وہ عزم کے پختہ اور کردار کے دھنی تھے۔ وہ جہاں جہاں بھی گئے اپنی کاروباری صداقت، معاملات کی صفائی اور دیانت و امانت کے نقوش چھوڑ گئے۔

[1] جميل نخلة المدور، حضارة الاسلام فی دار السلام: ص ۱۱۶، ۱۱۷

[2] الحضارة الاسلامیه: ۲/ ۳۱۶، ۳۲۱، ۳۲۸، ۳۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں ان کی تجارتی گذرگاہوں کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی تجارتی سرگرمیاں ـــــ جو دراصل ان کی اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے ہی کے ذرائع تھے ـــــ کس طرح پوری دنیا پر محیط ہوگئیں اور ان کی اہمیت نے کس طرح دنیا کا گوشہ گوشہ چھان مارا تاکہ وہ ہر اس کونہ تک اسلام کا نور لے کر جائیں جہاں اولاد آدم کا کوئی فرد آباد ہو۔

① مغرب سے مشرق اور بالعکس:

یہ راستہ بذریعہ مصر تھا۔ اس راستہ کے تجار مسافر اپنا سفر فرانس کی بندرگاہ فرنجہ (بروفانس) سے شروع کرتے، ان کے جہاز مصر کی بندرگاہ الغرما (جو اس زمانے کی اہم ترین بندرگاہوں میں سے ایک تھی) آکر لنگر انداز ہوتے۔ یہاں سے سامان جانوروں پر لاد کر قلزم (آج کل کا شہر سویز) یا اسکندریہ تک لایا جاتا، یہ دونوں شہر اس زمانے میں عالمی تجارت کے مراکز کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہاں سے دریائے نیل کے ذریعے فسطاط اور قاہرہ تک لایا جاتا تھا اور اس طرح فسطاط اور قاہرہ سے سامان قلزم یا اسکندریہ لایا جاتا۔ پھر (نہر سویز کے ذریعے) بحر احمر کی بندرگاہوں مثلاً جدہ، ینبوع وغیرہ سے ہوتا ہوا یہ سامان جہازوں کے ذریعے ہند و چین کی بندرگاہوں میں پہنچ جاتا۔ اسی طرح ہند و چین سے تجارتی سامان اسی راستہ سے قلزم سے ہوتا ہوا الغرما یا اسکندریہ پہنچتا اور وہاں سے فرانس کی بندرگاہ فرنجہ (بروفانس) پہنچ جاتا۔ بعض اوقات اسی راستہ سے آگے قسطنطنیہ تک چلا جاتا۔[1]

② یورپ سے مشرق کو:

یہ راستہ انطاکیہ کے ذریعے تھا۔ مسلمان اور یہودی تاجر اپنا تجارتی سفر فرانس

[1] ابوالقاسم بن خرداذبه الفارسي المسالك والممالك، طبعي دي غوثيه ليدن: ۱۳۰۶ھ، ص ۱۵٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بندرگاہ فرنجہ (بروفانس) سے شروع کرتے اور انطاکیہ پہنچ جاتے۔ پھر انطاکیہ سے ان کا تجارتی سامان گھوڑوں اور خچروں پر لاد کر فرات اور دجلہ تک لایا جاتا اور یہاں سے بحری جہازوں کے ذریعے بغداد لایا جاتا پھر دجلہ میں تیرتے ہوئے ابلہ پہنچتا[1] پھر یہاں سے عمان ہوتا ہوا ہند اور چین تک لے جایا جاتا۔[2]

(۳) روس کے شمالی شہروں سے مشرق کی طرف:

یہ راستہ بحر قزوین سے ہو کر آتا تھا۔ قزوین کے ذریعے یہ سامان مرو، بلخ، بخارا، سمرقند اور ماوراء النہر کے شہروں سے ہوتا ہوا چین تک پہنچ جاتا۔ یہ راستہ عموماً عیسائی تجار استعمال کرتے تھے۔ مسلمان ان سے اچھا سلوک کرتے اور جزیہ وصول کرتے تھے۔[3] اس راستہ کی تجارتی اہمیت اور اس کے پرامن ہونے کے علاوہ دیگر عوامل میں سے تین ایسے عوامل تھے جنہوں نے بہت بڑا کردار ادا کیا حتیٰ کہ یہ راستہ سب سے زیادہ پرامن بن گیا۔ وہ عوامل یہ ہیں:

(الف) اس راہ پر رہنے والے بہت بڑے اور طاقتور قبیلہ قلیجا نے اسلام قبول کر لیا یہ چوتھی صدی ہجری کا ابتدائی زمانہ تھا۔

(ب) مسلمانوں کے سامانی حکمرانوں نے خراسان اور ماوراء النہر میں امن وامان کی فضا قائم کر دی۔

(ج) نصر بن احمد سامانی کے صاحبزادے نے شاہ چین کی لڑکی سے شادی کر لی، یوں اس شادی کے بندھن نے تجارتی بندھنوں کو مضبوط کر دیا۔[4]

لیکن جس عمل نے ہند اور چین سے مسلمانوں کے تعلقات کو بہت زیادہ

---

[1] خلیج عربی کے کونے پر ـــــ دجلہ کے کنارے ایک بندرگاہ تھی۔ دیکھیے یاقوت حموی کی معجم البلدان "ابلہ"

[2] یاقوت بن عبداللّٰہ الحموی: معجم البلدان، مطبع سعادة، قاهره: ص ٣٢٧

[3] ابن خرذاذبہ: ص ١٥٤

[4] یاقوت حموی: معجم البلدان لفظ "الصین"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویت بخشی وہ سلطان محمود غزنوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے وہ حملے ہیں جو انہوں نے ہند پر کیے۔[1]

④ یورپ سے مشرق کو خشکی کا راستہ:

اندلس کے شہروں سے شروع ہوکر جبل الطارق کی گذرگاہ سے گزرتا ہوا مغرب (مراکش) کے اندر سے تونس اور پھر مصر پہنچ جاتا۔ یہاں سے رملۃ اور دمشق کے شہروں سے شام پہنچ جاتا، پھر کوفہ، بغداد اور بصرہ کے راستوں عراق جاتا۔ یہاں سے براستہ اہواز ہوتا ہوا فارس اور یہاں سے کرمان کے راستہ سے ہند و چین پہنچ جاتا۔[2]

⑤ افریقہ کے تجارتی راستے:

① شمالی افریقہ کا راستہ: مصر، برقہ، طرابلس، تیونس کے شہروں سے ہوتا ہوا الجزائر اور مراکش کے چند شہروں کو اپنی حدود میں رکھتے ہوئے سینگال تک جاتا۔ اس راستہ کے ساتھ بحری راستہ بھی جاتا جو شام کی سرحد سے شروع ہوتا ہوا الجزائر اور مراکش تک جاتا تھا۔[3]

② صحراوی راستہ: یہ مصر سے شروع ہوکر الجزائر اور مراکش سے ہوتا ہوا مغربی افریقہ کے شہروں تک پہنچ جاتا تھا۔[4]

③ قافلوں کے راستے: پہلا راستہ مراکش کے شہروں میں سے ہوتا ہوا شمالی سوڈان تک جاتا۔ دوسرا راستہ جنوبی تیونس سے ہوتا ہوا بحیرہ تشاد (چاڈ) کے مغربی

---

[1] یاقوت حموی: ص ۳۲۸

[2] ابن خرداذبہ: ص ۱۵٤

[3] حسن ابراهیم حسن، انتشار الاسلام فی القارة الافریقیة، القاهرہ: ۱۹٦٤م ص: ۳٦

[4] حوالہ بالا: ص ۳٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہروں برونو وغیرہ تک جاتا۔ تیسرا راستہ الجزائر سے ہوتا ہوا شمالی نائیجریا کے علاقہ حوصا پہنچ جاتا۔ چوتھا راستہ جنوبی مراکش سے سینیگال اور نیجر تک پہنچتا تھا۔[1]

④ **مختصر راستہ:** یہ راستہ مشرقی صحرا سے شروع ہو کر نیل کے ڈیلٹا سے گزرتا ہوا شمالی سوڈان تک جاتا تھا۔[2]

⑤ **پانچواں راستہ:** یہ جنوبی بلاد العرب سے لے کر مشرقی افریقہ کے ساحل تک جاتا تھا۔[3]

مسلمان تجار اور اشاعتِ اسلام

تجارت نے نہ صرف مختلف تاجر قوموں کو معاشی خوشحالی اور رفاہیت بخشی ہے بلکہ اس کے ذریعے دنیا کی مختلف قوموں نے دوسری قوموں کو اپنا غلام اور دست نگر بھی بنایا ہے، یہ مکروہ سازش دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف قوموں کے ساتھ کی گئی ہے۔ مظلوم اور مقہور قوموں کے نام اور تجارتی روپ میں استعماری قوموں اور ان کی سازشوں کے نام تاریخ عالم کے چہرہ پر واضح نظر آتے ہیں۔ مثلاً برصغیر پاک و ہند پر پہلے ولندیزی پھر فرانسیسی اور آخر کار انگریزوں نے اپنا پنجہ استبداد تجارت ہی کی راہ سے مضبوط کیا، اسلامی ممالک بالخصوص مصر و شام اور عراق و ایران پر غلبہ اسی راہ سے پایا گیا۔ جرمنی نے اسی تجارتی حرص کی توسیع میں نوآبادیات کے خواب دیکھے۔ اٹلی نے حبشہ کو اسی خاطر تہہ و بالا کیا۔ ہسپانیہ کی بربادی کے محرکات بھی یہی تھے۔ مشرقِ بعید میں جاپان نے چین سے جو ظالمانہ برتاؤ کیا اور فلسطین میں برطانیہ نے جو گل کھلائے وہ اسی تجارت کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

مگر مسلمان تجار کی تابناک تاریخ کے کسی ورق پر کوئی ایسی ظالمانہ داستان رقم

---

[1] حوالہ بالا: ص ۳۶

[2] حوالہ بالا: ص ۳۶

[3] حوالہ بالا: ص ۳۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، جس میں تجارت کے ذریعے یا تجارت کے لئے مسلمانوں نے کسی قوم پر ظلم ڈھائے ہوں یا اس کا امن برباد کیا ہو۔ البتہ مسلمان تجار کے کریمانہ اخلاق اور مومنانہ رویہ سے متاثر ہوکر جن اقوامِ عالم نے اسلام کی دولت پائی اس میں مسلمان تجار کے تاریخی اسفار کو بہت بڑا دخل ہے۔

مشرقِ بعید کے ممالک انڈونیشیا، مالیزیا، چین وغیرہ تک اسلام کا نورِ ہدایت جہاد کی بجائے مسلمان تجار کے ذریعے پھیلا۔ کہتے ہیں انڈونیشیا کے کفار مسلمان تاجروں کے معاملات کی صداقت وصفائی دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ چین میں اسلامی لشکر تو ولید بن عبدالملک کے دور میں حضرت قتیبہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کمان میں آیا مگر اسلام کی کرنیں مسلمان تاجروں کے ذریعے پہلے ہی چین کے در و بام پر پڑ چکی تھیں۔ اہلِ چین کی اپنی ہی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بزرگ صحابی حضرت وہب بن ابی کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چین کے بادشاہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ مگر مصادر عربیہ میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔[1]

اسلام کے آنے سے قبل عرب تاجر صرف چین کے علاقہ سیراف تک جاتے تھے، لیکن جب اسلامی تاجروں کا سلوک اہل چین نے دیکھا تو انہیں چین کے اندر دور تک آمد ورفت کی اجازت دے دی۔ ان کی دیانت وامانت اور دینی تربیت نے اہلِ چین کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی تو انہوں نے اپنی مساجد بنائیں اور مدارس تعمیر کیے، حتیٰ کہ چین کا صوبہ کانتون اسلام سے بہت متاثر ہوا، آہستہ آہستہ چین کے بادشاہ اور مسلمان خلیفہ کے درمیان تجارتی روابط قائم ہوگئے، جنہوں نے اسلام کی برکات کے چین میں پھیلنے کے دروازے کھول دیئے۔[2]

---

[1] البنوك الاسلاميه (قاهره) عدد ۱۸ شعبان: ۱۴۰۱ھ، جون ۱۹۸۱م، ص ۴۵

[2] دیکھیے جوستاف لوبون کی کتاب ''حضارة العرب'' اور سٹین لی پول کی کتاب ''اسلام چین میں''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سٹین لی پول نے مسلمان تجار کی خوبیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

وہ تجارتی معاملات میں امانت دار تھے اور کبھی خیانت کا ارتکاب نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر جب وہ یہاں (چین میں) منصبِ قضاء تک پہنچے اور حاکم بنے تو انہوں نے ظلم کیا نہ کبھی طرف داری سے کام لیا۔ وہ عزت والے تھے اور عزت کرتے تھے۔ وہ متعصب نہیں تھے بلکہ جہاں تک شریعتِ اسلامیہ انہیں اجازت دیتی وہ فراخ دل اور غالی نفس تھے۔ وہ چینیوں کے ساتھ یوں مل جل کر محبت سے رہتے جیسے ایک ہی خاندان کے افراد رہتے ہیں۔[1]

آٹھویں صدی ہجری میں طنجہ کے ابن بطوطہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے چین کا سفر کیا تو اس نے مسلمانوں کا حال یوں بیان کیا:

چین کے تمام شہروں میں مسلمانوں کے مکانات تھے۔ ان کے ہر محلّہ میں مسجد تھی جہاں وہ نمازیں ادا کرتے، وہ نہایت معزز اور محترم تھے۔[2]

مشہور مستشرق آرنلڈ کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں۔

ان تجار کے ساتھ ساتھ دعاۃ اسلام ——— جو دراصل تجار ہی تھے ——— مسلمان تاجروں کے متعین کردہ تجارتی راستوں پر پیدل اور سوار چل کر ان علاقوں میں اسلام کی شمع روشن کرنے میں کامیاب ہو گئے جن راستوں پر چل کر مسلمان تاجر دنیا کے مختلف حصوں میں تجارت کرنے جایا کرتے تھے۔ حبشہ، صومالیا اور افریقہ کے دوسرے ممالک مثلاً کینیا، یوگنڈا، تانگانیکا وغیرہ اسلام کے سایہ عاطفت تلے آ گئے۔ دراصل ان ممالک کی فتوحات شمشیر وسناں سے زیادہ مسلمان تجار کی صداقت و

---

[1] سٹین لی پول: اسلام ان چائنا: ص ۴۶

[2] حوالہ بالا: ص ٤٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت کی رہین منت ہیں۔[1]

مستشرق ہید نے مسلمان تجار کی عظمت کردار اور ان کی تبلیغی مساعی پر اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

"یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دنیا کا نقشہ بتاتا ہے کہ جہاں سے مسلمانوں کے تجارتی قافلے گزرتے گئے وہاں آس پاس کی آبادیاں مسلمان ہوتی گئیں۔"

وما ذاك الا ان هندا عشية
تشمت وجرت بجوانبها بردا

(اور تو کوئی بات نہیں ہوئی بس کل ہندہ دن ڈھلے یہاں سے گزر رہی تھی۔ اس نے یہاں کی فضا میں سانس لیا جس کی برکت سے آس پاس کے علاقوں میں خنکی پھیل گئی)۔

بحر ہند کی بندرگاہیں، بمبئی، سیلون، کراچی اور اسی طرح ملتان اور ہند وچین کے دیگر شہروں سے جہاں مسلمانوں کے تجارتی قافلے گذر گئے وہاں کی آبادیاں آج بھی مسلمان ہیں۔ ان تجارتی راہوں پر باعمل مسلمان تجار کی آمد و رفت، غیر مسلم اقوام سے ان کی لین دین میں معاملات کی صفائی اور ان کی عظمتِ کردار نے قبولیتِ اسلام کے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ چین، کوریا وغیرہ میں آج تک مسلمان پائے جاتے ہیں یہ سب مسلمان تاجروں کے عمل کی برکت سے مسلمان ہوئے۔[2]

[1] Arnold. S. T. W: The Preaching Of Islam, (Arabic) Translation, pp- 381- 387

[2] الحضارة الاسلامية: ٢/ ٣١٥، ٣١٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۔۔۔۔ (۳)

تجارت کے اسلامی اصول

فصل اول:

چند تجارتی ضوابط

اسلام نے تجارت کے بابرکت پیشہ کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنے کے لئے چند ضوابط مقرر کیے ہیں اور یوں تجار کو تلقین کی ہے کہ وہ ان ضوابط کی پابندی کریں ورنہ یہ بابرکت پیشہ جس پر ثواب آخرت کا وعدہ بھی ہے، ان کے لئے حرام رزق کا ذریعہ اور آخرت میں رسوائی کا موجب بنے گا۔ ان اسلامی ضوابط میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

(۱) عقیدہ اور اخلاق

اسلام نے اپنے قوانین تجارت کی بنیاد عقیدہ اور اخلاق پر رکھی ہے۔ اسلام تجار کو سکھاتا ہے کہ وہ اللہ کریم کے بندے ہیں، جو ان کے ہر ڈھکے چھپے کو ہر وقت دیکھتا اور جانتا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [1]

ترجمہ: یقیناً اللہ کریم ہر ایک شے پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

اور جب اسلام نے یہ سکھا دیا کہ تمام مسلمان (بلکہ انسان) آپس میں بھائی

---

[1] النساء: ۱،۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک بھائی کم تول کر اور زیادہ قیمت وصول کر کے اپنے بھائی کو نقصان پہنچائے اور دوسرا کم قیمت دے کر یا ناقص مال دے کر کھرے مال کی قیمت وصول کرے اور یوں اپنے بھائی کا معاشی استحصال کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی جامع تعلیمات میں اس عقیدہ کی بنیاد ان الفاظ میں فراہم کر دی ہے۔

لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔[1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ تجارت پیشہ افراد اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوں، وہ اخلاقِ حسنہ ہیں: صدق وامانت، دیانت، معاملات کی صفائی، اور اگر معاملہ طے کرنے میں کبھی تکرار تک نوبت پہنچ جائے تو نرم گفتگو اور عزتِ نفس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان اوصاف سے متصف تجار کے لئے دعا کی ہے۔

رحم اللّٰہ رجلا سمحا إذا باع وإذا اشتری وإذا اقتضی۔[2]

ترجمہ: اللہ کریم کی رحمت ہو اس شخص (تاجر) پر جو جب کبھی بیچے، خریدے اور قرض لینے کا مطالبہ کرے تو نرم گوئی سے کرے اور درگذر کا معاملہ کرے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔

ألا أخبرکم بمن یحرم علی النار وتحرم علیہ النار، کل قریب هین. سهل إذا باع سهل اذا اشتری، سهل إذا

[1] بخاری صحیح، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ
[2] بخاری بحوالہ ریاض الصالحین، باب فضل السماحۃ فی البیع والشراء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتضی.[1]

ترجمہ: کیا تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتادوں جو آگ پر حرام اور آگ اس پر حرام کردی گئی ہے؟ ہر ایک نرم پہلوؤں والا جو جب بیچے جب خریدے اور جب مطالبہ کرے تو آسانی وسہولت سے معاملہ کرے۔

ایک جگہ اس خوشخبری کو آخرت میں تجار کے لئے اعزاز واکرام کا موجب ہونے کے لئے ایک دوسرے انداز میں دہرایا:

أنا أحق بذلك منك، سامحوا عبدی وتجاوزوا عنه كما كان يسامح فی دار الدنيا.[2]

ترجمہ: میں اس کا حق ادا کرنے میں تم سے زیادہ ہوں۔ میرے بندے سے درگذر کرو جیسے یہ دنیا میں درگذر سے کام لیا کرتا تھا۔

كان تاجر يداين الناس، فإذا رای معسرا، قال لفتيانه: تجاوزوا عنه، لعل اللّٰه أن يتجاوز عنا. فجاوز اللّٰه عنه.[3]

ترجمہ: ایک تاجر لوگوں سے ادھار کا معاملہ کرتا تھا، جب وہ (مقروض کو) تنگدست دیکھتا تو اپنے کارندوں کو کہتا اس سے درگذر کرو شاید اللہ کریم ہم سے بھی درگذر کرے۔ اللہ کریم نے اس سے درگذر فرمادیا۔

یہاں اس عقیدہ کی برکات دکھائی جارہی ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ جو مخلوقِ خدا سے درگذر کرے گا اللہ کریم اس سے درگذر فرمائیں گے۔

تجارتی اخلاقِ حسنہ کو آپ ﷺ نے ایک دوسرے انداز میں یوں ادا فرمایا:

---

[1] بخاری بحوالہ مشکوۃ المصابیح، باب المساهلة فی المعاملة، وحديث نمبر ۱

[2] کشف الغمہ: ج ۲

[3] متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ المصابیح، باب الافلاس والانظار، حدیث نمبر ۳ الفاظ کا معمولی اختلاف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البیعان بالخیار مالم یتفرّقا فان صدقا وبینا بورك لهما فی بیعهما وإن کتما وکذبا محقت برکة بیعهما۔[1]

ترجمہ: بیوع میں خیار ہوتا ہے جب تک فریقین (بائع ومشتری) علیحدہ نہ ہو جائیں۔ البتہ اگر انہوں نے سچائی اختیار کی اور (مبیع یعنی فروخت اور خرید کی جانے والی شے کے عیوب کو) واضح بیان کر دیا تو انہیں ان کی تجارت میں برکت دی جائے گی۔ اور اگر انہوں نے عیوب کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔

عن واثلة ابن الاسقع قال: سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: من باع عیبا لم یتنبه لم یزل فی مقت اللّٰه أولم تزل الملئکة تلعنه۔[2]

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کسی نے ایسے عیب کے ساتھ کوئی شے فروخت کی، جس عیب پر اس نے (خریدار کو) آگاہ نہیں کیا تھا، وہ ہمیشہ اللہ کریم کے غصہ میں رہے گا یا فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

اس ارشاد مبارک میں ان بدقسمت تاجروں کے لئے درسِ عبرت ہے جو ناقص مال دے کر خالص کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ بھولے اپنی اس انسان دشمن حرکت کو اپنی فرزانگی سمجھ کر خوش بھی ہیں حالانکہ وہ اپنے بھائی انسانوں کو دھوکہ دے کر اور چند کھوٹے سکے کما کر خود اور اپنی اولاد کو حرام کھلا رہے ہیں۔

اسی طرح ایک دن نبی کریم ﷺ بازار کی طرف نکلے تو لوگوں کی طرف

[1] متفق علیه، ریاض الصالحین، باب الصدق

[2] ابن ماجه: السنن: کتاب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا کہ خرید فروخت میں مشغول تھے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

یا معشر التجار! یا معشر التجار! فرفعوا أعناقهم واستجابوا وانصتوا، فقال: إن التجار يبعثون يوم القيامة فجار إلا من اتقى الله وبر وصدق.[1]

ترجمہ: اے تجار کا گروہ! اے تجار کا گروہ! انہوں نے اپنی گردنیں اٹھائیں، متوجہ ہوئے اور سراپا گوش بن کر سننے لگے۔ آپ نے فرمایا: تجار قیامت کے دن فاجر بن کر اٹھیں گے سوائے اس تاجر کے جس نے اللہ کریم کا خوف کیا، بھلائی کی اور سچ بولا۔

مذکورہ احادیث سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے تعلیم کردہ تجارتی ضابطہ اخلاق کے اپنانے سے نہ صرف آخرت میں اجر وثواب کا وعدہ ہے بلکہ دنیا میں بھی ان اخلاقِ کریمانہ سے مزین تجار کو برکت اور فلاح کی خوشخبری سنا دی گئی ہے۔

② کاروبار تجارت کی آزادی

اسلام نے تجارت میں تجارتی کاروبار، تجارتی معاملات اور معاہدات لین دین کو تجارتی حریت پر مبنی کیا ہے اور جہاں اسلامی ریاست کو تجار کے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت دی گئی ہے اس کا مدعا بھی خریداروں اور فروخت کاروں کے مصالح کا تحفظ کرنا، انہیں یقینی بنانا اور ان کے حصول میں مدد دینا ہوتا ہے، مثلاً کاروباری مراکز کے لئے جگہوں کا انتخاب، ناپ تول کا نظام، راہداری کی سہولتیں، ذرائع نقل وحمل، بازارِ زر کی ترویج، نظام منڈی کی نگرانی، وغیرہا سب تجارتی سرگرمیوں کو ترقی اور تحفظ دینے کے لئے ہوتا ہے، اور ان کا مدعا کبھی بھی یہ نہیں ہوتا یا

[1] رواہ الترمذی وابن ماجه والدارمی بحواله مشکوة المصابیح، باب المساهلة فی المعاملة حدیث نمبر ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا کہ ان سہولیات کو حکومت تجارت کی راہ کا پتھر بنائے۔ ہاں یہ خدمات ان بدباطن تجار کے لئے رکاوٹ بن سکتی ہیں جو ملاوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیں، ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کریں اور قیمتوں کو چڑھا کر مجبور صارفین کا معاشی استحصال کریں۔

قرآن مجید نے اس تجارتی حریت کا اعلان ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَـٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾ [1]

ترجمہ: مگر یہ کہ تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے ہو۔

نبی کریم ﷺ کو تجارتی کاروبار کی طبعی آزادی کا کس قدر احساس تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ کے تجار نے مل کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کے لئے بازار کے نرخ متعین کر دیں۔ آپ ﷺ نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

لا تسعروا فان اللہ هو المسعر. [2]

ترجمہ: بھاؤ مقرر نہ کرو کیونکہ بھاؤ مقرر کرنے والی ذات پاک تو اللہ کریم ہی کی ہے۔

اس الہامی جواب میں آپ ﷺ نے تجارتی کاروبار کو سرکاری سطح پر منظم کرنے اور یوں اللہ کریم کے ان گنت بندوں کو تجارت کے ذریعے روزی کمانے سے باز رکھنے کے آئندہ کسی فیصلہ کے امکان ہی کو رد کر دیا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ''قیمتوں پر کنٹرول'' کے عنوان کے تحت آئے گی۔

اسلام صرف داخلی تجارت ہی کی آزادی کا قائل نہیں بلکہ وہ خارجہ تجارت کو بھی

---

[1] النساء: ٤، ٢٩

[2] رواہ ترمذی وابن ماجہ وابوداود والدارمی بحوالہ مشکوۃ المصابیح، باب الاحتکار، حدیث نمبر ٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ''تجارت خارجہ'' کے تحت آ رہی ہے۔

③ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

اسلام کے عادلانہ نظامِ تجارت نے احتکار (ذخیرہ اندوزی) کو اس کی تمام انواع واقسام کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے اور اسلامی ریاست کو اجازت دی ہے کہ وہ اس ملعون عمل کو روکنے کے لئے دخل اندازی کرے۔

شریعتِ اسلامیہ کی رو سے ذخیرہ اندوزی (Hoarding) یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ یا دیگر اجناس کی بڑی مقدار اس لئے اکٹھا کر لے یا خرید کر ذخیرہ کر لے کہ بازار گراں ہو جائے اور صارفین میں اس چیز یا جنس کی مانگ کا مرکز صرف وہی بن جائے اور وہ مجبور ہو کر اس ذخیرہ اندوز (محتکر) سے اس کی شرائط اور مقررہ نرخوں کے مطابق خریدیں۔ البتہ اگر بازار میں اس ذخیرہ کی جانے والی شے یا جنس کی کوئی کمی نہ ہو اور کسی شخص کے کسی شے کو ذخیرہ کرنے کا قیمتوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو فقہاء اسلام نے اس ذخیرہ کرنے کو ذخیرہ اندوزی نہیں کہا۔[1]

اسلام کے قانونِ تجارت میں ایسا تاجر ملعون اور خطا کار ہے جو ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کرے اور پھر بازار میں اپنا مال لا کر من مانے دام وصول کرے۔ ایسا تاجر دراصل ڈاکو اور قاتل کی طرح ہے جو اپنی قبا رکھنے کے لئے اپنے بھائیوں کا خون نچوڑنا چاہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے انسان دشمن تاجر کے نفسیاتی عمل اور اس کے انجام کی اطلاع اس طرح دی ہے:

من احتكر حكره يريد أن يغلي بها على المسلمين فهو خاطى.[2]

ترجمہ: جس تاجر نے ذخیرہ اندوزی اس ارادہ سے کی کہ وہ اس طرح

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''الهدايه'' كتاب البيوع

[2] مشكوة المصابيح، باب الاحتكار حديث نمبر ٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں پر اس شے کی قیمت چڑھائے وہ خطا کار ہے۔

آپ ﷺ نے جائز طریقہ تجارت سے نفع کمانے والے تاجر اور ذخیرہ اندوز میں فرق کرتے ہوئے فرمایا:

ألجالب مرزوق والمحتكر ملعون.[1]

ترجمہ: سوداگر کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔

آپ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں ذخیرہ اندوزی کی مدت کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے اور اس کے برے انجام سے بھی ڈرایا ہے۔ فرماتے ہیں:

من احتكر طعاما أربعين يوما فقد برئ الله منه.[2]

ترجمہ: جس نے اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی چالیس روز تک کیے رکھی۔ اللہ کریم اس کی ذمہ داری سے بری ہوں گے۔

من احتكر على المسلمين طعامهم، ضربه الله بالجزام والإفلاس.[3]

ترجمہ: جس نے مسلمانوں کے خلاف اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی کی، اسے اللہ کریم کوڑھ اور مفلسی میں مبتلا کریں گے۔

اس ضمن میں ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دکاندار کو ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا اور ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کا امتناعی ارشاد بھی سنایا مگر وہ باز نہ آیا اور کوڑھی بن گیا۔[4]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک ذخیرہ اندوز کا غلہ (سزا کے طور پر) جلا دیا۔[5]

---

[1] طیبی، شرح مشکوۃ، کتاب البیوع، ابن ماجه، الدارمی بحواله مشکوۃ المصابیح باب الاحتکار، حدیث ٢

[2] مشکوۃ المصابیح، باب الاحتکار، حدیث نمبر ٥

[3] حواله بالا: حدیث نمبر ٤

[4] ابن قدامه، المغنی، باب احتکار

[5] شوکانی: نیل الاوطار: ١٨١/٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاءِ اسلام کی ایک جماعت نے ایسے تجار کا سامان حکومت اسلامیہ کو بازار کے نرخوں پر فروخت کرنے کی اجازت دی ہے[1] اور انہوں نے اپنے فتویٰ کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے بیان فرمودہ اس قانونی کلیہ پر رکھی ہے۔

لا ضرر ولا ضرار.[2]

ترجمہ: نہ نقصان برداشت کرو نہ نقصان کا موجب بنو۔

اس بارے میں فقہاء احناف کا فتوی ہدایہ میں یوں درج ہے۔

جب (محتکر کا) یہ مسئلہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ محتکر کو حکم دے گا کہ وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی غذائی ضروریات (جن کا اندازہ فراخی سے کیا جائے گا) سے جو کچھ فاضل بچے اس کو فروخت کر دے۔ اور قاضی اس کو احتکار کرنے سے منع کر دے گا۔ اگر اسی تاجر کو دوبارہ اسی جرم میں قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو اسے قید کر دے گا اور مناسب حال سزا دے گا تاکہ عامۃ الناس کی ضرر رسانی ختم ہو۔[3]

اسلام کے قانون تجارت نے ذخیرہ اندوزی کی تمام ممکنہ صورتوں کو بھی مردود قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس دور میں احتکار کی دو مروجہ صورتوں "تلقی الرکبان" اور "بیع حاضر للباد" کو ممنوع قرار دیا۔ اس سلسلے میں درج ذیل نظائر قابل توجہ ہیں۔

(۱) نهى رسول الله ﷺ عن تلقي الركبان.[4]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے شہر سے نکل کر باہر سے آنے والے

---

[1] مجلة الاحكام العدليه دفعه ۹۱۹، ۹٦٤، امام شافعي: الموافقات، مطبع رحمايه مصر: ۲/۳۵، فتاوی هندیه: ۳ قاهره: ۱۳۳۳، ص ۲۲۷

[2] احمد ابن حنبل رحمه الله تعالىٰ مسند، ۱/۲۱۲

[3] الهدايه، باب الكراهية

[4] بخاري: كتاب البيوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارتی قافلوں سے جا ملنے سے منع فرمایا۔

فقہاء اسلام نے "تلقی الرکبان" کی تشریح اس طرح کی ہے کہ جب کبھی شہر میں غلہ یا دیگر اشیاء خوردنی کی قلت ہو اور قحط کے آثار نمایاں ہوں اور شہر کے شاطر تجار شہر سے نکل کر شہر کی طرف آنے والے تجارتی قوافل کو راستہ ہی میں روک کر ان کا تجارتی سامان (خصوصاً اشیاء خوردنی) خرید کر اور چور بازار میں لا کر اپنی شرائط کے مطابق فروخت کریں اور من مانی قیمت وصول کریں۔[1] "تلقی الرکبان" کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شہر کے خودغرض تجار باہر سے آنے والے کسانوں اور سادہ لوح دیہاتیوں کو شہر کا اصل بھاؤ بتائے بغیر انہیں دھوکہ دے کر ان کی اشیاء سستے داموں خرید لیں اور شہر میں لا کر مہنگے داموں فروخت کریں۔ البتہ اگر شہریوں کے اس طرح باہر ہی سے اجناس خرید لینے سے شہر میں نہ قلت ہو اور نہ ہی اشیاء کی گرانی ہو تو پھر اس طرح شہر کے باہر ہی سے اشیاء کا خرید لینا "تلقی الرکبان" کی نہی میں نہیں آتا۔[2]

نهى رسول الله ﷺ ان يبيع حاضر لباد وان كان اخاه لابيه وامه.[3]

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ شہر والا دیہاتی کے لئے بیچنے کا کام کرے۔ خواہ وہ (جس کے لئے کر رہا ہے) اس کا باپ اور ماں سے (یعنی حقیقی) بھائی ہی ہو۔

فقہاء اسلام نے "بیع حاضر لباد" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک تاجر کا

---

[1] هدايه: كتاب البيوع

[2] هدايه: كتاب البيوع

[3] بخارى: كتاب البيوع؛ ٤، نمبر ٣١٢، صحيح مسلم: نمبر ١٥٢٣ رياض الصالحين، باب تحريم بيع الحاضر للبادى

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامانِ تجارت شہر میں موجود ہے مگر وہ صرف اپنی نفع اندوزی اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی قبیح خواہش کی تکمیل کے لئے شہریوں کی ضروریات جاننے کے باوجود اپنا سامان ان کے ہاتھوں فروخت نہ کرے بلکہ دیہات میں جا کر سادہ لوح دیہاتیوں کو مہنگے داموں فروخت کرے۔ بیع حاضر لباد کی دوسری شکل یہ بھی ہے کہ شہری دیہاتیوں کے درمیان مانع بن کر خود دیہاتیوں کی جانب سے ذمہ دار بن کر گراں قیمت پر اشیاء خرید کراتا ہے۔ اگر شہری کا یہ عمل فریقین میں سے کسی کے لئے بھی نقصان کا باعث بنے تو یہ کاروبار ممنوع ہے۔ لیکن اگر وہ صرف دلال کا کام کرے اور اس کی نیت اور عمل دونوں سے کسی فریق (دیہاتی یا شہری) کو نقصان نہ پہنچے تو یہ عمل (دلالی) درست ہے۔[1]

موجودہ دور میں مہذب احتکار کی مندرجہ ذیل شکلیں رائج ہیں۔

(الف) شرکتِ قابضہ: ایسی شرکت میں پیداواری کاروبار کے اکثر حصص حصہ دار ہی خریدتے ہیں۔ لہٰذا وہ کسی شے یا خدمت کی پیداوار کی حد اور اس کی قیمت کا تعین اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور یوں خریداروں کا استحصال کرتے ہیں۔

(ب) اوماج: اس استحصالی طریقہ کے مطابق چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت قائم کر لیتی ہیں۔ اور یوں کسی شے کی پیداوار اور اس کی قیمت پر اجارہ داری قائم کر لیتی ہیں۔

(ج) وحدتِ قیمت: چند مل مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور اس قیمت کے ذریعے گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے نفع کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن بنا لیتے ہیں۔

---

[1] ہدایہ: کتاب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ حرمتِ سود

اسلام کے عادلانہ قانونِ تجارت نے تجارتی کاروبار سے ہمہ قسم کے سود کے خاتمہ کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے سود کو معاشی استحصال کی منحوس ترین شکل کہا ہے جس کے معاشی تعاون اور نتیجۃً معاشی فلاح پر نہایت خطرناک آثار مرتب ہوتے ہیں۔

حرمتِ سود کی اصل یہ آیت قرآنی ہے:

﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟﴾[1]

ترجمہ: اللہ کریم نے تجارتی کاروبار کو حلال کر دیا ہے جب کہ سودی لین دین کو حرام قرار دیا ہے۔

اس جرم میں ملوث افراد کے لئے شدید ترین وعید سنائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ فَأْذَنُوا۟ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ﴾[2]

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم واقعی ایماندار ہو تو اللہ کریم سے ڈرو اور جو (تمہارا کسی کے ذمہ) سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر تمہارے خلاف اللہ کریم اور اس کے رسول کریم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

اس آیت کریمہ کی رو سے اسلامی ریاست کو واضح طور پر اختیار ملتا ہے کہ وہ سود خواروں سے لڑ کر یعنی انہیں سخت سزائیں دے کر سودی لین دین سے باز رکھے۔

سود خوار کے ذلت آمیز انجام کی خبر اللہ کریم نے بڑے ڈراؤنے انداز میں دی

[1] سورۃ البقرہ: ۲، ۲۷۵

[2] البقرہ: ۲، ۲۷۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ارشاد ہے۔

﴿اَلَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓاْ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَوٰاْ ۗ﴾ [1]

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (آخرت میں اللہ کریم کے حضور) ایسی حالت میں کھڑے ہوں گے کہ گویا انہیں بھوت پریت لپٹ گیا ہو اور وہ خبطی ہو گئے ہوں۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید وفروخت کا معاملہ بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے الفاظ قابلِ غور ہیں وہ لکھتے ہیں:

دراصل سود خور انسان روپیہ اور دولت کے خمار میں ایسا بدمست ہوتا ہے کہ وہ انسانی اخلاق، مروت، ہمدردی بلکہ انسانیت کو بے معنی اور مہمل الفاظ سمجھنے لگتا ہے اور خود غرضی، حرص وطمع اور دوسروں کو برباد کر کے اپنے مفاد کا حصول اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس تگ ودو میں پاگل کتے کی طرح مجنون و مخبوط پھرتا رہتا ہے اور مظلوموں بیکسوں کی فریاد و حالت زار سے اندھا، بہرا اور گونگا بن جاتا ہے[2] گویا کہ دیوانہ ہے جسے بھوت پریت لپٹ گیا ہو۔

نبی کریم ﷺ ـــــ جنہوں نے ایک حدیث میں اپنی بعثت کا مقصد ہی اللہ کریم کے بندوں کو کریمانہ اخلاق سکھانا بتایا ہے[3] نے سودی معاملات کرنے والوں پر اللہ کریم کی لعنت اور ان کے مجنون و پاگل ہونے کی خبر دی ہے۔ مندرجہ

[1] سورۃ البقرہ: ۲، ۲۷۵

[2] حفظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، دھلی ۱۹۶۹ء، ص ۲۶۹

[3] آپ ﷺ کا ارشاد ہے بعثت "لأتمم مکارم الاخلاق" مجھے عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل نظائر پر نظر ڈالیے اور سود خوروں کے عبرت ناک انجام کا اندازہ کیجیے۔

لعن اللّٰہ اٰکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال: هم سواء.[1]

ترجمہ: اللہ کریم نے سود خوار، سودی دستاویز لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ اللہ کریم کی لعنت میں وہ سب برابر ہیں۔

اٰکل الربوا یبعث یوم القیامة مجنونا.[2]

ترجمہ: سود خوار قیامت کے دن پاگل اٹھایا جائے گا۔

اب ذرا ہمارے آج کل کے تجارتی کاروبار پر نظر ڈالیے۔ مقام افسوس و حسرت ہے کہ سارا کاروبار سود کی ظلمت میں گھرا ہوا ہے۔ اور ہمیں پرواہ بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور اس کا انجام دنیوی ذلت، مفلسی اور محتاجی اور آخرت میں عذابِ جہنم ہوگا۔

⑤ ملاوٹ اور دھوکہ دہی کی حرمت

ملاوٹ اور دھوکہ دہی جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اسلام کے قانونِ تجارت میں نہایت قبیح حرکت اور انسانیت سوز عمل قرار دیا گیا ہے۔ تجارتی کاروبار میں اس قسم کی حرکات کرنے والے کمینہ فطرت تجار کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ نفع کمائیں، ناقص مال دے کر عمدہ مال کے دام وصول کریں، گویا اپنے بھائیوں کا نقصان کر کے اپنا نفع بڑھائیں وہ انہیں دھوکہ دے کر اور دیوانہ سمجھ کر اپنی اس فرزانگی پر اپنے دل ہی دل میں مفتون ہوئے جاتے ہیں۔ غالباً انسان دشمنوں، آستین کے سانپوں کو یہ خبر نہیں کہ اپنی اس انسانیت کش

[1] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح، باب الربو

[2] رواہ احمد وابوداود، باب الربو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکت سے وہ آنحضرت ﷺ کے امتی ہونے کے اعلیٰ منصب سے بھی محروم ہونے کا خطرہ مول لے رہے ہیں آپ ﷺ نے ایسے تجار کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

من غش فلیس منا.[1]

ترجمہ: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گوالے کا دودھ ملا پانی زمین پر بہا دیا۔[2]

⑥ جوایا سٹہ بازی کی ممانعت

شریعت عادلہ نے کاروبار تجارت میں جوا اور سٹہ بازی کی بھی ممانعت کی ہے۔ جوایا سٹہ سے مراد صرف وہی جوا ہی نہیں جو نقد کے ذریعے کھیلا جاتا ہے بلکہ تجارتی کاروبار میں جوا اور سٹہ (Gambling & Speculation) مختلف تجارتی شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ جن کے نام گو اور ہیں مگر دراصل وہ تجارتی جوئے ہی ہیں۔ عہد جہالت میں تجارتی جوا کی چند شکلیں بیع ملامسہ، بیع منابذہ، بیع مصارہ (کنکری پھینک کر بیع کرنا) وغیرہا تھیں[3] جنہیں اسلام کے عادلانہ نظام تجارت نے حرام قرار دیا۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی تجارتی جوا کی یہ تمام صورتیں موجود ہیں جنہیں نہایت جدید ترین سائنٹیفک بنیادوں پر منظم کر دیا ہے۔ مثلاً موجودہ نظام تجارت میں لاٹری، ریس، سٹہ بازی وغیرہا مہذب تجارتی جوئے کی شکلیں ہیں اسلام کے حکیمانہ قانون تجارت کی رو سے تجارتی جوا نہ صرف تجارتی، معاشی اور طبقاتی استحصال کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ معاشرتی امن کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے، اور مواساۃ رواداری، ہمدردی اور

---

[1] رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ المصابیح، باب المنہی عنہا من البیوع، حدیث نمبر ۲٦

[2] الشوکانی، نیل الاوطار: ۱۸۱/۲

[3] ان تمام اقسام کا تعارف پہلے باب میں درج ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروت ان تمام سوتوں کو بند کر دیتا ہے جن سے ایک معتدل معاشرہ کی سیرابی ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے جوا کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے۔

﴿إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ﴾ [1]

ترجمہ: بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب سرتا سر نجاست ہیں اور کارِ شیطان ہیں، ان سے بچو۔

ایک دوسرے مقام پر ان کے نجاست اور کارِ شیطان ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ﴾ [2]

ترجمہ: بلاشبہ شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کی راہ سے تمہارے درمیان بغض وعناد قائم کر دے۔

تجارتی سٹہ کے محرم راز جانتے ہیں کہ یہ تجارتی نظام کو کس طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے، جس کی تہہ میں صرف اور صرف ایک جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ بلا محنت محض دھوکہ دے کر مکر فریب سے دھن جوڑا جائے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس استحصالی حربہ کی طرف اپنے شعر میں یوں اشارہ کیا ہے۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

---

[1] المائدہ: ۵، ۹۰

[2] سورۃ المائدہ: ۵، ۹۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ ناپ تول میں کمی کی حرمت

تجارت کے بابرکت اور باوقار پیشہ کو ناپاک اور بے وقار بنانے کی ایک مکروہ سازش اور انسانیت سوز چال ناپ تول میں کمی ہے۔ اس مکروہ حیلہ کے ذریعے تاجر کم مال دے کر زیادہ کے دام وصول کرنا چاہتا ہے اور اپنے بھائیوں کی آنکھوں میں دھول ڈال کر ان کے خون پسینے سے کمائے ہوئے دام بٹور لیتا ہے۔

اسلام کے قانونِ تجارت نے اس قبیح حرکت کو بہت بڑا جرم بتایا ہے اور اس پر دنیا و آخرت کی خرابی اور رسوائی کی وعید سنائی ہے۔ قرآن مجید نے اس حرکت پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١ ٱلَّذِينَ إِذَا ٱكْتَالُوا۟ عَلَى ٱلنَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣﴾[1]

ترجمہ: خرابی ہے گھٹا کر دینے والوں کے لئے۔ وہ لوگ کہ جب دوسروں سے مال لیں تو پورا پورا لیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

علامہ طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ ماپنے میں بڑے خبیث تھے۔ وہ لوگ ناپ میں پاسنگ مارتے تھے[2] یہاں اس امر کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ اہل مکہ اشیاء تول کر فروخت کرتے تھے اور اہل مدینہ منورہ ناپ کر فروخت کرتے تھے۔[3]

زمخشری نے اس ضمن میں ایک شخص ابو مہینۃ کا ذکر کیا ہے جو ناپ تول میں کمی کی

---

[1] سورۃ التطفیف: ۸۳، ۱، ۳

[2] طبری، تفسیر پارہ ۳۰ سورۃ التطفیف آیات: ۱، ۳

[3] علامہ زمخشری الکشاف پارہ عم، سورۃ المطففین، آیت ویل للمطففین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے سارے مدینہ منورہ میں مشہور تھا جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ابو مہیبۃ کے پاس دو پیمانے تھے ایک اپنے خریدنے کے لئے استعمال کرتا اور دوسرا لوگوں کو اپنی اشیاء فروخت کرنے کے لئے استعمال میں لاتا۔[1]

ناپ تول کی کمی ایک ایسی لعنت ہے جس میں بعض سابقہ امم کے بددیانت تجار بھی مبتلا تھے اور جس قوم کے نبی علیہ السلام نے یہ ناپاک حرکت اپنی قوم میں پائی اس نے ہمیشہ اس کی مذمت کی اور اس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ خصوصاً حضرت شعیب علیہ السلام کا وظیفہ ہی اللہ کریم نے یہی بتایا کہ انہیں صرف اس منحوس حرکت سے لوگوں کو باز رکھنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس آیت کو پڑھیں اور غور کریں۔

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا۟ ٱلْكَيْلَ وَٱلْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا۟ ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا ۚ﴾[2]

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا۔ اے قوم اللہ کریم کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح نشانی آچکی ہے۔ لہٰذا ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی (خرید کردہ) اشیاء کم کر کے نہ دیا کرو۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد (اپنے اس ناپاک عمل سے) فساد بپا نہ کرو۔

نبی کریم ﷺ نے تجار کو ناپ تول میں کمی کے عذاب اور انجام سے ڈراتے

---

[1] حوالہ بالا

[2] سورۃ الاعراف: ۷، ۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فرمایا:

قال رسول الله ﷺ لأصحاب الکیل والمیزان: أنکم قد ولیتم أمرین هلکت فیهما الأمم السابقة قبلکم.[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ناپ تول والوں کو فرمایا: بلاشبہ تمہیں ایسے دو کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے جن میں کوتاہی کی وجہ سے کئی قومیں تم سے پہلے ہلاک ہو گئیں (وہ دو کام ہیں: ناپ اور تول)۔

اسلام کا قانون تجارت ناپ تول میں عدل اور قسط سے آگے بڑھ کر یہاں احسان کا درس دیتا ہے نبی کریم ﷺ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے، ایک شخص کو دیکھتے ہیں جو پیشہ ور تولا وا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

زن و إرجح.[2]

ترجمہ: تول اور جھکتا تول۔

دراصل آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد وقتی تعلیم نہیں تھا بلکہ قیامت تک آنے والے تمام تجارت پیشہ افراد کے لئے ایک وصیت ہے۔ وحی کے ذریعے غیب کی باتیں بتانے والے نبی کریم ﷺ جانتے تھے کہ آئندہ چل کر ڈنڈی مارنے والے اور ترازو کے جھکاؤ کا دھوکہ دے کر کم تول دینے والے، گاہک کی آنکھوں میں دھول ڈال کر اسے زیادہ ملنے کی خوش فہمی میں مبتلا کرنے والے ماہر تولاوے اور وزن کرنے والے بھی آئیں گے، جنہیں اپنے اس مکروہ فن پر ناز بھی ہوگا، ان کے لئے اس وصیت میں درس فلاح ہے کہ تولو اور جھکتا تولو۔

ناپ تول پورا پورا دینے کے خوشگوار معاشرتی نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اور اس

---

[1] مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب السلم والرهن، فصل ثانی، حدیث ۳

[2] احمد وابوداود والترمذی وابن ماجه والدارمی بحواله مشکوۃ المصابیح، باب الافلاس والانظار، حدیث نمبر ۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح انسانی قلوب ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں کہ بسا اوقات انسان معاشرتی تعلقات کی بہتر استواری کے لئے اپنی خواہشات تک کی قربانی دینے اور مشکلات برداشت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اس کی طرف اشارہ قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں کیا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں جو ابھی تک آپ سے نا آشنا تھے، سے حضرت بنیامین علیہ السلام (جو یوسف علیہ السلام کے سگے اور دوسرے بھائیوں کے سوتیلے بھائی تھے) کو مصر لانے کو کہا اور انہیں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت لینے میں جو دشواری ہوگی اسے دور کرنے اور انہیں آمادہ کرانے کو کہا تو انہیں یہی احسان جتلایا کہ دیکھو میں تمہیں پورا پورا تول دیتا ہوں۔ اگر میرا یہ احسان سمجھتے ہو تو آئندہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی لانا۔ قرآن مجید کے الفاظ پر غور کریں۔

﴿قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٥٩﴾﴾ [1]

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے) فرمایا: میرے پاس اپنے باپ کی طرف سے بھائی کو بھی لے کر آنا۔ تم دیکھتے نہیں میں پورا پورا پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی اچھی طرح کرتا ہوں۔

⑧ قسمیں کھانا

اسلام کے قانونِ تجارت میں منافع زیادہ کرنے کی خاطر اور سامان کو جلد بیچنے کے لئے قسمیں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ایسی قسمیں اگرچہ بظاہر سامانِ تجارت کے جلد اور زیادہ نکاس کا ذریعہ تو بنتی ہیں مگر اس سے تجارت کی برکات حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

[1] سورۃ یوسف: ۱۲، ۵۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن أبی هريرة رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلف منفقة للسلعة، ممحقة للبركة.[ا]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قسم کھانا سودا کی جلد بکری کا موجب بنتا ہے۔ مگر تجارتی برکت کو مٹاتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قسمیں کھانے سے باز رکھنے کے لئے فرمایا:

عن أبی قتادہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: إياكم وكثرة الحلف فی البيع فإنه ينفق ثم يمحق.[۲]

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو وہ سودا کے نکاس اور رواج کا ذریعہ تو بنتی ہیں مگر پھر برکت کو مٹا دیتی ہیں۔

فصل دوم:

تجارتی معاہدہ کے ضوابط

تجارتی معاہدہ سارے تجارتی کاروبار میں کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ تجارتی کاروبار کی خیر وخوبی، جواز اور عدم جواز کا سارا انحصار معاہدہ پر ہے۔ تجارتی معاہدہ دراصل وہ عہد و پیمان ہوتا ہے جس کی رو سے دو فریق بائع (فروخت کرنے والا) اور مشتری (خریدار) کسی چیز کی تجارت (خرید وفروخت) کا سودا طے کرتے ہیں۔ اگر

[ا] متفق عليه، بخاری: ٤ نمبر ٢٦٦، صحيح مسلم نمبر ١٦٠٦، رياض الصالحين، باب كراهة الحلف فی البيع وان كان صادقا.

[۲] رواه مسلم، نمبر ١٦٠٧، رياض الصالحين، حواله بالا: نمبر ١٧١٨، ١٨١٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاہدہ درست ہو گیا تو تجارتی عمل کے تمام مراحل بحسن و خوبی طے ہو جاتے ہیں اور اگر معاہدہ غلط ہوا یا فریقین میں سے کسی ایک نے دھوکہ دہی سے کام لیا تو معاہدہ ٹوٹ جائے گا یا جھگڑا ہو گا یا کم از کم معاہدہ کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔

اسلام کے عادلانہ نظامِ تجارت نے تجارتی معاہدہ کے درست اور خیر خواہانہ ہونے پر بہت زور دیا ہے، اور چند حکیمانہ اور معتدل قوانین تجویز کر دیئے ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر فریقین امن و آشتی اور بھائی چارہ کی فضا میں اس مبارک کاروبار میں کامیابی سے چل سکتے ہیں۔ اسلامی قوانین برائے معاہدہ تجارت کتب فقہ میں ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں نہایت اختصار سے ان کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

① اہلیت معاہدہ

اسلام میں تجارتی (یا کسی بھی دوسرے) معاہدہ کے لئے اولین شرط اہلیت معاہدہ ہے۔ یعنی فریقین یا شرکاء معاہدہ تجارت کے اہل ہوں، وہ بالغ ہوں یا ممیّز ہوں، عاقل ہوں اور آزاد ہوں۔ بالفاظ دیگر بچہ، مجنون اور مجبور کا معاہدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ غلام اپنے آقا کی اجازت سے تجارتی معاہدہ کرے گا۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نظائر قابل توجہ ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ: رفع القلم عن ثلاثة: عن المجنون المغلوب حتى يبرء وعن النائم حتى استيقظ وعن الصبي حتى يحتلم۔[1]

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص شرعی تکالیف کے مکلف نہیں ہیں ① مجنون اور مجبور یہاں تک کہ اسے جنون سے

[1] ابو داود: السنن، ابوب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افاقہ ہو جائے اور مجبوری سے چھٹکارا حاصل کرے ② سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے ③ اور نابالغ یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پالے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ میں مجبور کے معاہدہ بیع کی بھی نفی کر دی۔

نهى رسول الله ﷺ عن بيع المضطر.[1]

ترجمہ: جناب نبی کریم ﷺ نے مجبور و مقہور کی بیع کو ناجائز قرار دیا۔

② تعاونِ باہمی

اسلامی قانونِ تجارت میں تجارتی معاہدہ کی بنیاد ہی فریقین کے باہمی تعاون پر رکھی گئی ہے۔ یہاں تاجر کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ تجارتی کاروبار کر کے گو اپنی معاشی فلاح بھی حاصل کر رہا ہے مگر اس کا اصل مقصد یہی ہونا چاہئے کہ وہ کاروبار تجارت کے ذریعے اپنے عام بھائیوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے ان سے تعاون کر رہا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی فریقین میں مکمل تعاون کو تجارتی معاہدہ کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ اس تعاون کی روح یہ ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو نقصان یا صرف ذاتی نفع کو سامنے رکھ کر معاہدہ تجارت نہ کرے۔ قرآن حکیم نے نہایت بلیغانہ انداز میں اس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[2]

ترجمہ: بھلائی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کیا کرو مگر گناہ اور زیادتی کے کاموں میں بالکل تعاون نہ کرو۔

---

[1] حوالہ بالا

[2] سورۃ المائدۃ: ۵، ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارت بھی چونکہ بھلائی اور خیر خواہی کا کاروبار ہے لہٰذا اس میں تعاون کرنا اور تعاون کا صحیح صورت میں پایا جانا ثواب بھی ہے اور شرط بھی ہے۔

③ باہمی رضامندی

کسی بھی تجارتی معاہدہ میں فریقین کی باہمی رضامندی (Mutual Consent) بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ رضامندی جتنی گرمجوشی اور خلوص پر مبنی ہوگی اتنا ہی معاہدہ تجارت زیادہ مضبوط، زیادہ قابل عمل اور زیادہ سہل العمل ہوگا۔ اس لئے شریعتِ عادلہ نے جبر واکراہ کی رضامندی کو غیر معتبر اور غیر قانونی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کے اعجاز کا اندازہ کیجئے کہ جہاں اس نے تراضی بین الطرفین کا ذکر کیا وہاں تجارتی کاروبار کے لئے ہی کہا۔ دراصل یہ لین دین اور مبادلہ کا معاملہ ہی تمام معاشی سرگرمیوں کی پہلی اینٹ ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأْكُلُوٓاْ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں اپنے مالوں کو باطل طریقہ سے نہ کھایا کرو۔ ہاں مگر تجارت کے ذریعہ باہمی رضامندی کے ساتھ معاملہ ہو (تو درست ہے)۔

حضرت شاہ ولی اللہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے جبر اور اضطرار کی رضامندی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس لئے کہ مفلس، مضطر اور مجبور ہوتا ہے کہ جس چیز کو پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اسے اپنی بے چارگی کی وجہ سے اپنے ذمہ لے لیتا ہے، یہ رضامندی ہرگز

[1] سورۃ النساء: ٤، ٢٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی رضا نہیں ہے۔[1]

عموماً جبریہ رضا مندی کے لئے مفلس اور محتاج فریق اپنی حاجت سے تنگ آ کر ایسی رضا مندی کر لیتا ہے کہ اگر وہ صاحبِ حاجت نہ ہو تو ایسے معاہدہ پر ہرگز راضی نہ ہو مثلاً سودی کاروبار کا معاہدہ وغیرہ۔

④ حلت، اطاعت الٰہی اور مخلوق کی خیر خواہی

تجارتی معاہدہ کا چوتھا اصول یہ ہے کہ وہ حلال مال تجارت کے لئے ہو، حرام اشیاء کے لئے نہ ہو۔ اس میں کسی طرح بھی اللہ کریم کی نافرمانی کا عنصر شامل نہ ہو۔ نہ ہی وہ کاروبار اللہ کریم کی معصیت پر مبنی ہو مثلاً شراب و منکرات کا کاروبار اور نہ ہی معاہدہ میں کوئی ایسی شق ہو جس میں طرفین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی معجزانہ تعلیمات میں ایسے تمام عقود کے لئے ایک نہایت جامع مختصر اصول تعلیم کیا ہے۔

لا ضرر ولا ضرار.[2]

ترجمہ: نہ نقصان اٹھانا ہے نہ نقصان پہنچانا ہے۔

تجارتی کاروبار کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

افضل الکسب بیع مبرور.[3]

ترجمہ: بہترین کمائی بیع مبرور ہے۔

والبیع المبرور هو الذی یبر فیه صاحبه فلم یغش ولم یخن ولم یعص الله فیه.[4]

[1] شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ حجة الله البالغه (مصر): ۲/۱۵۳

[2] مسند احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ: ۲۱/۲۱۲

[3] رواہ احمد بحوالہ مشکوۃ المصابیح، باب الکسب وطلب الحلال، حدیث نمبر ۲۵

[4] عبدالرحمان الجزیری: کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، بیروت: ۲/۲۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور بیع مبرور ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں معاہدہ کرنے والے ایک دوسرے سے بھلائی اور خیر خواہی کا معاملہ کریں، نہ اس میں دھوکہ و ملاوٹ ہو، نہ خیانت اور نہ ہی اللہ کریم کی نافرمانی کی کوئی بات ہو۔

وہ معاہدہ بیع جس میں فریقین نے ایک دوسرے کی بھلائی کا ارادہ نہ کیا ہو بلکہ دھوکہ دہی کے حیلے تلاش کئے گئے ہوں (مثلاً بیع یا ثمن یا دونوں میں کوئی ابہام رکھا گیا ہو یا معاملہ ایک سودے کا ہوا ہے یا دو کا یا تین کا؟ اور ادھار اور نقد دونوں صورتوں میں قیمت برابر ہوگی یا ان میں فرق ہوگا یا معاہدہ بیع میں کوئی ایسی شرط لگا دی جو معاملہ بیع کا جزء نہ ہو یا بیع کو مجہول رکھا یعنی فریقین زبانی قول وقرار پر اکتفاء کریں اور بیع اور ثمن میں سے کوئی چیز موجود نہ ہو، وہ معاہدہ طے پا جانے کے بعد بھی نزاع اور مناقشہ کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ایسی تمام بیوع سے منع فرما دیا جو فریقین میں مناقشہ کا سبب بنیں یا جن کے ذریعے ایک فریق دوسرے کو دھوکہ دے سکے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل نظائر ملاحظہ ہوں۔

(۱۱) نهى رسول الله عن بيعين في بيعة.[۱]

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے ایک معاملہ بیع کو دو بیعوں کا معاملہ بنانے سے روکا۔

اس کی مثال یوں ہے کہ الف کے دو مکان ایک ہی جگہ ساتھ ساتھ یا ایک ہی محلّہ میں ایک ہی طرح کے تھے، ب نے اس سے ایک مکان مقرر کر کے خریدا، بعد میں فریقین (بائع ومشتری) میں سے کوئی ایک دعوی کرے کہ اس معاہدہ میں دونوں مکان شامل ہوں گے یا شامل تھے، اور دونوں مکان کو اسی قیمت اور شرط پر فروخت کرنا ہوں گے یا ب کو اسی قیمت اور شرط پر دوسرا مکان بھی خریدنا پڑے گا۔ اس طرح

[۱] رواه مالك والترمذى وابوداود والنسائى، كتاب البيوع، بحواله مشكوة المصابيح، باب المنهى عنها من البيوع حديث نمبر ۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریقین میں مناقشہ پیدا ہوگا، لہٰذا ایسا معاہدہ درست نہ ہوگا اور معاہدہ کرتے وقت اس پر توجہ کرنا ہوگی۔

⑫ نهى رسول الله ﷺ عن بيع وشروط۔[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے بیع کے ساتھ زائد شرط لگانے سے منع فرما دیا۔

اس قسم کے معاہدہ تجارت کی مثال یوں ہے کہ الف اپنا مکان ب کو اس اضافی شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ ب جب اس کا مالک بن جائے پھر کرایہ پر الف کو دے یا کوئی اور شرط لگائے جو ملکیت پر یا قیمت پر اثر انداز ہو۔

⑬ نهى رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي۔[2]

ترجمہ: جناب رسول کریم ﷺ نے مجھے منع فرمادیا کہ میں ایسی چیز فروخت کروں جو میرے پاس (بوقت بیع) موجود نہ ہو۔

⑭ نهى رسول الله ﷺ عن النجش۔[3]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے معاملہ تجارت (لین دین) میں کھوٹ (اور بدمعاملگی) کو منع فرمادیا۔

الغرض، اسلام کا عادلانہ نظامِ تجارت مذکورہ ضوابط کے ذریعے تجارتی معاہدات کو فریقین کی معاشی رفاہت کے ساتھ ساتھ مخلوقِ خدا کی خوشحالی اور بہتری کا ذریعہ بھی بناتا ہے۔

---

[1] الهيثمى نورالدين على ابى بكر: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مكتبه، القدسى، قاهره، ۳۵۲، (ھ) ج۴ ص ۸۵

[2] ترمذى وابوداود والنسائى، كتاب البيوع، بحواله مشكوة، كتاب البيوع، حديث نمبر ۳۳

[3] متفق عليه، كتاب البيوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ④

احکام بیوع

فصل اول:

بیع کے ارکان اور شروط

بیع کی تعریف: بیع کی مخصوص تعریف یہ ہے کسی مال کا مقررہ طریقہ سے نقدی کے عوض فروخت کرنا، اور بیع کی عام تعریف یہ ہے ایک مال کا مبادلہ دوسرے مال سے مفید اور مقررہ طریقہ سے کرنا۔ اسی کا دوسرا نام معاوضہ اشیاء (یعنی ایک شے کے عوض دوسری شے کے لین دین کا معاملہ ہے)۔

بیع کے ارکان اور شروط: رکن ایسی خصوصیت کا نام ہے جو کسی شے یا معاملہ کا جزء ہو اور اس کی اصلیت اور حقیقت میں داخل ہو۔ اور اس کے بغیر اس معاملہ کا تصور ہی نہ ہوسکتا ہو۔ احناف کے نزدیک بیع کا رکن صرف ایجاب وقبول ہے۔ اور ایجاب وقبول کی عملی صورت بیع ہے جس کی بدولت بائع اور مشتری کے درمیان دو اشیاء کا (یا نقدی اور شے کا) تبادلہ وجود میں آتا ہے۔

باقی ائمہ کے نزدیک بیع کے ارکان چھ ہیں۔ احناف کے مطابق رکن تو ایجاب وقبول ہے اور باقی شرائط ہیں۔[1]

---

[1] یہ تمام بحث عبدالرحمٰن الجزیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، المکتبة التجارية الکبری، مصر، قسم المعاملات، کتاب البیوع، باب ارکان البیع سے ماخوذ ہے۔ ص۱۵۵، ۱۶۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ صیغہ: الفاظ ایجاب وقبول۔

⑫ عاقدین: معاہدہ بیع کرنے والے بائع اور مشتری۔

⑬ معقود علیہ۔

اب ان تینوں میں سے ہر ایک کی آگے دو (۲) دو (۲) قسمیں ہیں۔

⑭ ① صیغہ: ایجاب بھی ہوسکتا ہے اور قبول بھی۔

⑮ ② عاقد: بائع بھی ہوسکتا ہے اور مشتری بھی۔

⑯ ③ معقود علیہ: مال بھی ہوسکتا ہے اور ثمن یا قیمت بھی۔

اب ان میں سے ہر ایک کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

① ایجاب وقبول

⑪ احناف کے نزدیک ایجاب وقبول کے الفاظ ایسے ہوں جن کا مفہوم قبضہ لینا یا دینا ہو مثلاً بائع کہے بِعتُ (میں نے بیچا) اور خریدار کہے (اِشْتَرَیْتُ) (میں نے خریدا) ایجاب وقبول صیغہ ماضی میں ہو۔ صاحب ہدایہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی یہ عبارت ملاحظہ کریں۔

البیع ینعقد بالإیجاب والقبول إذا كانا بلفظی الماضی مثل أن يقول احدهما: بعت، ويقول الآخر: إشتريت.[1]

تَرجَمہ: بیع کا انعقاد ایجاب وقبول سے ہوتا ہے جب کہ یہ دونوں لفظ ماضی میں ہوں مثلاً ایک کہے ''میں نے فروخت کیا'' دوسرا کہے ''میں نے خریدا''

⑫ یہ ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کے کلمات بائع ومشتری نے سنے ہوں، ورنہ بیع درست نہ ہوگی۔ اگر اہلِ مجلس یا گواہان نے ایجاب وقبول سنا ہو، مگر بائع کہے

[1] مرغینانی: (الهدایه، مکتبه امدادیه، ملتان) کتاب البیوع، ص ۲٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس نے نہیں سنا اور اگر وہ بہرا نہ ہو تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا اور بیع منعقد ہوگی۔[1]

③ ایجاب وقبول کے بعد جب تک مجلس قائم رہے فریقین کو بیع فسخ کرنے کا حق حاصل ہے جب ان میں سے کوئی ایک مجلس سے اٹھ کر چلا جائے تو بیع لازم ہوگی۔[2]

④ ایجاب وقبول بذریعہ خط وکتابت بھی ہو سکتا ہے، مثلاً اگر کسی نے خط لکھا، تو جب تک وہ خط فریق ثانی کو نہیں پہنچا اور اس نے قبول نہیں کیا، تب تک اس کو قبول یا رد کرنے کا اختیار ہے۔ تب تک اس کو اختیار رہتا ہے کہ اپنا پیغام یا خط پھیر لے۔ جب دوسرے فریق نے خط وصول کر لیا تو وہ جس حالت میں لفافہ کھولے یا خط پڑھے یا پیغام سنے اسی حالت میں یا مجلس میں ہی قبول یا رد کر دے۔ اگر اس نے پیغام سن لیا اور بیٹھا تھا، خاموشی سے اٹھ کر کہیں اور گیا یا گھر میں داخل ہو گیا یا فوراً انکار یا اقرار کے کلمات نہیں کہے تو ایجاب ہو گیا۔[3]

⑤ ایجاب وقبول تمام مبیع کا ہوگا، اس کے کسی حصہ کا نہیں۔ البتہ اگر چند اشیاء کا سودا اکٹھا طے پائے اور بائع ہر ایک کی قیمت الگ الگ بتا دے تو پھر مشتری اگر تمام اشیاء نہ خریدنا چاہے تو کسی ایک شے یا جتنی اشیاء اس مجموعہ میں سے چاہے اس کا ایجاب وقبول کر سکتا ہے، بشرطیکہ بائع بھی اس پر راضی ہو۔[4]

ایجاب وقبول کا ابطال:

ایجاب وقبول کے طے ہو جانے کے بعد بیع لازم ہو جاتی ہے اور فریقین کو اس

---

[1] مرغینانی الهدایه، مکتبه امدادیه، ملتان کتاب البیوع، ص ٦٤

[2] الهدایه، حواله بالا: ص ٢٥. ابن رشد: بدایة المجتهد، کتاب البیوع، الباب الاول

[3] الهدایه، حواله بالا: ص ٢٥

[4] ایضا: ص ٢٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے توڑنے کا حق نہیں۔ البتہ اگر مشتری مبیع (سودا) میں کوئی نقص دیکھے یا بتائے گئے معیار سے کم تر پائے یا تعداد یا وزن میں کم پائے تو وہ معاہدہ بیع پورا کرنے کا مکلّف نہیں ہوگا۔[1]

۲ عاقدین

احناف کے نزدیک بیع کی پہلی شرط اور دیگر آئمہ کے نزدیک بیع کا دوسرا رکن عاقدین (یعنی بائع و مشتری) ہے۔ فقہاء کرام نے صاحب معاملہ (خریدار یا فروخت کرنے والا) کی چند شرائط بیان کی ہیں۔[2]

۱۱ صاحب معاملہ عاقل ہو، بالغ ہو۔

۱۲ بوقت معاملہ کسی وجہ سے مجنون یا دیوانہ نہ ہو۔

۱۳ مکرہ نہ ہو یعنی اس پر جبر نہ کیا گیا ہو وہ اپنی رضا مندی سے معاملہ کرے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اس شرط کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

﴿إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَـٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾[3]

ترجمہ: ہاں اگر تمہاری باہمی رضا مندی سے تجارت ہو۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

انما البیع عن تراض.[4]

ترجمہ: بلاشبہ خرید وفروخت تو رضا مندی کا معاملہ ہے۔

حاکم وقت یا قاضی کسی مقروض کو مال فروخت کرنے پر مجبور کرے تاکہ وہ اپنا

---

[1] الھدایہ: ص ۲۵

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے عبدالرحمن الجزیری: کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، قسم المعاملات، البیوع، ارکان البیوع: ص ۱۶۰، ۱۶۲

[3] ٤: ۲۹

[4] ابن حبان: صحیح، ابواب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرض یا دیگر سرکاری مالی واجبات ادا کرے تو اس شخص کا کسی مشتری کے ساتھ معاہدہ بیع اکراہ کے ذیل میں نہیں آئے گا کیونکہ اس طرح مجبور کرنا حق پر مبنی ہے۔ اور شرعی مکرہ وہ ہے جسے ناحق پر مجبور کیا جائے یا وہ جسے حق نہ سمجھے اس پر اسے مجبور کیا جائے۔

مکرہ (مجبور) کی بیع: مکرہ کی بیع کی حیثیت کیا ہوگی؟ فقہاء کے نزدیک وہ معاہدہ بیع تو ہو جائے گا مگر وہ بیع فاسد ہوگی اور بائع کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ حالات جبر گذر جانے کے بعد اپنے معاہدہ پر قائم رہے یا مبیع (اگر دستیاب ہو تو) واپس لے لے خواہ اس میں تصرف ہو چکا ہو۔

اگر بائع نے جبراً فروخت شدہ مال واپس لیا تو اسے قیمت کا لوٹانا (بشرطیکہ قیمت تلف نہ ہو چکی ہو) ضروری ہے۔

عقد تلجئہ: مکرہ کی بیع کے ضمن میں فقہاء نے عقد تلجئہ کا مسئلہ بھی بیان کیا ہے۔ عقد تلجئہ یہ ہے[1] کہ ایسا معاملہ کیا جائے جس کی درحقیقت اصل کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور ہو مثلاً بائع کسی سے یہ کہے "میں آپ کو اپنا مکان بطور" بیع تلجئہ فروخت کرتا ہوں تاکہ آپ کے ذریعے اس کی حفاظت کر سکوں بصورت دیگر کوئی ظالم (جو درحقیقت موجود بھی ہو) مجھ سے زبردستی چھین لے گا۔ اگر فریقین ایسا معاہدہ کر بھی لیں تب بھی بیع فاسد ہوگی کیونکہ ارادہ بیع کا نہیں[2]۔

(۳) معقود علیہ

احناف کے مطابق بیع کی دوسری شرط اور بقیہ ائمہ کے نزدیک بیع کا تیسرا رکن معقود علیہ ہے معقود علیہ کی مزید دو قسمیں ہیں۔

---

[1] عقد تلجئہ کے معانی بیع امانت اور تحفظ، اور تحفظ کے طور پر سودا کرنا بھی ہوتے ہیں۔
[2] عبدالرحمن الجزیری: حوالہ بالا: ص ۱۶۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ مبیع۔
⑫ ثمن یا قیمت۔

احناف کے علاوہ ائمہ کے ہاں معقود علیہ میں مال اور قیمت رثمن دو الگ الگ رکن ہیں، احناف نے شرائط کا نام دیا ہے۔ ان دونوں کے فقہی احکامات یہ ہیں۔

⑪ مبیع:

⑪ مبیع کا وجود ہو کیونکہ ایسی شے کی بیع شرعاً درست نہیں جس کا وجود ہی نہ ہو۔ مثلاً بیع حمل الحاملہ (مادہ کے پیٹ میں حمل کی بیع) فضا میں پرندوں کی بیع وغیرہا۔[1]

⑫ مبیع بائع کی ملکیت تامہ ہو۔ اسلام کے قانون تجارت میں ایسی شے کی بیع درست نہیں جو بائع کی ملکیت میں نہ ہو یا اس میں کسی اور کا بھی دعوی ملکیت ہو مثلاً جنگل میں گھاس اور لکڑی، دریا کا پانی اور اس کی مچھلی، صحرا میں ریت وغیرہ۔[2]

⑬ مبیع مال متقوم ہو یعنی وہ ایسی شے یا مال ہو جس کی قیمت ہو وہ پاک اور حلال ہو اور شرعاً قابل قبول ہو مثلاً مردار یا خون یا شراب وغیرہ ہو تو اس کو مبیع نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ شرعاً مال متقوم نہیں ہیں۔ البتہ اگر مال سور یا شراب ہو اور متعاقدین (معاہدہ بیع کرنے والے) غیر مسلم یا ذمی ہوں تو ان کے درمیان معاہدہ بیع درست ہوگا کیونکہ شراب اور سور ان کے نزدیک مال متقوم ہے۔[3]

⑭ مبیع کی صفت اور مقدار کا بیان بھی ضروری ہے۔ البتہ بیع کے بیان میں ان اشیاء کی صفت یا تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں جو مبیع کے تحت آتی ہیں، مثلاً مبیع مکان (فروخت کئے گئے مکان) کے اندر درخت، اس کی چار دیواری

---

[1] مرغيناني: الهدايه، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ص ٥٤، ٥٥

[2] حواله بالا: ص ٥٥

[3] حواله بالا: ص ٥٨، ٥٩، ٥٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور باغیچہ وغیرہ۔ اسی طرح زمین کے ساتھ اس کے درخت وغیرہا۔[۱]

⑫ ثمن:

⑪ ثمن یا قیمت مقرر کئے جانے کے بغیر معاہدہ بیع درست نہیں۔ اور یہ ابہام فریقین میں تنازعہ کا موجب بن سکتا ہے، اور شریعت میں ہر وہ معاہدہ ممنوع ہے جو فریقین میں تنازعہ اور مناقشہ کا سبب بن جائے۔ البتہ قیمت مقرر کئے جانے کے بعد نقد بھی ہو سکتی ہے اور ادھار بھی۔ ہدایہ میں ہے:

ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوما.[۲]

ترجمہ: بیع نقد ثمن اور ادھار ثمن دونوں کے ساتھ درست ہے بشرطیکہ ادھار ثمن کی مدت معلوم ہو۔

⑫ ثمن پاک، حلال اور شرعاً قابل استعمال ہو۔ مثلاً مسلمان گندم فروخت کر کے اس کی قیمت میں شراب یا مردار کا گوشت یا سور کا گوشت نہیں لے سکتا۔[۳]

⑬ قیمت یا ثمن کی مقدار اور صفت دونوں معلوم ہوں مثلاً قیمت میں کون سا سکہ یا کرنسی دینی ہے پاکستانی روپیہ یا سعودی ریال وغیرہ؟ اگر ثمن یا قیمت کی کیفیت معلوم نہ ہو تو پھر اس سے مراد اسی ملک کا رائج الوقت سکہ ہی ہوگا۔[۴]

فصل دوم:

بیع میں خیار کے مسائل

اسلام کے قانون تجارت میں "خیار" (Option) کے مسئلہ کو کلیدی اہمیت

---

[۱] حوالہ بالا: ص ۳۲

[۲] حوالہ بالا: ص ۲۶

[۳] الهدایه، حواله بالا، باب البیع الفاسد

[۴] ایضا: ص ۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہے۔ اکثر صورتوں میں تکمیل بیع کا انحصار اسی پر ہوتا ہے۔ اس فصل میں "خیار" کے چند اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

خیار کے لغوی معنوی "اختیار" کے ہیں۔ فقہاء اسلام نے "خیار" کی مندرجہ ذیل تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) خیار شرط۔

(۲) خیار رویت۔

(۳) خیار عیب۔

(۱) خیار شرط

خیار شرط کے معنی ہیں "شرط کا اختیار کرنا یا لینا" جب بائع اور مشتری معاہدہ بیع کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ تین دن تک کا خیار حاصل کر لے۔ اس مدت کے اندر اندر اس کو اختیار ہوگا کہ وہ معاہدہ بیع پورا کرے یا توڑ دے، مثلاً بائع یوں کہے: میں تین دن تک یہ فیصلہ کرلوں گا کہ مبیع فروخت کروں یا نہ کروں، اسی طرح مشتری یوں کہے: میں تین دن تک یہ فیصلہ کر لوں گا کہ مبیع خریدوں یا نہ خریدوں۔

خیار شرط بائع اور مشتری اپنی بجائے کسی دوسرے کی طرف سے بھی کر سکتے ہیں مثلاً بائع یا مشتری یوں کہے: میرے والد صاحب کو تین دن تک خیار ہے یعنی اس کے والد صاحب نے تین دن کے اندر اندر معاہدہ بیع کی توثیق کر دی تو بہتر، ورنہ بیع فسخ ہو گی۔[۱]

خیار شرط کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں سے جو کوئی بھی اس معاہدہ بیع میں اپنا نقصان تصور کرے وہ معاہدہ بیع فسخ کر سکتا ہے۔

---

[۱] قاضی خان: فتاوی، کتاب البیوع، باب الخیار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیار شرط کے جواز کی بناء آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک پر ہے۔

أن حبان ابن منقذ بن عمرو الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یغبن فی البیاعات فقال له النبی علیہ السلام: إذا بعت فقل: لاخلابة، ولی الخیار ثلاثة ایام.[1]

ترجمہ: حضرت حبان بن منقذ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرید و فروخت میں دھوکہ کھالیا کرتے تھے۔ ان کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم فروخت کیا کرو تو کہا کرو: دھوکہ نہیں ہوگا اور مجھے تین دن تک اختیار ہوگا (کہ قبول کروں یا رد کروں)۔

خیار شرط کی مدت:

خیار شرط کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

ألخیار ثلاثة أیام فما دونها.[2]

ترجمہ: خیار تین دن تک یا اس سے بھی کم ہے۔

یہی رائے امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہے۔ صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) کی رائے میں تین دن سے زیادہ کا خیار بھی جائز ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تین دن سے زیادہ تک کا خیار جائز نہیں، البتہ کوئی تین دن سے زیادہ کا خیار کرے مگر بیع کی منظوری تین دن کے اندر اندر دے دے تو بیع درست ہوگی ورنہ فاسد ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تین دن سے زیادہ کے خیار کے خلاف اس لئے ہیں کہ خیار شرط معاہدہ بیع کی مخالفت کرنے کے لئے ہے اور معاہدہ کی مخالفت معاشی اور معاشرتی دونوں قسم کے نقصانات رکھتی ہے۔ اس لئے خیار شرط خلاف قیاس بھی ہے

[1] احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ: مسند، ذکر حبان ابن منقذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ: الھدایہ، کتاب البیوع، فصل خیار الشرط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کے ہوتے ہوئے خیار کی اجازت سے مجال انکار کیسے ہو؟[1] ایک دوسرے قول میں (جسے صاحب الفتح نے نقل کیا ہے) امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تین دن کے خیار کے قائل ہیں۔

خیار شرط کے مسائل:

چند اہم مسائل[2] یہ ہیں:

⑪ اگر فریقین میں سے کسی نے یا دونوں نے بغیر تعین مدت کے کہا: ہمیں چند دنوں یا کچھ عرصہ تک کا خیار ہے تو بیع فاسد ہوگی۔

⑫ اگر بائع نے خیار کیا اور مشتری نے نہیں کیا تو مبیع بائع کے قبضہ میں رہے گی اور اگر کسی طرح مشتری کے پاس چلی جائے اور دورانِ خیار ضائع یا ہلاک ہو جائے تو اسے تاوان دینا پڑے گا۔ البتہ جب مشتری نے خیار نہیں کیا تو وہ ثمن بائع کے سپرد کرے گا اور اگر کیا ہے تو ثمن بائع کے سپرد نہیں کرے گا۔

⑬ اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر اس کو بائع کے پاس امانت رکھ دیا اور خیار مدت کے دوران مال کسی طرح ہلاک یا ضائع ہو گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بائع کا مال ضائع ہو گیا اور صاحبین (ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) کے مطابق مشتری کا مال ضائع ہوا۔

⑭ بائع و مشتری میں سے جس نے تین دن یا کم کا خیار شرط کیا اسے اختیار ہے کہ مدتِ خیار کے اندر اندر بیع کی اجازت دے (یعنی اپنی قبولیت کا اعلان کرے) یا بیع فسخ کر دے۔ البتہ بیع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ فسخ کا اعلان فریق ثانی (وہ بائع ہو یا مشتری) کی موجودگی میں کرے۔

---

[1] حوالہ بالا

[2] یہ تمام مسائل الهدایہ، کتاب البیوع، "فصل خیار شرط" سے ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ اگر مشتری نے دو تین اشیاء (ایک ہی جنس کی) خریدیں اور بائع سے کہا کہ ان میں سے ایک کے لئے اسے تین دن کا خیار ہے اور پسند کے بعد وہ اس کی قیمت (مثلاً ۱۰۰ روپے) ادا کر دے گا، تو بیع کا معاہدہ درست ہے اور اگر شے کا تعین کئے بغیر کہا کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک وہ تین دن کے اندر قبول یا رد کرے گا تو اس صورت میں بیع فاسد ہوگی۔

⑥ اگر مشتری نے خیار مدت کے دوران مبیع میں تصرف کیا تو خیار ختم ہو جائے گا۔

⑦ جس فریق کو خیار حاصل تھا وہ مر گیا تو حق خیار ختم ہو گیا اور حق خیار اس کے ورثاء کو منتقل نہیں ہوگا۔ لہٰذا بیع لازم ہوگی۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق خیار دیگر حقوق کی طرح ورثاء کو منتقل ہو سکتا ہے۔[1]

② خیار رویت

خیار رویت کے لغوی معنی ہیں دیکھنے کا اختیار، بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ بائع اور مشتری کے درمیان معاہدہ بیع ایسی شے یا مال کا ہوتا ہے جو مقام معاہدہ پر موجود نہیں ہوتی اس صورت میں مشتری کو حق حاصل ہوتا ہے کہ بیع قبول کرنا اپنے دیکھنے پر موقوف کر دے۔

مسائل:

⑪ یہ خیار مشتری کو حاصل ہوتا ہے اور بدون شرط کے حاصل ہوتا ہے اور اگر دیکھنے سے پہلے مشتری اس خیار کو ساقط کر دے تب بھی ساقط نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر دیکھنے سے پہلے مشتری بیع کی اجازت دے پھر بھی یہ خیار باقی رہے گا یعنی جب مشتری دیکھے اس وقت مبیع نہ پسند کرے تو نہ لے۔

⑫ اس خیار کی کوئی مدت مقرر نہیں ہوتی بلکہ یہ برابر جاری رہتا ہے یہاں تک

[1] امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ الام، کتاب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشتری مبیع کو دیکھ نہ لے۔

③ یہ خیار تمام اشیاء و اجناس میں ہوتا ہے جو کیلی اور وزنی ہوں البتہ دین میں ثابت نہیں ہوتا۔

④ جب تک خیار رویت باقی رہے گا بائع مشتری سے ثمن یا قیمت کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

⑤ خیار رویت صرف اس معاہدہ بیع میں ثابت ہوتا ہے جو رد کرنے سے فسخ ہو جائے جیسے خرید و فروخت اور ایسے معاہدہ میں ثابت نہیں ہوتا جو فسخ نہ ہو مثلاً نکاح۔

⑥ خیار رویت وراثتاً منتقل نہیں ہوتا یعنی اگر مشتری کو یہ خیار حاصل تھا مگر اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ دیکھنے سے بیع رد کر دیں۔[1]

⑦ جس چیز یا مال کی تمام اکائیاں یکساں ہوں اس کی کوئی ایک اکائی یا نمونہ (SAMPLE) دیکھنے سے خیار رویت ختم ہو جاتا ہے۔

③ خیار عیب

ہر وہ نقص یا عیب جو تاجروں کی اصطلاح میں نقصان ثمن کا موجب ہو یعنی وہ داموں میں کمی کا موجب بنے اور اس کی پہچان تاجروں کے عرف عادت (Custom) پر ہے۔

مسائل:

خیار عیب کے چند[2] اہم مسائل یہ ہیں۔

---

[1] امام طحاوی: شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، خیار الرویۃ

[2] الہدایہ، کتاب البیوع، فصل "خیار العیب"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱) عیب کا اختیار مشتری کو ہوتا ہے بیع کے بعد جب وہ مبیع میں کوئی عیب دیکھے تو مبیع قبول یا رد کر دے۔ البتہ اگر وہ اپنی رضا مندی سے اس عیب دار مبیع کو رکھنا چاہے تو وہ پوری قیمت دے کر اسے خرید لے۔

(۱۲) اگر عیب معمولی قسم کا ہے اور اس کی بلا مشقت اور بدون کسی قسم کے خرچ کے اصلاح ہو سکتی ہے تو وہ ایسا شرعی عیب نہیں ہوگا جس پر مشتری کو خیار کا حق حاصل ہو۔[۱]

(۱۳) خیار عیب کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہ عیب معاہدہ بیع کے وقت موجود ہو یا مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہو اور مشتری کے قبضہ میں جانے کے بعد بھی باقی رہے کیونکہ اگر وہ مشتری کے پاس مبیع کے جانے سے درست ہو گیا (مثلاً لنگڑا گھوڑا مشتری کے پاس جا کر تندرست ہو گیا) تو خیار باقی نہ رہا۔[۲]

(۱۴) خیار عیب کی صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مبیع کو اپنے پاس روکے رکھے اور بقدر نقصان عیب واپس لے کیونکہ عقد بیع میں مبیع کے اوصاف کے مقابل میں ثمن میں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور اگر بائع اپنی مبیع اس مقدار ثمن سے کم پر دینے پر آمادہ نہیں اور یونہی مشتری اسے اپنے پاس روکے رکھے تو بائع کو نقصان ہوگا۔

(۱۵) اگر عیب دار مبیع میں کوئی دوسرا عیب مشتری کے پاس پیدا ہو تو وہ مبیع واپس نہیں کرے گا بلکہ نقصان عیب کا مطالبہ بائع سے کیا جائے گا۔ مثلاً کپڑا عیب دار تھا مگر مشتری نے اس کو جوڑا سلوانے کے لئے درزی سے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا تو اب واپسی ناممکن ہے۔ اسی طرح اگر وہ عیب والی مبیع کو آگے فروخت کرے تو نقصان عیب ہی کا مطالبہ کرے گا۔

---

[۱] امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، "خیار العیب
[۲] الکاسانی، علاؤالدین: بدائع الصنائع، ج ۳، کتاب البیوع، باب خیار العیب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) عیب دار چیز کی واپسی کے لئے ضروری ہے کہ یا تو پوری مبیع واپس کرے یا پوری قبول کی جائے یہ درست نہیں کہ کچھ رد کرے کچھ قبول کرے۔ البتہ انڈے یا خربوزے یا اخروٹ وغیرہا میں عیب ہو تو جس قدر درست ہوں ان کی بیع ہوسکتی ہیں۔ یہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کی رائے ہے[1] البتہ ایسا کرنا اس صورت میں اصح ہوتا ہے جب مبیع کی تمام اکائیوں یا اعداد کی قیمت یکساں ہو یا الگ الگ مقرر ہو۔

فصل سوم:

اقسام بیع کا اجمالی تعارف

فقہاء اسلام نے بیع کی متعدد اقسام بیان کی ہیں۔ جن کا احصاء مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کیا جاتا ہے۔

(الف) ایجاب وقبول کے اعتبار سے بیع کی اقسام:

چار قسمیں ہیں:

(۱) بیع نافذ: اگر ایجاب وقبول ہونے کے فوراً بعد (اشیاء مبادلہ پر) حق ملکیت حاصل ہو جائے اسے بیع نافذ یا بیع قطعی کہتے ہیں۔

(۲) بیع موقوف یا بیع مشروط: اگر بیع میں یا مشتری نے اپنا ایجاب وقبول کسی دوسرے شخص (مثلاً باپ یا وکیل ہونے کی صورت میں مالک) کی اجازت پر مشروط کیا ہو اس صورت میں بیع واقع تو ہو جائے گی مگر یہ بیع موقوف یا مشروط ہوگی۔

(۳) بیع فاسد یا ناقص: جب بیع میں کوئی شرعی نقص ہو مثلاً بیع کا انعقاد اس وقت

---

[1] کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کفایہ، کتاب البیوع، خیار العیب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر رکھا جائے جب کہ قبضہ حاصل ہو تو ایسی بیع فاسد یا ناقص ہوگی۔ بیع فاسد کی ایک دوسری تعریف یہ بھی ہے کہ بیع میں کوئی غیر ضروری شرط لگانا یا ایسی شرط جس کا عقد بیع سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ بیع فاسد ہوتی ہے مثلاً بائع سے مبیع اس شرط پر خریدنا کہ وہ (بائع) مشتری کو قرض حسنہ دے یا بیع میں قیمت یا مبیع کی مقدار معلوم نہ ہو وغیرہا۔ ان صورتوں میں بیع فاسد ہوگی۔

(۴) بیع باطل: اگر بیع میں مندرجہ ذیل خرابیاں یا ان میں سے کوئی ایک بھی پائی جائے وہ بیع باطل ہوگی۔

(۱) ایجاب وقبول صحیح نہ ہو، مثلاً بائع یا مشتری مجنون یا یا اتنا چھوٹا ہو کہ لین دین کی سمجھ ہی نہ رکھتا ہو۔

(۲) ایجاب وقبول تو صحیح ہو مگر مبیع یا ثمن (قیمت یا تبادلہ میں سے) مال متقوّم نہ ہو۔ کیونکہ ایسی بیع سے مبیع پر حق ملکیت حاصل ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً ناپاک یا حرام اشیاء کی بیع۔ ایسے سودا میں بیع کا گویا وجود ہی نہیں ہوتا کیونکہ مسلمان حرام یا ناپاک اشیاء کا مالک بن ہی نہیں سکتا اس لیے کہ شریعتِ اسلامیہ میں حرام اور ناپاک مال مالِ متقوّم ہی نہیں ہوتا۔ البتہ اہل کتاب یا غیر مسلم ناپاک یا حرام اشیاء کا معاہدہ کریں تو ان کی بیع درست ہوگی مثلاً دو اہل کتاب یا کافر شراب یا سور کی بیع کریں۔

بیع فاسد اور بیع باطل کے احکام:

(۱) بیع فاسد اور بیع باطل کا منسوخ کرنا ضروری ہے۔

(۲) اگر بیع فاسد کے ذریعہ فروخت کی جانے والی شے (مبیع) پر مشتری (خریدار) کا قبضہ ہو جائے اور یہ خریدار اس شے (مبیع) کو کسی دوسرے شخص کو بذریعہ ہبہ (Gift) یا بیع (Sale) مالک بنا دے تو اس دوسرے شخص کی ملکیت سے اب اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبیع کو اس (دوسرے) شخص کی رضا مندی کے بغیر واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اب پہلا خریدار اس شخص کی بازاری قیمت (نہ کہ معاملہ میں طے شدہ قیمت) پہلے مالک کو لوٹائے گا اور بازاری قیمت سے مقررہ شدہ قیمت کی کمی بیشی برابر کرنا ضروری ہوگا۔

۳ بیع فاسد کا مشتری (خریدار) مبیع کو آگے فروخت کر کے جو نفع کماتا ہے وہ اس کے لئے ناجائز ہوگا۔ وہ اس نفع کو صدقہ کرے گا، البتہ بائع (فروخت کرنے والے) سے اس مبیع کی قیمت کو استعمال میں لا کر اگر نفع کمایا ہو تو اس کے لئے جائز ہوگا۔

۴ بیع باطل کا حکم بیع فاسد سے یکسر مختلف ہے۔ بیع باطل میں بیع (خریدی اور بیچی جانی والی شے) اور اس کی ثمن (نقد قیمت ہو یا مبادلہ میں مال) دونوں کا استعمال اور (اس پر بذریعہ فروخت یا اجارہ) نفع (کمایا ہوا) بھی جائز نہیں۔

۵ بیع باطل پر ہونے والے نفع کو بلا نیت ثواب فقراء و مساکین پر خرچ کر دینا چاہیے۔

(ب) مبیع کے اعتبار سے بیع کی اقسام:

چار قسمیں ہیں۔

۱۱ بیع مقایضہ: ایسی بیع جس میں مال کا تبادلہ مال سے کیا جائے۔ اس بیع میں جن دو مالوں یا اشیاء کا تبادلہ کیا جائے ان میں سے ایک مبیع اور دوسرا ثمن یا قیمت کے قائم مقام بن جاتا ہے۔

۱۲ بیع صرف: اگر نقدی کی بیع نقدی سے کی جائے تو اس بیع کو صرف (یا صرافہ) کہتے ہیں۔ اور اس قسم کا کاروبار تجارت کرنے والے کو صراف (Money Exchangers) کہتے ہیں۔ دراصل صرف، کے معنی نقدی کو اسی جیسی نقدی کے عوض فروخت کرنے کے ہیں مثلاً روپے دے کر ریال لینا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع صرف بھی ایک قسم کی بیع مراطلہ ہے۔ بیع مراطلہ میں سونے کا سونے سے اور چاندی کا چاندی سے وزن میں برابر تبادلہ ہوتا ہے۔

(۹) بیع سلم: ایسی بیع جس میں غیر حاضر مبیع کی قیمت پیشگی وصول کی جاتی ہے۔ بیع سلم کی ایک تعریف نقدی کو کسی مال سے فروخت کرنا بھی ہے۔ اس کا دوسرا نام بیع سلف بھی ہے۔ مفصل تعارف آگے آئے گا۔

(۱۰) بیع مطلق: جب کوئی شے دست بدست یا ادھار فروخت کی جائے، تو ایسی بیع کو بیع مطلق کہتے ہیں اور جب بیع کا لفظ بولا جائے تو عرف عام میں اسے بیع مطلق ہی سمجھا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بیع کی کوئی خاص قسم کا نام لینا ہو تو اس قسم کا اصطلاحی نام (مثلاً مقایضہ، صرف، سلم وغیرہ) لیا جاتا ہے۔

(ج) قیمت یا تجارتی نفع ونقصان کے اعتبار سے بیع کی اقسام:

(۱۱) بیع مساومۃ: کوئی شے کسی قدر نقد داموں کے عوض خریدی خواہ وہ دام اس شے کی بازاری قیمت کے برابر ہوں یا کم وبیش۔

(۱۲) بیع مرابحہ: نفع کی بیع (تفصیل آگے آئے گی)۔

(۱۳) بیع تولیہ: ایسی بیع کہ مشتری نے جتنے میں کوئی شے خریدی ہے اتنے ہی میں آگے فروخت کر دے۔

(۱۴) بیع الضیعہ: نقصان یا گھاٹے کی بیع۔

بیع کی یہ تمام اقسام فقہاء احناف کے مطابق ہیں۔[۱]

مالکیہ اور شوافع کے نزدیک بیع کی اقسام:

مالکیہ اور شافعیہ نے بیع کی اپنے اپنے انداز میں متعدد قسمیں بیان کی ہیں لیکن

---

[۱] عبدالرحمن الجزیری: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، حصہ المعاملات، کتاب البیوع: ص ٤٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام کو دو بڑی قسموں میں لایا جاسکتا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

⑪ بیع صحیح: جس میں بیع کے تمام ارکان اور شرائط موجود ہوں۔

⑫ بیع فاسد: جس میں بیع صحیح کی تمام شرائط موجود نہ ہوں۔

پھر ان دونوں کی آگے دو دو قسمیں بیان کی ہیں جائز اور ناجائز۔

بیع صحیح ناجائز کی مثال "تلقی الرکبان" اور بیع فاسد حرام کی مثال گابھن مادہ کے حمل کی بیع۔[1]

فصل چہارم:

بیع مرابحہ اور بیع سلم

بیع کی یہ دو قسمیں کاروباری حیثیت سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ کاروباری دنیا میں انہیں دونوں کا استعمال زیادہ ہوتا رہا ہے۔ آج کل بیع کے ان دونوں طریقوں کو زیادہ ترویج دے کر پبلک اور نجی دونوں شعبوں میں تجارت کے لئے مالیات کی فراہمی کے مواقع زیادہ اور سہل بنائے جاسکتے ہیں۔ پاکستان کے بینک بھی بیع مرابحہ اور بیع سلم کے طریقوں کو استعمال کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ لہٰذا اس فصل میں ان دونوں طریقوں کے چند احکامات بیان کئے جارہے ہیں۔

بیع مرابحہ

تعریف: بیع مرابحہ نفع کی بیع کو کہتے ہیں۔ اس بیع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مشتری ایک شے باقاعدہ معاہدہ تجارت سے خریدتا ہے پھر ثمن (یا قیمت) اول پر کچھ نفع مقرر کر کے اسے آگے کسی دوسرے مشتری کو فروخت کر کے منتقل کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جس کے تجارتی معاملات میں تجربہ اور صداقت پر اعتماد کیا جاتا ہے وہ ایک

[1] حوالہ بالا: ص ۱۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شے ۱۰۰ روپے میں خریدتا ہے۔ ایک دوسرا شخص اس پہلے شخص پر اعتماد کر کے کہتا ہے کہ وہ یہ شے اس دوسرے شخص کو ۱۱۰ روپے میں فروخت کر دے۔ دراصل اس دوسرے شخص کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ شاید وہ خود معاہدہ بیع کرنے تو وہ اس پہلے شخص جیسی اچھی چیز نہ خرید سکے اور شاید اس سے مالک شے یا قیمت یا ثمن بھی زیادہ وصول کرے یہی اعتبار عام تاجر تجارتی بینکوں پر کریں گے۔

مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ قیمت یا ثمن اول پر کچھ معلوم نفع لے کر بیچنا مرابحہ ہے اور یہ شرعاً جائز ہے البتہ پہلا مشتری یوں کہے گا "مجھے یہ مال اتنے روپے (مثلاً ۱۰۰ روپے) میں پڑا ہے۔ اس پر اتنا منافع (مثلاً دس روپے) لوں گا۔"

احکام: بیع مرابحہ کے چند اہم احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بیع مرابحہ کی صحت کی دو شرطیں ہیں۔

(الف) بیع از قسم سامان (Commodity) ہو نقدی وغیرہ نہ ہو کیونکہ نقدی پر اضافہ کر کے بیچنا سود ہے۔

(ب) مال کی قیمت مثلی ہونا چاہئے مثلاً رائج الوقت نقدی روپیہ، ریال وغیرہ کیونکہ اگر مثلی نہ ہو تو مشتری اس چیز کا مالک ہوگا تو بقیمت مالک ہوگا حالانکہ قیمت مجہول ہے اور قیمت کی پہچان صرف تخمینہ اور گمان سے ہوگی اور اس میں خیانت کا شبہ ہے، حالانکہ خیانت کا شبہ بھی اسلام کے قانون تجارت میں جائز نہیں۔ اور جب ثمن مثلی نہیں ہے تو تخمینی قیمت سے بطور مرابحہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے[1]

(۲) بیع مرابحہ کرتے وقت مشتری اپنے وہ اخراجات ثمن میں شامل کر سکتا ہے جو اس نے شے کو قبضہ میں لانے کے لئے کیے ہیں مثلاً مال کا کرایہ، مزدوروں کی

---

[1] عبدالرحمن الجزیری: کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، قسم المعاملات: ص ۲۸۰، ۲۸۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزدوری، بار دانہ کے اخراجات وغیرہا۔ ان تمام اخراجات کو شامل کر کے مشتری اول مشتری ثانی کو یوں کہے "یہ شے مجھے اتنے میں پڑی ہے" اور یوں نہ کہے "میں نے (اتنے کو خریدی ہے" تا کہ جھوٹ بولنے سے بچ جائے۔[1]

⑭ بیع مرابحہ میں اگر مشتری کو کسی خیانت پر اطلاع ہوئی تو امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے مطابق اس کو اختیار ہے چاہے پورے ثمن میں لے لے یا واپس کر دے۔ البتہ اگر مبیع واپس کرنے سے قبل ہی تلف ہو جائے یا اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جائے۔ جو واپسی میں مانع ہے تو مشتری کے ذمہ پورا ثمن یا قیمت ہوگی۔ امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی رائے میں بیع مرابحہ میں اگر خیانت پر مطلع ہو تو خیانت کے بقدر ثمن یا قیمت کم کر دے۔ فقہاء کرام کے نزدیک بیع تولیہ کے بھی یہی احکام ہیں۔[2]

بیع سلم

مفہوم: بیع سلم کو بیع سلف بھی کہتے ہیں اس بیع کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک معاہدہ کے تحت بائع مشتری سے ایک غیر حاضر مبیع کی قیمت پیشگی وصول کر لیتا ہے اور مبیع ایک مقررہ مدت کے بعد مشتری کے سپرد کر دیتا ہے۔ البتہ وہ مشتری کو جس مبیع کا وعدہ کرتا ہے اس کا وصف اس طرح بیان کر دیتا ہے کہ کسی قسم کا ابہام نہیں رہتا۔

جواز: بیع سلم از روئے قرآن، حدیث، تعامل صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور اجماع فقہاء امت کے جائز ہے۔ فقہاء نے قرآن مجید کی اس آیت کو سلم کی سند جواز قرار دیا ہے۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ

---

[1] عبدالرحمن الجزيري: ص ۲۸۱: الهدايه، باب المرابحه و التولية: ص ۸۳

[2] عبدالرحمن الجزيري: حواله بالا: ص ۲۸۱، الهدايه: ج، ص ۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ ایک مدت مقررہ تک کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں ہر ایسی شے کی بیع سے منع فرمایا جو بائع کے پاس موجود نہ ہو مگر سلم میں آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔[2]

آپ ﷺ نے ایک دوسری روایت میں فرمایا:

من أسلف فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم وإلى أجل معلوم.[3]

ترجمہ: جو شخص پھلوں میں بیع سلف کرے اسے چاہئے کہ وزن معلوم، پیمانہ معلوم اور مدت معلوم تک سلف کرے۔

عن عبدالله ابن ابی او فی قال: انا کنا نسلف علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فی الحنطة والشعير والتمر والزبيب.[4]

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں گیہوں، جو، چھوہارے اور منقہ میں بیع سلف کیا کرتے تھے۔

---

[1] سورة البقرہ: ۲، ۲۸۲

[2] روی ان النبی ﷺ نهى عن بيع ما ليس عند الانسان ورخص في السلم (ذكره قرطبی: شرح المسلم، باب السلم)

[3] ترمذی: الجامع، کتاب البیوع

[4] بخاری: صحیح، کتاب البیوع، باب السلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرائطِ سلم:

سلم کی صحت کے لئے جو شرائط ضروری ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) شرطِ عقد۔

(۲) شرائطِ عوض۔

(۱) **شرطِ عقد:** نفس عقد میں جو شرط ہے وہ صرف ایک ہے کہ عقد سلم میں دونوں عاقدین میں سے کسی کے واسطے شرط خیار نہ ہو یعنی اگر کسی نے اپنے واسطے شرط کیا تو سلم باطل ہوگئی اور اگر راس المال پر قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہوگئے، پھر کسی نے ثابت کیا کہ یہ مال میری ملکیت ہے، پھر مستحق نے اجازت دی تو سلم صحیح رہے گی۔ اور اگر عاقدین میں سے کسی کے واسطے خیار شرط ہو مگر جدائی بدنی سے پہلے اس نے اپنا خیار ساقط کر دیا، حالانکہ راس المال مسلم الیہ کے ہاتھ میں قائم ہے تو عقد سلم جائز ہو جائے گا اور اگر راس المال تلف ہو گیا یا تلف کر دیا گیا ہو تو بالاتفاق عقد مذکور بدل کر جائز نہ ہوگا۔[1]

(۲) **شرائطِ عوض:** وہ شرائط جو عوض سے متعلق ہیں وہ تعداد میں ۱۶ ہیں جن میں سے ۶ کا تعلق راس المال سے ہے اور ۱۰ کا تعلق مسلم فیہ (جس مال یا سودا یا شے میں سلم ٹھہرائی ہو) سے ہے۔ شرائط عوض کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔[2]

(الف) شرائط راس المال۔

(ب) شرائط مسلم فیہ۔

---

[1] الکاسانی، علاو الدین: بدائع الصنائع، کتاب البیوع، باب السلم

[2] شرائط سلم کی ساری بحث علامہ سید مولانا امیر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب عین الھدایہ: ج ۳ قانونی کتب خانہ لاہور سے ماخوذ ہے، ص ۱۵۰، ۱۵۲ مولانا مرحوم نے فقہ کی ام الکتب سے یہ سارا مواد اکٹھا کیا ہے۔ ہم نے صرف اس کی ترتیب میں تبدیلی کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① شرائط راس المال:

راس المال میں چھ شرائط ہیں:

⑪ راس المال کی جنس معلوم ہو۔ یعنی کرنسی ہوگی یا مال؟ کیلی ہوگی۔ یا وزنی؟ اور کیلی میں اناج ہوگا یا پھل؟ وغیرہا۔

⑫ بیان قسم مثلاً روپے یا ریال یا ڈالر۔ یہ شرط اس وقت ہے جب ایک شہر میں مختلف سکے رائج ہوں۔

⑬ بیان صفت، کھرا یا کھوٹا یا اوسط درجہ کا۔ یہ شرط ان دنوں تھی جب سکے سونے یا چاندی کے تھے جو کھوٹے ہونے کے باوجود قابل قدر تھے۔ ان کا کھوٹا ہونا یہ ہوتا تھا کہ ان کے نشانات مٹے ہوتے تھے ورنہ وہ سونا یا چاندی تو ہوتے ہی تھے۔

⑭ بیان مقدار راس المال۔ یہ اس وقت ہے جب راس المال مقداری ہو یعنی کیلی یا وزنی ہو اور اگر مقداری نہ ہو تو صرف اشارہ ہی کافی ہے۔ اس کی مقدار جاننا بالاتفاق فقہاء شرط نہیں۔

اگر دو مختلف چیزوں میں سلم ٹھہرائی اور راس المال کیلی یا وزنی ہے تو سلم جائز نہ ہوگی یہاں تک کہ ہر ایک کا الگ الگ حصہ بیان کیا جائے۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی رائے ہے اور اگر کیلی یا وزنی نہ ہو تو پھر تفصیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ صاحبین (ابویوسف اور امام محمد رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی) کے نزدیک سب صورتوں میں سلم جائز ہے۔

⑮ درم و دینار (یعنی کرنسی) خوب جانچے ہوئے ہوں اور مقدار معلوم ہو۔

⑯ راس المال پر مجلس سلم (یعنی جس مجلس میں سلم کا سودا ہوا ہے) میں ہی قبضہ کر لینا ضروری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) مسلم فیہ کی شرائط:

(۱) مسلم فیہ کی جنس متعین ہو مثلاً گندم یا روئی، کھجور یا زیتون۔

(۲) اس کی نوع کا بیان ہو مثلاً پہاڑی پیاز یا میدانی پیاز، سواتی شہد یا بہاولپوری شہد وغیرہا۔

(۳) اس کی صفت کا بیان ہو مثلاً عمدہ گیہوں یا ادنیٰ گیہوں، اعلیٰ کھجور یا اوسط درجہ کی۔[1]

(۴) اس کی مقدار بذریعہ پیمانہ یا وزن یا گنتی معلوم ہو۔[2]

(۵) اس کی میعاد معلوم ہو حتیٰ کہ اگر فی الحال سپرد کرنے پر سلم ٹھہرائی تو جائز نہیں۔

• پھر کم از کم میعاد ایک ماہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔[3]

(۶) جس شے میں سلم ٹھہرائی گئی ہے وہ وقتِ عقدِ سلم سے میعاد سپردگی تک برابر موجود رہتی ہو یعنی بازار میں اس کا آنا منقطع نہ ہو۔[4] اور منقطع کا مفہوم یہ ہے کہ بازار میں آنا بند ہو جائے بے شک لوگوں کے گھروں میں موجود ہو۔[5]

(۷) مسلم فیہ ایسی شے ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہو اور جو چیز خود بخود متعین ہو مثلاً (کرنسی) نقدی اس میں سلم جائز نہیں۔[6]

(۸) مسلم فیہ چار جنس میں سے ہو کیلی یا وزنی ہو یا گنتی کے قابل ہو یا ناپنے کی چیز ہو[7] لہٰذا حیوان یا اس کے جسم کے اعضاء کی سلم جائز نہیں۔[8]

(۹) جس مسلم فیہ کی منتقلی پر اخراجات آتے ہوں اس کا منتقلی کا مقام معلوم ہو۔[9]

---

[1] النہایۃ [2] بدائع
[3] المحیط [4] الفتح
[5] السراج [6] النہایۃ
[7] المحیط [8] السراج
[9] الکافی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) سلم کے دونوں بدل میں سے کسی میں قدر و جنس کی کوئی علت نہ ہو اور یہ نقود کے سوا تمام صورتوں میں جاری ہے کیونکہ درم و دینار کو وزنی چیزوں کی سلم میں دینا بوجہ لوگوں کی ضرورت کے جائز ہے۔[1]

جب بیع سلم درست ہو گئی پھر مسلم فیہ کو مسلم الیہ (بائع) نے اپنے وقت پر حاضر کیا تو رب السلم (یعنی مشتری) کو انکار کا کوئی حق نہیں، لیکن اگر شرط کے خلاف ہو اتو مسلم الیہ پر جبر کیا جائے گا کہ وہ ویسی ہی چیز حاضر کرے جیسی چیز پر عقد ہوا ہے۔

سلم کہاں جائز نہیں؟:

سلم میں مسلم فیہ لامحالہ دین ہے۔ لہٰذا جن چیزوں میں بیاج (سود) جاری ہوتا ہے خواہ نقد میں یا ادھار میں ان کی باہم سلم ناجائز ہے۔ کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے۔

فصل پنجم:

قبضہ سے پہلے مبیع میں تصرف کے احکام

کاروبار تجارت میں یوں بھی ہوتا ہے کہ مشتری مبیع کو خریدتا ہے اور اس پر قبضہ سے پہلے اسے آگے فروخت کر دیتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اس سوال کا جواب یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) منقولہ اشیاء

(۱۱) اگر مبیع ایسی اشیاء پر مشتمل ہے جو قابل انتقال و تحویل ہیں یعنی انہیں ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کیا جا سکتا ہے اور کسی کے حوالے بھی کیا جا سکتا ہے، ان کی بیع مکمل قبضہ اور تحویل کے بغیر جائز نہیں۔ یہ ممانعت نبی کریم ﷺ کے ایک

---

[1] الذخیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان مبارک کی رو سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال واسباب کو اسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا جہاں وہ خریدا گیا ہو۔ البتہ تاجر اسے اپنی جگہ پر منتقل کر کے اپنے قبضہ میں کر لے (تو بیع درست ہوگی)۔[1]

ممانعت کی دوسری وجہ یہ قیاس ہے کہ کہیں مبیع کے تلف ہونے پر معاہدہ بیع فسخ نہ ہو جائے۔ فرض کریں کہ وہ مبیع پہلے مشتری کے قبضہ میں ہی تلف یا ہلاک ہوگئی تو دوسرے مشتری کو مل ہی نہیں سکے گی اور اس صورت میں عقد بیع فسخ ہو جائے گا۔ اس احتمال میں مبیع کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا ناجائز ہوگا۔[2]

⑫ اشیاء منقولہ کیلی ہوں یا وزنی انہیں جب مشتری اپنے قبضہ میں کر لے اور آگے کسی دوسرے شخص کو فروخت کرے تو دوبارہ ناپ تول کر بیچے کیونکہ یونہی اندازہ سے بیچنے سے نزاع اور مناقشہ کا احتمال رہے گا۔ یہ حکم اناج کی بیع کے لئے خاص طور پر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اناج کو دوبار تولے بغیر فروخت کرنے سے منع فرمایا:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن بيع الطعام حتى يجرى فيه صاعان: صاع البائع وصاع المشترى.[3]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اناج کی بیع (خرید وفروخت) سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک اس کے دو پیمانے (وزن) نہ ہو جائیں۔ ایک پیمانہ فروخت کنندہ کا اور دوسرا خریدار کا۔

⑬ اگر کیلی اور وزنی چیزیں اندازہ کر کے خرید کی جائیں تو ان کے ناپ و تول سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں زیادتی مشتری کی ہوتی ہے، مثلاً اگر

---

[1] ابوداؤد: السنن، كتاب البيوع. ابن حبان: صحيح، كتاب البيوع، كما رواه الحاكم

[2] هدايه: كتاب البيوع، فصل التصرف قبل القبض

[3] ابن ماجه: السنن، كتاب البيوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائع نے ایک ڈھیر گندم ۱۰۰۰ روپے میں فروخت کیا اور دس من گندم اس میں اندازہ بتایا۔ اب مشتری کو بغیر تولے اس میں تصرف جائز ہے کیونکہ دس من سے زیادہ ہے تو بھی مشتری کی ملکیت ہے، اس لئے کہ مشتری نے تو ڈھیر گندم کا خریدا ہے وہ دس من ہو یا کم وبیش [1]

④ اگر مبیع ایسی شے ہے جسے عدداً شمار کر کے بیچا جائے مثلاً کپڑے کے گز، مویشی، اخروٹ، انڈے، پھل وغیرہ تو ان میں صاحبین (امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) کے مطابق دوبارہ گننے یا شمار کرنے سے قبل تصرف جائز ہے کیونکہ اگر کہیں ان کے عدد میں کمی ہوئی تو یہ بھی یاد ہوگا کہ کتنے عدد خرچ کئے گئے ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے میں تصرف سے قبل دوبارہ گننا اور شمار کرنا ضروری ہے [2]

② غیر منقولہ اشیاء کی بیع

ایسی اشیاء جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا اور وہ طبعاً اور عادۃً تلف ہونے والی نہیں ہیں (مثلاً زمین، مکان وغیرہ) ان کی بیع بدون قبضہ کے جائز ہے، اور اس کا اجرت پر دینا بھی جائز ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی رائے ہے۔ البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو بیع کرنے اور اجارہ پر دینے دونوں صورتوں میں قبضہ سے قبل اختلاف ہے [3]

فصل ششم:

مبیع کے مرافقات اور حقوق

مبیع کے حقوق اور مرافقات سے مراد وہ حصہ یا سامان یا احاطہ یا پانی کا کنواں یا

---

[1] الهدایه، کتاب البیوع، فصل التصرف قبل القبض

[2] حوالہ بالا [3] حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ وغیرہا ہیں جو عرفاً مبیع کے تحت آتے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے۔

① مکان یا دکان کی بیع:

مکان یا دکان کی بیع میں اس کی تمام عمارت، صحن، زمین اس کا خاص راستہ، پائخانہ، تنور، باغیچہ، چار دیواری، مکان کی چابیاں جو ان تالوں کی ہوں جو دروازوں میں جڑے ہوں، یہ سب مکان کی بیع میں شامل ہیں۔[1]

② زمین کی بیع:

زمین کی بیع میں درخت (بشرطیکہ وہ زمین میں برقرار رہنے کے واسطے ہوں) شامل ہوں گے خواہ بیع زمین میں ان کا ذکر نہ کیا گیا ہو مگر زمین میں بوئی ہوئی فصل زمین کی بیع میں شامل نہیں ہوگی کیونکہ وہ زمین میں برقرار ہونے کے واسطے نہیں ہوتی۔ اس کی مثال اس سامان کی سی ہے جو فروخت کئے جانے والے گھر میں رکھا ہو۔ اسی طرح اگر مبیع زمین میں بیج ڈالا گیا ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوا وہ بھی بائع کا ہوگا۔[2]

③ پھل دار درختوں کی بیع:

پھل دار درختوں کی بیع میں ان کے پھل شامل نہیں ہوتے الا یہ کہ مشتری معاہدہ بیع درختان میں یہ وضاحت کرالے کہ درختوں کے پھل بھی شامل ہوں گے۔[3] پھل دار درختوں کی بیع کے بقیہ مسائل آگے آئیں گے۔

④ ناپ تول کے اخراجات:

ناپنے والے کی اجرت اور ثمن یا قیمت پرکھنے والے کی اجرت بائع کے ذمہ

---

[1] مرغینانی: الهدایه، مکتبه امدادیه، ملتان: ج۳۰، کتاب البیوع: ص۳۰

[2] مرغینانی: الهدایه، مکتبه امدادیه، ملتان [3] ایضا: ص ۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گی دراصل بائع کی ذمہ داری ہے کہ مبیع کا پورا پورا ناپ یا تول دے اور مشتری نے ثمن / قیمت دینا ہوتی ہے۔ اب ثمن پورا دیا یا کم دیا اس کی احتیاط بھی بائع کرے گا، لہٰذا ثمن کی ادائیگی کے بعد پرکھنے والے کی فیس بھی بائع ادا کرے گا۔[1]

ثمن کو تولنے یا قیمت کو شمار کرنے کے اخراجات مشتری کے ذمہ ہیں کیونکہ مشتری کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثمن اور قیمت پورا پورا ادا کرے۔[2]

فصل ہفتم:

چند اشیاء کی بیع کے مسائل

فقہاء اسلام نے اپنی کتب میں چند مخصوص اشیاء کی بیع کا بطور خاص ذکر کیا ہے یہ ایسی اشیاء ہیں جن کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ یہاں مختلف عنوانات سے ایسی اشیاء کی بیع کے مسائل درج کیے جاتے ہیں۔

① پھلوں کی بیع:

پھلوں کی بیع کی چند صورتیں ہیں۔

⑪ اگر پھلوں کو ظاہر ہونے سے پہلے فروخت کیا تو ان کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ یہ ایسی اشیاء کی بیع ہو گی جن کا وجود ہی نہیں ہے، یہ ممانعت نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کی رو سے ہے جس میں آپ نے فرمایا: ایسی چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں۔ (لا تبیع ما لیس عندك)

⑫ اگر پھل ظاہر ہو گئے ہوں اور ان کی صلاحیت نفع ظاہر ہو گئی ہو تو ان کی بیع جائز ہے۔ بیع کے بعد مشتری پر ان کا درختوں سے توڑ دینا واجب ہو گا اور اگر مشتری نے ان کے درختوں پر باقی رہنے کی شرط کے ساتھ بیع کی ہو گی تو بیع

[1] ایضا: ص ۳۳

[2] ایضا: ص ۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاسد نہیں۔[۱]

⑬ اگر پھل پک گئے اور انہیں توڑ لینے کی شرط پر بیچا یا بغیر توڑ لینے کی شرط کے ذکر کے بیچا تو بیع درست ہوگی اور اگر انہیں درختوں پر باقی رہنے کی شرط پر بیع کی گئی تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے مطابق بیع فاسد ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع استحساناً درست ہوگی۔[۲]

⑭ اگر پھلوں میں سے بعض ظاہر ہو گئے اور بعض ظاہر نہ ہوئے، تو ان کی بیع ظاہر مذہب میں درست نہیں۔ بعض فقہاء احناف مثلاً شیخ حلوانی، شیخ فضلی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہما نے پھلوں اور سبزیوں مثلاً بینگن، خربوزے، کھیرے ککڑی وغیرہا کی بیع کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ پھل مع درخت اور زمین کے خریدے اور ہر ایک کا ثمن الگ الگ بتائے اور فصل یا پھلوں کے توڑ لینے کے بعد زمین کا اقالہ کردے۔[۳]

② گھاس کی بیع:

گھاس کی بیع کے چند اہم مسائل درج ذیل ہیں:

⑪ گھاس خواہ اپنی مملوکہ زمین میں ہو اس کی بیع اور اجارہ درست نہیں۔ البتہ اگر اسے خود اگایا ہو یا اگے ہوئے کی حفاظت کی ہو، آبپاشی کی ہو اور اس کی افزائش پر خرچ کیا ہو تو اس کی بیع واجارہ درست ہے۔[۴]

⑫ اگر کسی نے ایسی گھاس جس پر اخراجات آئے ہوں بغیر مالک کی اجازت کے

---

[۱] مرغینانی: الهدایه، حواله بالا: ص ۳۱، ۸۸

[۲] ایضا: ص ۳۱، ۸۸

[۳] شمس الائمه سرخسی، محمد بن احمد: المبسوط، کتاب البیوع، اقاله کی شرح آگے آرہی ہے۔

[۴] ایضا: ص ۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاٹا تو اس کے واپس لینے کا اختیار مالک کو ہوگا۔[1]

③ غصب شدہ مال یا شئے کی بیع:

⑪ اگر غصب شدہ مال کو غاصب کے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع موقوف ہوگی۔ اگر غاصب نے اقرار کرلیا تو بیع لازم ہوگی اور اگر غاصب نے انکار کردیا حالانکہ اصل مالک (مغصوب منہ) کے گواہان موجود ہیں تو یہی حکم ہے[2] اور اگر اصل مالک کے پاس گواہ نہ ہوں اور غاصب اقرار نہ کرے حتیٰ کہ مبیع تلف ہوگئی تو بیع ٹوٹ گئی یہ احناف کا مسلک ہے باقی تینوں ائمہ اہل سنت کے نزدیک بیع نہیں ہوتی۔[3]

④ ارض الاکارہ کی بیع:

ارض الاکارہ ایسی زمین کو کہتے ہیں جو کاشتکاری پر دی گئی ہو۔ اس کی بیع کے احکامات کا خلاصہ یہ ہے۔[4]

⑪ اگر ایسی زمین کو اس کا اصل مالک فروخت کرے تو بیع درست ہوگی، اور اگر کاشتکار نے فروخت کی، تو بیع درست نہ ہوگی۔

⑫ البتہ مدت مزارعت کے اندر اندر جو زمین کی پیداوار ہوگی اس کی بیع میں مزارع کی بیع معتبر ہوگی، بے شک بیج زمیندار کا ہو۔

---

[1] ایضا: ص ۳۳

[2] عبدالرحمن الجزیری: کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، ج ۲، ص ۱٦٤

[3] حوالہ بالا: ص ١٦٤

[4] سید مولانا امیر علی رحمہ اللہ تعالیٰ: عین الهدایه (شرح الهدایه): ۸۸/۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ہشتم:

اقالہ

معنی ومفہوم:

اقالہ کے معنی ہیں نادم ہو کر معاہدہ بیع فسخ کرنا۔ تجارتی کاروبار کی تاریخ میں ایسے واقعات بے شمار ہیں، جہاں بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک معاہدہ بیع کر کے نادم ہوا یا پشیمان ہوا مگر اس کی ندامت یا پشیمانی معاہدہ بیع کے التزام سے اسے چھٹکارا نہ دلا سکی اور طوعاً وکرہاً اسے معاہدہ بیع قبول کرنا پڑا۔ مگر اسلام کے رحیمانہ قانونِ تجارت نے انسانوں کی اس ندامت کے لئے راہیں کشادہ کی ہیں رحمۃ للعالمین ﷺ نے اقالہ کی ترغیب کن خوش الفاظ میں دی ہے:

من أقال نادما بيعه، أقال الله عثراته يوم القيامة۔[1]

ترجمہ: جس کسی نے نادم کو اس کی بیع کا اقالہ کر دیا اللہ کریم قیامت کے دن اس کی خطاؤں کا اقالہ (دور) کر دے گا۔

اقالہ کے جواز پر اہل سنۃ کے چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے۔

اقالہ کے الفاظ:

اقالہ امر (مستقبل) کے صیغہ میں بھی جائز ہے اور ماضی میں بھی۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ اقالہ کے صیغے ماضی میں ہوں۔ امر میں یوں کہا جا سکتا ہے (بائع نے مشتری سے کہا) "میرے ساتھ اقالہ کر لو" مشتری نے جواب میں کہا "میں نے کر لیا" ماضی میں یوں کہے گا (مشتری): میں نے آپ کے ساتھ اقالہ کر لیا بائع جواباً کہے "میں نے بھی کر لیا۔"

[1] ابوداود: السنن، کتاب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل اقالہ:

⑪ اقالہ ثمن اول کے مثل پر جائز ہے اور اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ اور مشتری نے ثمن اول سے کم کی شرط پر اقالہ کیا تو درست نہ ہوگا۔ البتہ اگر مشتری کے پاس مبیع میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے تو مشتری سے ثمن اول سے کم پر اقالہ درست ہوگا۔[1]

⑫ اگر اقالہ ثمن اول کے سوا کسی دوسری جنس پر کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اقالہ ثمن پر ہوگا اور غیر جنس ثمن کا نام لینا ہی لغو ہے۔[2]

⑬ اگر اقالہ کے ذریعے بیع کو فسخ ٹھہرانا ناممکن ہو تو اقالہ باطل ہوگا۔ مثلاً مبیع گائے تھی جس نے مشتری کے قبضہ کے بعد بچہ جنا، اب ماں کو دودھ پیتے بچہ سے الگ (بذریعہ اقالہ) کرنا قرین مصلحت نہیں، لہٰذا یہاں اقالہ درست نہیں ہوگا۔[3]

⑭ اقالہ مبیع کے مشتری کے قبضہ میں جانے سے قبل بھی درست ہے اور بعد میں بھی، خواہ مبیع منقول (قابل نقل وحمل) ہو یا غیر منقول (مثلاً زمین) وغیرہا۔[4]

⑮ اگر مبیع تلف یا صرف ہو جائے تو اقالہ نہیں ہوگا اور اگر مبیع کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تو اس میں اقالہ درست ہوگا۔

⑯ اگر مبیع مقایضہ ہو یعنی طرفین نے مال کے بدلے مال دیا ہو تو بھی اقالہ درست ہے۔ اور اگر ایک طرف کا مال ہلاک ہو جائے یا تلف ہو جائے تو بھی اقالہ

---

[1] تاج الشریعۃ، محمود محبوبی رحمہ اللہ تعالیٰ: وقایہ مختصر الھدایہ، کتاب البیوع، باب الاقالہ

[2] مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ: الھدایہ، کتاب البیوع، باب الاقالہ

[3] حوالہ بالا

[4] حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست ہے۔ اس صورت میں دوسری طرف اس مال کی قیمت ادا کی جائے گی۔[1]

فصل نہم:

بیع مکروہ

اسلام کے عادلانہ قانون تجارت نے چند اقسام بیوع کو مکروہ قرار دیا ہے جس کی وجہ ان تجارتی استحصالی حربوں کو ختم کرنا ہے جن کی وجہ سے سرمایہ دار تجار غریب صارفین اور سادہ لوح عوام کا معاشی استحصال کرتے ہیں۔ اس ضمن میں اسلام کے قانون تجارت میں مندرجہ ذیل بیوع کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(۱) نجش:

نجش کے فقہی اصطلاحی معنی ہیں صرف مبیع کی قیمت بڑھانے کے لئے بولی دینا تاکہ دوسرے ضرورت مند تاجر یا صارف بھی زیادہ دام دینے پر آمادہ ہو جائیں اور اس طرح ضرورت مند بھائی کو زیادہ قیمت دینے پر آمادہ کر کے اس کی ضرورت اور حاجت سے غلط فائدہ اٹھایا جائے۔ ایسے پیشہ وارانہ قیمت بڑھانے والے ظالم لوگ عموماً مالکین سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اور کسی ضرورت مند کو تاڑ کر مبیع کی قیمت بڑھانے کے لئے بولی دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس مکروہ سازش سے منع کرنے کے لئے فرمایا:

ولا تناجشوا۔[2]

ترجمہ: آپس میں نجش نہ کیا کرو۔

---

[1] مرغینانی: الهدايه، كتاب البيوع

[2] متفق علیه، كتاب البيوع، بيان بيع النجش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع نجش کے جواز کے لئے نبی کریم ﷺ کے اس مبارک فعل کا سہارا لینا جب آپ ﷺ نے اپنے ایک فقیر، محتاج اور قرض دار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو چیزیں (پیالہ اور کمبل ـــ جو اُن کی کل کائناتِ دنیا تھیں) لے کر بیع من یزید (یعنی خریدے گا وہی جو زیادہ قیمت دے گا) کے طور پر فروخت فرمائیں۔ دراصل وہ اس بزرگ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرنے کا ایک ذریعہ تھا اس پر آج کے تجار اپنے استحصالی حربوں کو قیاس کر کے رسول کریم ﷺ کے عمل برائے تعاونِ خیر کا مذاق نہ اڑائیں۔

⑫ بولی پر بولی دینا:

جب بائع اور مشتری نے بیع کے بارے میں ایجاب وقبول کر لیا ہو تو کسی دوسرے شخص کو بولی دینے کی اجازت نہیں۔ ایسا کرنا جہاں ایک طرف مبیع کی قیمت بڑھانے کا ذریعہ بنتا ہے وہاں دوسری طرف اس سے بھی زیادہ ضرر رساں بات یہ ہوتی ہے کہ ضرورت مند مشتری کو اس مبیع کے حصول میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور اس طرح دو شخصوں (پہلا اور دوسرا مشتری) میں رنجش اور انتقام کے جذبات بھی جنم لیتے ہیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی:

لا یستام الرجل علی سوم اخیہ۔[1]

ترجمہ: کوئی شخص اپنے بھائی کی بولی پر بولی نہ دے۔

⑬ تلقی الجلب اور بیع الحاضر للباد:

مکروہ بیع کی ان دونوں قسموں (جو بعض اوقات حرام کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں) کا تعارف پہلے کرایا جا چکا ہے۔[2]

---

[1] متفق علیہ، کتاب البیوع، لا یسوم احد علی سوم اخیہ

[2] ان دونوں قسموں کا ذکر اور ان کی ممانعت باب ۳ میں مذکور ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کر لیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

⑭ اذان جمعہ کے وقت بیع:

اذان جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے۔ یہ وقت اللہ کریم کی یاد اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر باجماعت اللہ کریم کی نماز ادا کرنے کا ہوتا ہے اس وقت بیع کی مشغولیت اللہ کریم کی یاد ـــــ جو اس وقت فرض ہوتی ہے ـــــ سے غفلت کا سبب بن جاتی ہے، لہٰذا ان اوقات میں کاروبار تجارت کو بند کرنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ فَٱسْعَوْا۟ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ وَذَرُوا۟ ٱلْبَيْعَ﴾[1]

ترجمہ: جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کریم کی یاد (نماز جمعہ) کی طرف لپکو اور تجارتی لین دین بند کردو۔

اذانِ اول بعد از زوال معتبر ہے اور اسے سن کر نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے چلنا واجب ہے۔ البتہ چلتے چلتے بیع کرنے میں مضائقہ نہیں۔

فصل دھم:

بیع فاسد

مفہوم:

بیع صحیح کی جمیع شروط میں سے جب کوئی شرط کسی معاہدہ بیع میں نہ پائی جائے تو وہ بیع فاسد ہے کبھی ایسی بیع باطل ہوتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے ہم ان صورتوں کا اور ان اشیاء کا ذکر کرتے ہیں جن سے بیع باطل اور فاسد ہوتی ہے۔

[1] سورۃ الجمعہ: ٦٢، ٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع فاسد اور باطل میں فرق:

⑪ بیع باطل اس وقت ہوتی ہے جب معاملہ بیع کا اصل اور شریعت مطہرہ کے موافق نہ ہو، اصل سے مراد ہے بیع کا رکن اور محل۔ بیع کا رکن ہے ایجاب و قبول اگر ایجاب وقبول غیر اہل (مثلاً مجنون، بچہ، مکرہ یا غیر مالک) سے ہو تو رکن میں خلل واقع ہوگا۔ محل بیع وہ مال یا سامان یا مبیع ہے جس کی بیع وشراء کا معاہدہ ہو رہا ہے۔ اس لئے صحت بیع کے لئے ضروری ہے کہ محل بیع مال متقوم ہو یعنی وہ شرعاً قدر و قیمت رکھتا ہو، حرام اور ناپاک نہ ہو اگر مال متقوم نہ ہوا تو بیع باطل ہوگی۔

وصف سے مراد وہ امر ہے جو رکن اور محل سے خارج ہو مثلاً کوئی ایسی شرط لگائی گئی ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہو۔

⑫ بیع فاسد وہ ہوتی ہے جس میں خلل اور نقص رکن بیع اور محل بیع کے علاوہ کسی شرط میں آئے مثلاً قیمت میں ناپاک یا ناجائز چیز دی جائے یا بائع مشتری کو اپنی مبیع اس شرط پر فروخت کرے کہ وہ اسے (بائع کو) قرض حسنہ دے یا اس کے بچے کو ملازم کرا دے۔ اور اس شرط کا ذکر زبانی حد تک نہیں بلکہ معاہدہ کی عبارت میں تحریر ہو اور اگر تحریر ممکن نہ ہو یا تحریر کا رواج نہ ہو تو زبانی شرط بھی معاہدہ بیع کو فاسد کر دے گی۔

⑬ بیع باطل اور بیع فاسد میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ بیع باطل سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی جبکہ بیع فاسد منعقد ہو جاتی ہے البتہ اتنا خیال رکھا جائے گا کہ وہ شرط جو معاہدہ بیع کے فاسد ہونے کی وجہ بنے گی اسے مشتری پورا نہیں کرے گا، بائع وہ شرط واپس لے لے تو بیع درست ہو جائے گی۔

⑭ بیع فاسد میں مبیع ملکیت میں آنے کے بعد اس سے تصرف کا فائدہ حاصل کیا جا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے جب کہ بیع باطل سے قبضہ کے بعد بھی تصرف کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ بیع باطل کی صورت میں مبیع مشتری کے پاس امانت ہے یہ امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی رائے ہے، اور صاحبین (ابو یوسف اور امام محمد رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی) کے مطابق وہ ضمانت ہے لہٰذا اس کے تلف یا ہلاک ہونے کی صورت میں مشتری قیمت ادا کرے گا۔

بیع فاسد کی چند اقسام:

فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل انواع بیوع یا صورتوں کو فاسد قرار دیا ہے:

(الف) مبیع کا بائع کی ملکیت تامہ نہ ہونا: کسی ایسے مال یا شے کی بیع جو بائع کی ملکیت تامہ نہ ہو مثلاً دریا میں مچھلی، فضا میں اڑتے ہوئے پرندے، حیوان کے پیٹ میں بچہ، مرغی کے پیٹ میں انڈا، گائے، بھینس، بکری وغیرہ کے تھنوں میں دودھ، بھیڑ، بکری اور اونٹ کی کھال پر موجود اون، اسی طرح ایک بار جال پھینکنے میں جو مچھلی آئے یا ایک بندوق کے نشانہ سے جتنے جانور شکار ہو جائیں وغیرہا کی بیع، بیع فاسد ہے۔

(ب) بیع مزابنہ: (درختوں پر پھلوں کے توڑے ہوئے پھلوں سے بیع) بیع محاقلة (بالیوں میں اناج کی بیع تیار شدہ اناج کے ساتھ)، بیع القاء الحجر (کنکری پھینک کر بیع)، بیع ملامسہ (چھونے سے بیع) بیع منابذہ (مبیع پھینک دینے سے بیع)، بیع الکالی بالکالی یا بیع الدین بالدین (ادھار کی ادھار سے بیع)، غیر معین اشیاء کی بیع، بیع ثنیا (جس میں سودا کرتے وقت مبیع کی چند اکائیوں یا چیزوں کو مستثنیٰ کر دیا جائے بالخصوص باغ کے پھل دار درختوں کی بیع میں)، بیع عربان (بیعانہ یا سائی دے کر معاہدہ بیع کرنا) بیع مضطر (مجبور و مقہور کی بیع) وغیرہا۔

ان بیوع کی ممانعت میں آنحضرت ﷺ کے امتناعی کلمات پڑھ لیجیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة والمعاومة وعن الثنيا ورخص في العرايا.[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے محاقلت، مزابنت، مخابرت، معاومت[2] اور ثنیا سے منع فرمایا البتہ عرایا[3] کی اجازت عنایت فرمادی۔

⑫ عن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أن رسول الله ﷺ قال: لا تلقوا الركبان ولا يبع بعضكم على بعض ولا تناجشوا ولا يبع حاضر لباد.[4]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خریدنے کے لئے قافلہ والوں کے آگے جا کر نہ ملو۔ تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ کھوٹ نہ کیا کرو۔ شہری دیہاتی کے لئے فروخت نہ کرے۔

⑬ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: لا يبيع حاضر لباد، دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض.[5]

---

[1] مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ: الصحیح، کتاب البیوع

[2] معاومت: بیع معاومت کے معنی ہیں چند سالوں کے لئے بیع۔ جب بائع اپنے باغ کا پھل پیشگی قیمت لے کر دو یا تین یا کم وبیش سالوں کے لئے فروخت کرے۔ اس میں دھوکہ ہے اور یہ مجہول شے کی بیع ہے کیونکہ کیا معلوم کسی سال پھل نہ آئے یا کم آئے؟

[3] عرایا: خشک کھجور کو درختوں پر تازہ کھجوروں کے بدلے اندازہ سے فروخت کرنا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ اجازت صرف مدینہ منورہ کے محتاج لوگوں کے لئے دی تھی۔

[4] متفق علیہ، کتاب البیوع

[5] مسلم الصحیح کتاب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہری، دیہاتی آدمی کے لئے نہ بیچے، لوگوں کو چھوڑ دو اللہ کریم ان کے بعض کو بعض سے رزق دیتا ہے۔

۴ عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نهى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر.[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری مار کر بیع کرنے اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا۔

۵ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن الثنيا الا ان يعلم.[2]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثناء کرنے سے منع کیا مگر یہ کہ اس کو معلوم کرایا جائے۔

۶ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن بيع الكالی بالكالی.[3]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کی ادھار کے ساتھ بیع کرنے سے منع فرمایا۔

۷ عن حكيم بن حزام قال: نهانی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أن أبيع ما ليس عندی.[4]

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے

---

[1] حوالہ بالا

[2] ترمذی، ابوعیسی: جامع، کتاب البیوع

[3] رواہ الدار القطنی بحوالہ مشکوۃ، کتاب البیوع، باب المنهی عنها من البیوع، حدیث نمبر ۲۷

[4] ترمذی، حوالہ مذکورہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے وہ چیز فروخت کرنے سے منع کر دیا جو میرے پاس نہیں۔

⑧ عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال: نهی رسول الله ﷺ عن بیع العربان.[1]

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے اپنے دادا محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا۔

یہ ان بے شمار احادیث میں سے صرف آٹھ نقل کی گئی ہیں جو بیع فاسد کی مختلف اقسام کے امتناع میں آپ ﷺ سے مروی ہیں۔

(ج) مشترک اشیاء کی بیع: ایسی اشیاء کی بیع جنہیں اللہ کریم نے انسانوں اور حیوانوں کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل و تسکین کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان مشترکہ اشیاء کو نبی کریم ﷺ نے اپنے معجزانہ بلاغت کے انداز میں نہایت اختصار سے یوں بیان کیا ہے:

الناس شرکاء فی الثلاث: الکلاء والماء والنار.[2]

ترجمہ: تمام انسان تین اشیاء میں برابر کے شریک ہیں وہ ہیں: گھاس، پانی اور آگ۔

کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان تین اشیاء میں سے کسی پر اپنی اجارہ داری

---

[1] ابو داود: السنن، کتاب البیوع

[2] دیکھئے حاشیہ: الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الدر المختار: ۴/۲۱۷ فقہاء کرام کی تشریحات کی رو سے پانی کا اطلاق تمام سمندروں، دریاؤں اور عام نہروں کے پانی پر ہوتا ہے۔ پانی کا لفظ پانی کے شکار اور اس کے اندر کے دفینوں اور خزینوں کو بھی شامل ہے۔ گھاس کا اطلاق ہر اس گھاس پر ہے جو خود رو ہو، بغیر محنت اور خرچ کے اگے خواہ مملوکہ زمین ہو یا غیر مملوکہ میں۔ آگ کا اطلاق تمام قسم کے ایندھن لکڑی ہو یا تیل و پتھر وغیرہ پر ہوتا ہے جن سے تاپنے، گرمی حاصل کرنے اور کھانے پکانے کا کام لیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کر کے دوسروں کو اس کے استعمال سے روکے یا انہیں کسی کے ہاتھوں فروخت کرے۔

(د) ناپاک اور نجس اشیاء کی بیع: مثلاً سور کے بالوں کی بیع، اسی طرح انسان کے بالوں یا اس کے جسم کے کسی عضو کی بیع بوجہ تکریم و بزرگی فاسد ہے۔

مردار کی کھال بغیر دباغت کے بیچنا ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لا تنتفعوا من الميتة باهاب.[1]

ترجمہ: مردہ کے اہاب (بغیر دباغت کے کھال) کا نفع نہ اٹھاؤ۔

البتہ مردار کی ہڈیاں، سینگ اور مردہ بکریوں وغیرہ کی اون بیچنے میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ یہ سب پاک ہیں۔ یہی مسئلہ ہاتھیوں کے دانت اور ہڈیوں کا ہے۔

(ر) مروجہ اور معینہ اوزان اور پیمانوں کے سوا: کسی اور وزن یا پیمانے سے تول کی شرط لگانا خواہ وہ بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کی طرف سے، بیع کو فاسد کر دیتا ہے۔

(س) ایک بیع کے اندر دوسری بیع: جب ایک بیع کے اندر دوسری بیع کی جائے یا بیع کے ساتھ کوئی اور شرط یا سودا مشروط کیا جائے تو بیع فاسد ہوگی مثلاً کوئی غنی کسی غریب کو اس شرط پر قرضہ دے کہ وہ (مقروض) اس (قرض خواہ) کو کچھ ہدیہ دے یا بائع اپنا مکان مشتری کو اس شرط پر فروخت کرے کہ وہ ابتداء میں ایک ماہ کے لئے بائع (پہلے مالک) کو کرایہ پر دے۔

(ص) مجہول مدت تک کی بیع: ایسی بیع فاسد ہوگی جس کی مدت نامعلوم ہو کیونکہ نامعلوم مدت ادائیگی میں تاخیر اور نتیجۃً فریقین میں جھگڑا کا موجب بن سکتی ہے مثلاً

---

[1] ترمذی: جامع، کتاب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائع سے مشتری یہ وعدہ کرے کہ وہ قیمت موسم بہار میں ادا کرے گا وغیرہ۔

بیع فاسد کے احکامات:

⑪ بیع فاسد کی صورت میں فریقین کو اسے فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، اس میں خیار کی شرط بھی نہیں ہوتی۔

⑫ اگر بیع فاسد میں بائع نے مبیع مشتری کے حوالے کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو مشتری اس کا مالک بن جائے گا۔ اب بیع فسخ کرنے کی صورت میں اگر مبیع اس کے پاس ابھی باقی ہے تو وہ واپس کر دے ورنہ اس کی بازاری قیمت اس کے ذمہ واجب الادا ہوگی۔ یہ فقہاء احناف کی رائے ہے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے میں مشتری بیع کا مالک ہی نہیں بنے گا کیونکہ یہ بیع ہی فاسد تھی لہٰذا فاسد بیع کے ذریعے مشتری مالک نہیں بن سکتا۔ فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ بائع و مشتری میں بیع کی اہلیت موجود تھی اور محل بیع یعنی مبیع بھی موجود تھا اور دونوں نے ایجاب وقبول بھی کیا بس صرف اس میں ایک شرط فاسد آ گئی جس سے ملکیت ثابت ہونے میں کوئی حرج نہیں آتا۔[1]

⑬ اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد اسے آگے فروخت کر دیا تو یہ دوسری بیع نافذ ہوگئی، کیونکہ مشتری اس کا مالک بن گیا اور اسے مبیع میں تصرف کا حق بھی حاصل ہوگیا۔ اس صورت میں بائع اول اپنی مبیع کا مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ بیع ثانی سے مشتری دوم کا حق ثابت ہوگیا اور اس کے حق کو ختم کرنا ناانصافی اور ظلم ہے۔[2]

⑭ اگر مشتری نے بیع فاسد کے ذریعے کوئی زمین کا قطعہ خریدا اور اس پر مکان تعمیر

---

[1] مرغینانی: الهدایه، کتاب البیوع، فصل فی احکامه (احکام البیع الفاسد)

[2] ترمذی: جامع، کتاب البیوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا یا باغ لگا دیا تو اب بائع اس سے زمین کا مطالبہ نہیں کرے گا بلکہ صرف بازاری قیمت کا مطالبہ کرے گا۔ کیونکہ مکان یا باغ کا اکھاڑنا قرینِ انصاف نہیں۔[1]

www.KitaboSunnat.com

[1] حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۔۔۔۔۔ ⑤

تجارت کے پسندیدہ طریقے

اسلام کا قانونِ تجارت جہاں ان تمام طریقوں کو ناجائز قرار دیتا ہے جو اس بابرکت کاروبار کو استحصالی حربہ بنا دیتے ہیں، وہاں یہ عادلانہ قانون تجارتی عمل کو ذریعہ تعاونِ باہمی اور رفاہیتِ عامہ بنانے کے لئے چند طرقِ تجارت بھی تجویز کرتا ہے۔ ان طریقوں میں سے مندرجہ ذیل نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہیں۔

(۱) شراکت۔

(۲) مضاربت۔

① شراکت

تجارتی کاروبار کا قدیم ترین تعارفی طریقہ شراکت ہے۔ شراکتی تجارت میں دو یا دو سے زائد کاروباری اشخاص مل کر سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور مل کر کاروبار کرتے ہیں اور ممکنہ نفع ونقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ تجارت قبل از اسلام متمدن عربوں میں رواج پذیر تھا۔ اسلام نے اس کے فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے پسندیدہ طریقہ تجارت قرار دیا ہے۔ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

الشركة جائزة لأنه ﷺ بعث والناس كانوا يتعاملون بها، فقررهم عليها.[1]

[1] مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ: الهدایه، ج ۲ کتاب الشركة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: شراکتی کاروبار اسلام میں جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو لوگوں میں شراکت کا طریقہ (تجارت) جاری تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس پر برقرار رکھا۔

یہ طریقہ تجارت اپنی برکات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک سے لے کر آج تک لوگوں میں مقبول ہے۔[1]

تمام فقہاء اسلام ایسی شرکت کو جائز سمجھتے ہیں جس کے شرکاء میں سے ہر ایک شریک دوسرے شریک ہی کی طرح اس قسم کا مال یعنی درہم و دینار کاروبار (تجارت) میں لگا دیتا ہے، اور انہیں اس طرح خلط ملط کر دیتا ہے کہ وہ مل کر ایک ہی مال بن جاتے ہیں، حتیٰ کہ ان میں تمیز نہیں رہتی کہ کس کا مال فروخت کیا اور کس کے مال سے سامانِ تجارت خریدا گیا۔ نفع و نقصان میں شرکاء اپنے حصہ رسدی کے تناسب سے شریک ہوتے ہیں[2] بڑی مشترکہ سرمایہ کمپنیوں اور شراکتوں کو کامیاب بنانے کے لئے یہ طریقہ تجارت نہایت مفید ہے۔

شرائط شراکت:

فقہاء نے شرکت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پورا ہونا لازمی قرار دیا ہے۔

(۱) شرکاء یا شریکین میں ایجاب و قبول ہو، یعنی وہ کاروبار شراکت پر متفق ہوں اور یہ اتفاق برضا و رغبت ہو۔

(۲) معاہدہ شراکت رائج الوقت سکوں میں ہوگا، حتیٰ کہ اگر مالِ شراکت اشیاء یا اجناس کی شکل میں ہو تو کاروبار کے آغاز سے قبل اس کی قیمت کا تعین زر کی صورت میں کر لینا ضروری ہے۔ البتہ اگر شرکاء کسی مخصوص جنس یا شے ہی کو

---

[1] ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ: هداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج ۲، كتاب الشركة

[2] مرغيناني رحمہ اللہ تعالیٰ: الهدايه، ج ۲، كتاب الشركة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ قرار دے دیں تو پھر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔[۱] امام کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سرمایہ کے سکہ یا زر کی شکل ہونے کی شرط کی وجہ یہ بتائی ہے کہ زر اور اشیاء اگر خلط ملط ہوں تو تقسیم منافع کے وقت تنازعہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر تمام سرمایہ زر کی شکل میں ہو تو جھگڑے کے امکانات نہیں ہوں گے۔[۲]

③ شرکاء کے تمام اموال اس طرح خلط ملط ہو جائیں کہ ان میں تمیز کرنا غیر ممکن ہو جائے۔ یہ شرط امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عائد کی ہے[۳] غالباً اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شرکاء کاروبار کرتے وقت تمام مال کو اپنا مال تصور کر کے نہایت احتیاط سے استعمال کریں اور کسی خاص سودا کو اپنے مال کا سودا سمجھ کر اس پر اپنا ہی حق نہ جتانا شروع کر دیں۔ دراصل امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرکت کے لئے مال کا ہونا اور زر کی شکل میں ہونا لازمی قرار دیا ہے۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرمایہ کے بغیر بھی شرکت ممکن ہے مثلاً شرکت صنائع وغیرہ جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

④ شرکت کے معاہدہ کے لئے دستاویز لکھی جانا ضروری ہے۔ یہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، جس کی رو سے شرکت ایک ایسا معاہدہ ہے جو ایک مدت تک جاری رہتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے دستاویز کا لکھا جانا ضروری ہے تاکہ اگر کبھی جھگڑا ہو تو اس کا فیصلہ کیا جا سکے۔ قرآن مجید میں اللہ کریم کا ارشاد اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى فَٱكۡتُبُوهُۚ﴾[۴]

---

[۱] حوالہ بالا

[۲] الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، قاہرہ، ۱۳۲۸ھ، ۱۹۱۰ء، ۲/ ۵۹

[۳] ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ حوالہ بالا

[۴] البقرہ: ۲، ۲۸۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

نیز دستاویز کا مقصد توثیق اور احتیاط ہے لہٰذا دستاویز لکھ لی جائے تا کہ ہر ایک حصہ دار لعن طعن سے بچا رہے۔ امام سرخسی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے دستاویز کے فارم کی عبارت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ ان الفاظ میں ہو:

هذا ما اشترك عليه فلان وفلان.

ترجمہ: یہ وہ دستاویز ہے جس میں فلاں فلاں نے اشتراک کیا ہے۔

نیز اس دستاویز میں شرکاء کے نام، ان کے سرمایہ کی مقدار اور منافع کے حصص وغیرہ درج ہوں۔[1]

شرکت کی اقسام:

فقہاء اسلام (اور بالخصوص فقہاء احناف) نے بلحاظ نوعیتِ سرمایہ شرکت کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) شرکت مفاوضہ۔

(۲) شرکت عنان۔

(۳) شرکت صنائع۔

(۴) شرکت وجوہ۔

(۱) **شرکت مفاوضہ:** شرکت مفاوضہ اس قسم کی شراکت کو کہتے ہیں جس میں تمام شرکاء سرمایہ، کاروباری ذمہ داریوں، قرض کی ادائیگی، تصرفات اور نفع ونقصان میں برابر ہوتے ہیں۔ دراصل عربی زبان میں مفاوضہ کے معنی ہی مساوات یا باہمی تفویض کے ہوتے ہیں۔[2]

---

[1] سرخسي: المبسوط، ج ۱۲، کتاب الشركة

[2] هدايه، ج ۲، کتاب الشركة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرکت مفاوضہ کو عمل میں لانے کے لئے لفظ ''مفاوضہ'' کہنا لازمی ہوتا ہے کیونکہ عامۃ الناس اس کی شرائط سے آگاہ نہیں ہوتے۔[۱]

⑫ **شرکت عنان:** اگر شرکاء کاروبار سرمایہ یا حصہ منافع یا تصرفات میں برابر نہ ہوں تو ایسی شرکت کو شرکت عنان کہتے ہیں۔ اس شرکت میں ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے مگر کفیل نہیں ہوتا[۲] یعنی ہر حصہ دار دوسرے کی جگہ یا دوسرے کے لئے کاروبار تجارت تو کرے گا مگر ہر ہر شریک جو جو کاروباری تصرفات کرے گا (مثلاً قرض لینا یا دینا، سودا کرنا یا چکانا وغیرہ) اس کا وہ خود ہی ذمہ دار ہوگا۔[۳]

⑬ **شرکت صنائع:** شرکت صنائع (کمپنی کے طرز پر) اس قسم کے کاروبار تجارت کو کہتے ہیں جس میں چند ہم پیشہ اپنے کاروبار کو شرکت کے ساتھ چلاتے ہیں اور اس کاروبار سے ممکنہ نفع ونقصان میں شریک ہوتے ہیں۔[۴]

شرکت صنائع کو ''شرکت تقبل'' بھی کہتے ہیں یعنی کام قبول کرنا مثلاً دو صناعوں یا دو درزیوں نے اس شرط پر باہم شرکت کی کہ وہ لوگوں کا کام قبول کریں گے اور اس سے جو آمدنی ہوگی وہ دونوں میں مشترک ہوگی۔[۵]

اس قسم کی شرکت میں شرکاء کے نفع کا برابر ہونا درست ہے مگر ضروری نہیں ہے۔ اس شرکت کا دوسرا نام شرکت الابدان بھی ہے۔

⑭ **شرکت الوجوہ:** اس شرکت کا نام ہے جس میں بغیر سرمایہ کے چند باعتبار تاجر صرف اپنی ذاتی وجاہت (ساکھ) وامانت (کے سرمایہ) سے خرید وفروخت کریں اور نفع ونقصان میں شریک ہوں۔ اس کا نام شرکت وجوہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ

---

[۱] حوالہ بالا [۲] حوالہ بالا

[۳] سرخسی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ حوالہ بالا

[۴] حوالہ بالا

[۵] ھدایہ، ج ۲، کتاب الشرکۃ، بیان شرکۃ الصنائع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے ادھار مال وہی خرید سکتا ہے جسے اللہ کریم نے اعتبار اور ساکھ کے سرمایہ سے نواز رکھا ہو۔ مشہور ماہرین جدید معاشیات نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے مثلاً پروفیسر تاسیگ (Taussig) لکھتے ہیں:

موجودہ زمانے میں قرضہ اور اعتبار کا انحصار زیادہ تر قرض لینے والوں کی شخصیت اور کاروبار کی شہرت اور نیک نامی پر مبنی ہوتا ہے۔[1]

اس شرکت کو شرکت الضمان اور شرکت المفالیس بھی کہتے ہیں۔ تجارت کی اس قسم میں ہر شریک کا نفع میں حصہ مساوی ہوتا ہے اور اس میں کمی بیشی جائز نہیں۔[2]

۲ مضاربت

(تجارت کو وسیلہ تعاون اقتصادی اور امداد باہمی بنانے کا بہترین ذریعہ مضاربت ہے۔ مضاربت ضرب سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے زمین پر پاؤں مارنا، چلنا، پھرنا وغیرہا، چونکہ اس طرح تجارت کرنے والا زمین میں چل پھر کر کاروبار کرتا ہے اور نفع کماتا ہے، جسے مضارب کہا جاتا ہے اور اس طریقہ تجارت کو مضاربت کہتے ہیں۔ مضاربت کو فقہاء احناف مضاربت کہتے ہیں اور بہت سے باقی ائمہ قراض کہتے ہیں۔)

مضاربت ایسے تجارتی کاروبار کا نام ہے جس میں ایک جانب اصل (راس المال یا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسری جانب صرف محنت ہوتی ہے اور منافع ہو تو اس میں رب المال (یعنی اصل دار یا سرمایہ دار) اور مضارب (کاروبار کرنے والا) دونوں متفقہ نسبت ($\frac{1}{2}$، $\frac{1}{3}$، $\frac{1}{4}$، ۲/۳ وغیرہا) سے شریک ہوتے ہیں۔ اور اگر اللہ کریم نہ کرے نقصان ہو تو صرف اصل دار (صاحب سرمایہ) برداشت کرے گا۔ کیونکہ نقصان کی صورت میں اصل دار (رب المال) اگر نقصان برداشت کرتا ہے تو

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر تاسیگ: پرنسپلز آف اکنامکس، ج ۲، باب ٦

[2] مرغینانی: الهدایه، ج ۲، کتاب الشرکة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضارب (کاروبار کرنے والا) کی محنت بغیر کسی کمائی کے جاتی ہے گویا ایک فریق مال گنواتا ہے تو دوسرا محنت۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مضاربت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

معاونت باہمی کی چند قسمیں ہیں ان میں سے ایک مضاربت ہے وہ یہ کہ مال ایک شخص کا اور محنت دوسرے شخص کی ہو اور رضامندی طرفین کی تصریح کے ساتھ نفع دونوں کے درمیان ہو۔[1]

فقہاء اسلام نے مضاربت کا جواز قرآن مجید کی اس آیت سے کیا ہے۔

﴿وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي ٱلْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ﴾[2]

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زمین میں چل پھر کر اللہ کریم کا رزق تلاش کرتے ہیں۔

یعنی صاحب مال تو مال لگاتے ہیں اور محنت والے اس کے ذریعے ملکوں اور شہروں میں چل پھر کر تجارت کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے مضاربت کے جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

مضاربت لوگوں کی ضروریات کے لئے جائز رکھی گئی ہے کیونکہ بعض لوگ مالدار ہوتے ہیں مگر کاروبار تجارت سے بالکل نابلد ہوتے ہیں جب کہ بعض لوگ کاروبار کے ماہر ہوتے ہیں مگر مالی طور پر تہی دست۔ اسلام نے امیر اور غریب دونوں کے مصالح کے پیش نظر اس طریقہ تجارت کو جائز قرار دیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہتر خیال فرمایا اور اسے جاری رکھا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر عمل کیا۔[3]

---

[1] شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ: حجۃ اللہ البالغہ، مصر، ۲/۱۱۶

[2] سورۃ المزمل: ۷۳، ۲۰

[3] مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ: حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے نبوت سے قبل بصری (شام) کی منڈی میں مضاربت ہی کے طریقہ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال سے تجارت کی تھی۔ غیور اور دیانت دار غریب جو تجارتی رموز سے آگاہ ہے۔ اور مالدار جس کا مومنانہ دل غریبوں کی الفت میں دھڑکتا ہے وہ دونوں اس طریقہ تجارت کے ذریعے سرمایہ اور محنت کے تعاون کا اعلیٰ نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔ طریقہ مضاربت سے سرمایہ دار کا سرمایہ زحمت کی بجائے رحمت بن جائے گا، اور نادار کی محنت، کاروباری ہوش مندی اور استعداد ضائع اور رائیگاں ہونے کی بجائے رحمت اور نفع بخش ثابت ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ سرمایہ دار کا سرمایہ ''کنز'' بن کر احتکار و اکتناز کا باعث بنے گا نہ اصحابِ ضرورت کی تکمیلِ ضرورت پر تالے پڑیں گے۔ اور اجتماعی زندگی میں نہ فاقہ کش غریب نظر آئیں گے اور نہ قابلِ نفرت سرمایہ دار۔

مضاربت کا دوسرا نام قراض بھی ہے۔

مضاربت کی شرائط:

(۱) اصل دار اپنے سرمایہ کی مالیت اور مقدار زر کی صورت میں متعین کر دے کیونکہ اس پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے کہ مضاربت کا کاروبار صرف درہم اور دینار (نقد) ہی میں درست ہو سکتا ہے۔[1]

(۲) سامان عروض (Goods) سے مضاربت کا کاروبار درست نہیں۔ فقہاء اسلام میں سے صرف ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ سامان کے ساتھ بھی مضاربت کے قائل ہیں۔ جمہور فقہاء کرام کے نزدیک سامان میں مضاربت کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح دھوکہ دہی کا امکان باقی رہے گا۔ علاوہ اصل کے زر کی صورت میں اصل اور نفع بھی نامعلوم نہیں رہیں گے۔[2]

[1] ابن رشد: بدایۃ المجتھد، ج ۲، کتاب القراض

[2] بحوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضارب کے اختیارات اور ذمہ داریاں:

① مضارب کے پاس سرمایہ امانت کے مماثل ہے لہٰذا اگر سرمایہ ضائع ہو جائے تو مضارب سے اصل دار تاوان کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

② مضارب کی حیثیت وکیل کی ہوتی ہے لہٰذا وہ اپنے تمام تصرفات میں اصل دار کی اجازت اور مشورہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اصل دار کی اجازت سے اسے خرید و فروخت کرنے، کسی کو وکیل بنانے اور سامان کسی کے پاس ودیعت رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔[1]

③ اپنے شہر ہی میں کاروبار مضاربت کرنے کی صورت میں مضارب کو صرف نفع ہی میں سے حصہ لینے کا حق ہوگا البتہ اگر اسے دور دراز کا سفر کرنا پڑے اور کہیں باہر قیام کرنا پڑے تو اس صورت میں سفر خرچ اور دیگر اخراجات تاجروں کے رواج کے مطابق لینے کی اجازت ہوگی۔[2] امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ کی رائے میں اسے بیماری کی صورت میں علاج کے اخراجات لینے کی بھی اجازت ہوگی کیونکہ صحت کے بغیر تو کوئی کاروبار تجارت نہیں کیا جا سکتا۔

④ مضارب نفع کی صورت میں نفع میں حصہ پائے گا۔ معاہدہ مضاربت فاسد ہونے کی صورت میں وہ اجرت پانے کا مستحق ہوگا۔ اگر وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا تو غاصب شمار ہوگا کیونکہ اس نے دوسرے کے مال پر زیادتی کی ہوگی۔[3]

⑤ مضارب نفع کی تقسیم بہر صورت اصل دار کی موجودگی میں کرے گا، اس پر سب فقہاء کرام کا اتفاق ہے۔[4]

---

[1] هدایه، ج ۲، کتاب المضاربة
[2] حواله بالا
[3] ابن رشد: حواله مذکوره. هدایه، کتاب المضاربت
[4] امام مالك رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ: موطا، کتاب القراض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاہدہ مضاربت توڑنے کی صورتیں:

⑪ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مضاربت کو فریقین (اصل دار اور مضارب) میں سے جو کوئی جس وقت چاہے فسخ کر سکتا ہے، البتہ اس کی خبر فریق ثانی کو ضرور کرے۔[1]

⑫ فریقین میں سے کسی کے فوت ہو جانے کی صورت میں اصل معاہدہ مضاربت فسخ ہو جائے گا، البتہ اس کے ورثاء چاہیں تو تجدید معاہدہ کر سکتے ہیں۔[2]

[1] ہدایہ، کتاب المضاربت. ابن رشد: حوالہ بالا، کتاب القراض

[2] سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ: المبسوط، ج ۲۲، کتاب القراض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ⑥

تجارت کے متفرق مسائل

اس باب میں چند ایسے اہم تجارتی مسائل زیر بحث لائے جا رہے ہیں جو کسی ایک موضوع کی بجائے مختلف موضوعات سے متعلق ہیں مثلاً۔

(۱) قرض یا ادھار۔

(۲) رہن۔

(۳) دیوالیہ اور قرقی۔

(۴) قیمتوں پر کنٹرول۔

(۵) نظام حسبہ۔

(۶) تجارتی سود۔

① قرض یا ادھار

قرض یا ادھار اور تجارتی کاروبار کا چولی دامن کا ساتھ ہے، گویا کہ یہ دونوں جڑواں بھائی ہیں جنہوں نے ایک ہی دن جنم لیا تھا۔ تجارتی کاروبار کی تاریخ بتاتی ہے کہ جہاں تجارت اور لین دین کا ذکر ہوگا وہاں ادھار اور قرض کا تصور بھی موجود ہوگا۔ تجارت کے روز اول سے لے کر آج تک ادھار لین دین کا وجود باقی ہے اور موجودہ معاشی ترقی اور سائنس کا مشینی دور جس نے انسان کو مشین کا بے حس پرزہ بنانے اور ان پاکیزہ جذبات کو کچلنے کی پوری کوشش کی ہے جن پر باہمی ہمدردی، غریبوں کی مدد کرنا اور محبت و موانست کی بنیاد رکھی جاتی تھی، مگر یہ دونوں انسانوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باہمی تعلق کے اس باب کو بند نہیں کر سکتے جس کے ذریعے ایک دردمند تاجر اپنے غریب بھائی کو چند دنوں، ہفتوں مہینوں کے لئے کوئی شے یا سودا یا نقدی ادھار دے کر اس کی معاشی کفالت کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کے معاشی دکھوں کا وقتی مداوا کر دیتا ہے۔

اگر اسلام کے عادلانہ معاشی نظام کی حرمت سود سے متعلق خیر خواہانہ تعلیمات کو عملی طور پر تسلیم کر لیا ہوتا تو آج کے کاروبار تجارت کو استحصالی حربہ بننے کی مہلت نہ ملتی۔ آج بڑے بڑے کارخانہ داران اور تاجران دوکان داروں کو ادھار مال سود کے لالچ میں دیتے ہیں اور دوکاندار اس سود کی رقم کو اپنی لاگت اور اخراجات میں شامل کر کے غریب اور محتاج صارفین سے کل ملا کر وصول کر لیتے ہیں اور یوں ان کا استحصال کرتے ہیں۔ مگر اس ظلم کے باوجود بھی بازار کے اکثر متوسط درجہ کے دوکاندار اور دیہاتوں کے دوکاندار بغیر سود کے ہی قرض اور ادھار دیتے ہیں۔ یہ اسلام کے رحیمانہ قانون تجارت ہی کی کرشمہ سازی ہے۔

ادھار لین دین یا قرض کے بارے میں اسلام نے جو عادلانہ تعلیمات دی ہیں ان کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے ان تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) قرض خواہ یا ادھار دہندہ کے لئے تعلیمات۔

(ب) مقروض یا ادھار لینے والے کے لئے تعلیمات۔

(الف) قرض خواہ یا ادھار دہندہ کے لئے تعلیمات:

اسلام کے قانون تجارت نے قرض خواہ کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے حاجت مند بھائی کو جب قرضِ حسنہ یا سودا ادھار پر دے تو اگر وہ تنگ دست ہے تو اسے مہلت دے اور اگر وہ اس قدر مفلس ہے کہ ادائیگی کی قدرت ہی نہیں رکھتا تو اسے معاف کر کے اپنے رب کریم کے خزانہ میں جمع کرا دے۔ قرآن مجید میں آیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾[۱]

ترجمہ: اور اگر مقروض تنگدست ہے تو اسے فراخی تک مہلت دو اور اگر (بعض حالات میں) معاف ہی کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مہلت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

من كان له على رجل حق فمن اخره كان له بكل يوم صدقة.[۲]

ترجمہ: جس شخص کا کسی دوسرے شخص پر حق (قرض) ہو اور وہ اسے مہلت دے تو اس (قرض خواہ) کے لئے ہر دن کے عوض صدقہ (کا ثواب) ہے۔

آپ ﷺ نے ایک دوسرے مقام پر تنگ دست کو مہلت دینے کا بدلہ قیامت کے دن کی تنگی کو دور کرنے سے تعبیر کیا ہے، ارشاد فرمایا:

من سره أن ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر أو يضع عنه.[۳]

ترجمہ: جس کسی کو یہ بات بھلی لگتی ہے کہ اللہ کریم اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے بچالے اسے چاہیے کہ تنگ دست (مقروض) کو مہلت دے یا اسے معاف ہی کر دے۔

اس مضمون کو ایک دوسرے پیرائے میں یوں بیان فرمایا:

عن أبي اليسير رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله

[۱] سورة البقرة: ۲، ۲۸۰

[۲] احمد: مسند، عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه

[۳] مسلم: صحيح، كتاب البيوع. مشكوة، كتاب البيوع، باب الافلاس والانظار، حديث نمبر ٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ يقول: من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله الله في ظله.[1]

ترجمہ: حضرت ابی یسیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کسی نے تنگدست کو ڈھیل دی یا اسے (قرضہ) معاف ہی کر دیا اللہ کریم قیامت کے دن اسے اپنے سایہ میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں قرض خواہ کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اس کے معاشی حالات کسی مفلوک الحال مقروض کو معاف کرنے کی اجازت بھی نہ دیں پھر بھی اس سے تقاضہ نرمی سے کرے اور دلخراش باتیں کر کے اس کی غربت اور مجبوری کا احساس زیادہ نہ بڑھائے۔

رحم الله رجلا سمحا إذا باع وإذا اشترى وإذا اقتضى.[2]

ترجمہ: اللہ کریم رحم کرے اس کریم النفس شخص پر جو جب بیچے، خریدے اور ادھار کا تقاضہ کرے تو نرمی اور درگذر سے کام لے۔

(ب) مقروض یا ادھار لینے والے کے لئے ہدایات:

اسلام کے قانونِ تجارت نے مقروض کو بھی تلقین کی ہے کہ وہ اپنے قرض خواہ کا قرض وقت موعود پر ادا کرے۔ خواہ مخواہ تاخیری حربے استعمال کر کے اپنے قرض خواہ کو مجبور نہ کرے کہ وہ اس سے لڑ کر اپنا قرض دینے کا احسان ضائع کرے! قرض دراصل قرض خواہ اور مقروض کے درمیان ایک معاہدہ اور عہد ہوتا ہے جسے پورا کرنا فریقین کی قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر قرض خواہ مقررہ میعاد ادائیگی

---

[1] حواله بالا حديث نمبر ٦

[2] بخاری: صحيح، كتاب البيوع. مشكوة، كتاب البيوع، باب المساهلة في المعاملة، حديث نمبر ١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے مطالبہ کرے یا مقروض ادا نہ کرے تو دونوں عہد توڑنے والے ہیں اور قرآن مجید کے اس حکم کے پورا نہ کرنے والے ہیں۔

﴿إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾﴾ [1]

ترجمہ: عہد کی یقیناً باز پرس ہوگی۔

جو مقروض استطاعت کے باوجود قرض ادا نہ کرے۔ اس کی اس مجرمانہ غفلت کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مطل الغنى ظلم. [2]

ترجمہ: صاحب ثروت کا (ادائیگی قرض میں بے جا) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

قرض خواہ ایسے مقروض کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کر کے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔ قرض نہ ادا کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھایا کرتے تھے جو قرضہ ادا کیے بغیر مر جاتا تھا۔

عن سلمة إبن أكوع قال: كنا جلوسا عند النبي ﷺ إذا اتى بجنازة فقالوا: صل عليها. فقال: هل عليه دين؟ قيل لا. فصل عليها ثم اتى بجنازة اخرى فقال: هل عليه دين؟ قيل: نعم. قال: هل ترك شيئا؟ قالوا ثلاثة دنانير. ثم اتى بثالثة فقال: فقال هل عليه دين؟ فقالوا: ثلاثة دينار. قال هل ترك شيئا! قالوا: لا. قال: صلوا على صاحبكم. قال أبو قتادة: صل عليه يا رسول! وعلّي دينار. فصل عليه. [3]

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے جب ایک جنازہ لایا گیا۔

[1] سورة الاسراء، آیت نمبر ٣٤

[2] متفق عليه: مشكوة حواله بالا باب الافلاس والانظار حديث نمبر ٩

[3] رواه البخاري، مشكوة حواله بالا: حديث نمبر ١١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: اس کی نماز جنازہ پڑھ دیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ کہا گیا "نہیں" تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھ دی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہے۔ آپ نے دریافت کیا: کیا اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: تین دینار (اور یوں قرض ادا ہو گیا اور آپ نے نماز جنازہ پڑھ دی) پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا اس پر قرضہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: ہاں ہے آپ نے دریافت کیا۔ کیا اس نے ادائیگی کے لئے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرلو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھ دیجئے اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔

البتہ جب اللہ کریم نے مکہ فتح کر دیا اور امت مسلمہ پر اللہ کریم نے اپنی دنیوی رحمتوں کے دروازے بھی کھول دیئے تو بحیثیت رئیسِ مملکتِ اسلامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے غریب امتیوں کے قرض چکا کران کی نماز جنازہ پڑھ لیتے۔ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا:

فلما فتح الله عليه الفتوح قام فقال: أنا أولى بالمومنين من أنفسهم، فمن توفى من المومنين فترك دينا فعلى قضاءه ومن ترك مالا فلو رثته۔[1]

[1] بخاری: صحیح، ۹۹۹/۳. ابو عبید قاسم بن سلام: کتاب الاموال، قاهره، ۱۳۵۳ھ، ص ۲۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: جب اللہ کریم نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: میں مسلمانوں کو ان کی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں ان مومنین میں سے جو کوئی مرجائے اور قرضہ چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو کوئی مال چھوڑ کر مرے، وہ مال اس کے وارثوں کو ملے گا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

من مات وعليه دين ولم يترك وفاه فعليّ قضائه۔[1]

ترجمہ: جو مر جائے اور اس پر قرض ہو مگر وہ اس کی ادائیگی کا سامان نہ چھوڑ جائے تو اس قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی۔

ان دونوں ارشادات سے یہ فقہی مسئلہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اگر مقروض قرضہ ادا کئے بغیر مر جائے اور کوئی ایسی جائیداد یا اسباب بھی نہ چھوڑ جائے جس سے قرض کی ادائیگی کا بندوبست کیا جاسکے تو پھر اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ایسے مر جانے والے مقروضوں کے قرضہ کی ادائیگی کرے۔ اس سے اس غریب مردہ کی روح کو بھی تسکین ہوگی کیونکہ بغیر قرضہ ادا کئے مر جانے والے سے قیامت کو باز پرس ہوگی، اور قرض خواہ کو بھی اس کا حق مل جائے گا۔ گویا کہ خوشحال لوگوں کے قرضوں کی تامین (Insurance) ہوگی۔ اگر موجودہ مسلمان ممالک کی حکومتیں مخیّر مالداروں کو ان کے قرضوں کی واپسی کا قانونی تحفظ فراہم کر دیں تو غریبوں محتاجوں کو قرض حسنہ باسانی ملتا رہے۔

آپ ﷺ نے اپنی کئی احادیث میں قرض کو ناقابلِ معافی جرم قرار دیا ہے حتیٰ کہ شہید سے بھی قرض کا مطالبہ ہوگا۔ مثلاً:

[1] ابو عبید: حوالہ بالا: ص ۲۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يغفر الشهيد كل ذنب إلّا الدين.[1]

ترجمہ: شہید کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے مگر قرض نہیں۔

اگر مقروض استطاعت کے باوجود بھی قرض ادا نہ کرے تو اس کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی جائے گی اور اسے عدالت سے سزا دلوائی جاسکتی ہے۔

عن الشريد قال: قال رسول الله ﷺ: ليّ الواجد يحلّ عرضه وعقوبته. قال ابن المبارك يحل عرضه يغلظ له وعقوبته أن يحبس.[2]

ترجمہ: حضرت شرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دینے کی قدرت رکھنے والے کی ٹال مٹول (اور نادہندگی) اس کی عزت (بے عزتی) اور اس کو سزا دینے کو جائز کردیتی ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کی عزت کا حلال ہونا یہ ہے کہ اسے سخت سست کہا جائے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قید کردیا جائے۔

مسلمان جج کو اجازت ہے کہ وہ قرض خواہ کی خاطر (صاحب استطاعت) مقروض پر اس کی جائیداد فروخت کرانے کا جبر کرسکتا ہے۔[3]

اسلام نے مقروض کو یہاں تک تاکید کی ہے کہ وہ نہ صرف بروقت ادا کرے بلکہ بطریق احسن ادا کرے۔ حسنِ ادائیگی میں یہاں تک گنجائش ہے کہ مقروض قرض خواہ کو مقدار سے زیادہ بھی دے سکتا ہے مگر ایسا دینا نہ مشروط ہو، نہ اس کا رواج ہو اور نہ ہی قرض خواہ کی تمنا ہو کہ اسے ملے ورنہ سود بن جائے گا۔ اس سلسلہ میں یہ

---

[1] مسلم: صحيح، كتاب البيوع. مشكوة، كتاب البيوع، باب الافلاس والانظار، حديث نمبر ١٤

[2] ابوداود والنسائي: كتاب البيوع. مشكوة حواله بالا، حديث نمبر ١٩

[3] شاطبی: ابو اسحاق، الموافقات فی الشريعة الاسلامية، قاهره: ٢٤٩/٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث قابلِ توجہ ہیں:

⑪ عن أبی هریرة قال: تقاضی رجل رسول اللّٰه ﷺ فاغلظ له: فهمّ اصحابه فقال: دعوه، فان لصاحب الحق مقالا. فاشتروا له بعیرا فأعطوه إیّاه. قالوا: لا نجد إلّا أفضل من سنه قال: إشتروه فأعطوه، فان خیرکم أحسنکم قضاء.[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے (قرض کا) تقاضہ کیا اور اس نے آپ ﷺ سے درشت گوئی سے کلام کیا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص کو ادب سکھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ حقدار کو بات کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے ایک اونٹ خریدو اور اسے دے دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: ہم اس سے عمر میں زیادہ اچھا ہی پاتے ہیں (اس جیسا نہیں پاتے) آپ نے فرمایا: وہی خرید کر اسے دے دو، تم میں سے اچھا وہی ہے جو ادائیگی اچھی کرے۔

⑫ عن ابی رافع قال: استسلف رسول اللّٰه ﷺ بکرا، فجاءته إبل من الصدقة. قال ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ: فأمرنی أن أقضی الرجل بکره فقلت: لا أجد إلّا جملا خیارا رباعیا. فقال رسول اللّٰه ﷺ: إعطه إیاه فإن خیر الناس أحسنهم قضاء.[2]

---

[1] رواہ مسلم، مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار، حدیث نمبر ۸
[2] مشکوۃ المصابیح حوالہ بالا حدیث نمبر ۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی شخص سے ایک نوجوان اونٹ قرض لیا۔ پھر آپ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے، ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: مجھے آپ نے حکم دیا کہ میں اس شخص کو نوجوان اونٹ دوں۔ میں نے عرض کیا: مجھے تو ان اونٹوں میں چار دانتوں والے اس سے اچھے اونٹ ہی نظر آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے یہی دے دو۔ انسانوں میں سے اچھے وہی ہیں جو (قرض کی) ادائیگی زیادہ اچھے طریقہ پر کرتے ہیں۔

۱۳ عن جابر قال: كان لي على النبي ﷺ دين فقضا لي وزادني.[1]

ترجمہ: جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میرا نبی اکرم ﷺ پر قرض تھا آپ نے وہ مجھے پورا پورا ادا کر دیا بلکہ کچھ زیادہ بھی دیا۔

۱۴ عن عبدالله بن أبي ربيعه قال: أستقرض مني النبي ﷺ أربعين ألفا. فجاء مال فدفعه إليّ. فقال: بارك الله في أهلك ومالك، أنما جزاء السلف الحمد والأداء.[2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لئے۔ جب (صدقہ یا غنیمت کا) مال آیا تو آپ نے میرا قرض واپس کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا: اللہ کریم تیرے اہل اور تیرے مال میں برکت دے، بلاشبہ قرض کا بدلہ تو شکریہ اور ادائیگی ہی ہے۔

---

[1] حوالہ مذکورہ حدیث نمبر ۲۵

[2] حوالہ مذکورہ، حدیث نمبر ۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ارشادگرامی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرض کی حسن ادائیگی کا کم ازکم درجہ یہ ہے کہ ادائیگی کے ساتھ شکریہ بھی ادا کیا جائے، ادھار کی صورت میں مدت ادائیگی کا تعین ضروری ہے کیونکہ جہالت مدت ادائیگی میں رکاوٹ کا ذریعہ بن سکتی ہے، حالانکہ معاہدہ بیع کی رو سے ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ مدت جہالت کا دوسرا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بائع (یا ادھار دینے والا) تھوڑی ہی مدت کے بعد ادائیگی کا مطالبہ شروع کرسکتا ہے اور مشتری یا مقروض مدت ادائیگی کے متعین نہ ہونے کی وجہ سے ادائیگی مؤخر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کش مکش کا نتیجہ تنازعہ کی صورت میں نکلتا ہے جوکہ اسلام کے قانونِ تجارت میں نہایت مکروہ ہے۔

② رہن

قرض اور ادھار کا لین دین ضروری نہیں کہ واقفِ حال یا دوستوں ہی سے کیا جائے۔ اسلام کے قانونِ تجارت میں خیر اور تعاون کا یہ دروازہ اجنبیوں اور پرایوں کے لئے بھی کھلا ہے۔ البتہ قرض خواہ اپنے قرض کا تحفظ چاہتا ہے جس کا حل اسلام کے حکیمانہ نظام نے ''رہن'' کے جواز سے کر دیا ہے یعنی اگر قرض لینے والا کسی قدر ناقابلِ اعتبار ہے یا اجنبی ہے، مگر وہ حاجت مند ہے تو اسلام کے قانونِ تجارت نے اجازت دی ہے کہ اس کی کوئی قیمتی چیز مثلاً زیور، زمین، مویشی وغیرہ رہن رکھ کر اسے قرضہ دیا جائے۔ آج کل کے ترقی یافتہ معاشی دور میں بیمہ کمپنی کے ذریعے یہی کام ہوتا ہے، مگر اسلام کے قانون رہن اور سرمایہ دارانہ نظام بیمہ میں فرق حلال اور حرام کا ہے جبکہ سود اور جوا کے ناپاک عناصر نے سرمایہ دارانہ بیمہ کو حرام کر دیا ہے۔

رہن کے قواعد وضوابط:

اسلام کے قانونِ تجارت نے رہن کے چند بنیادی قواعد وضوابط مقرر کر دیئے ہیں جن کی موجودگی میں رہن کا جواز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱) مرہونہ (Pledged) شئے کے نفع ونقصان کا ذمہ دار راہن (اصل مالک) ہے اور اس سے حاصل ہونے والے وقتی فوائد یا معمولی منافع مرتہن (رہن رکھنے والا) کے حق خدمت اور حق حفاظت مرہونہ یا اس کی دیکھ بھال پر کیئے گئے اخراجات کا بدلہ ہوں گے۔ البتہ اس کے دیرپا ثمرات اصل مالک کے ہوں گے مثلاً محمود نے ذوالفقار کے پاس قرض کی ضمانت کے طور پر اپنی گائے رہن رکھی۔ اب گائے مرجائے یا چوری ہو جائے تو محمود کی، گائے نے نر یا مادہ بچہ جنا تو بھی محمود کا، لیکن گائے کا دودھ ذوالفقار کے لئے حلال ہوگا کیونکہ یہ حق خدمت اور اس کی پرورش کے اخراجات کا معاوضہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے کئی ارشادات اس قانون کی تائید میں ہیں مثلاً:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: الظهر يركب بنفقته إذا كان مرهونا، ولبن الدر يشرب بنفقته إذا كان مرهونا، وعلى الذی يركب ويشرب النفقة.[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواری کے جانور پر اس پر خرچ کرنے کے بدلے سواری کی جاسکتی ہے جبکہ اسے گروی رکھا جائے، اسی طرح دودھیلے جانور کا دودھ اس پر خرچ کرنے کے بدلے پیا جاسکتا ہے جب وہ گروی رکھا جائے۔ جو سوار ہوتا ہے اور دودھ پیتا ہے اس کے ذمہ اس کا خرچ ہے۔

وعن سعيد بن المسيب رحمه الله تعالیٰ أن رسول الله

---

[1] رواه البخاری بحواله مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب السلم والرهن، حديث نمبر ٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ قال: لا يغلق الرهن من صاحبه الذی رهنه له غنمه وعليه غرمه۔[1]

ترجمہ: حضرت سعید بن میبب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہن اپنے اس مالک کو جس نے رہن رکھا روک نہیں سکتا اس کے لئے اس کے منافع بھی ہیں اور اس پر اس کا تاوان بھی ہے۔

⑫ مذکورہ حدیث نمبر ۲ سے یہ قانون بھی بنتا ہے کہ مرہونہ مال پر اگر سرکاری ٹیکس یا کسی دوسرے شخص کا حق بنتا ہے تو وہ مالک (الراہن) ہی ادا کرے گا۔

⑬ جانور (سواری کا ہو یا دودھیال) کے علاوہ کسی دوسری مرہون شی مثلاً مکان، دوکان، زیور وغیرہ سے استفادہ کرنے کی اجازت نہیں اور اگر مرتہن انہیں کرایہ یا اجرت پر باجازت راہن دے تو کرایہ اور اجرت اصل مالک (راہن) ہی کو ملیں گے۔

⑭ یہی قانون زمین کے لئے ہے اگر مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا جائے) زمین خود کاشت کرے تو بحیثیت کاشتکار وہ صرف اپنے حصہ پیداوار کا حقدار ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص کو بٹائی پر دے تو بٹائی اصل مالک کو ملے گی۔

③ دیوالیہ اور قرقی

معاشی مجبوریاں بھی اپنا عجیب رنگ لاتی ہیں، کئی بار مفلس مقروض جب اپنا قرض کبھی بھی ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا تو فقہاء اس مقروض کو مفلس (جس کا اردو ترجمہ دیوالیہ کیا جاتا ہے) کہتے ہیں۔ دیوالیہ یا مفلس کے فقہاء نے قوانین بیان کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

[1] رواہ الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بحوالہ مشکوۃ المصابیح، حوالہ بالا حدیث نمبر ۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ مفلس آدمی دیوالیہ ہونے کے باوجود قرض کی ذمہ داری سے بری نہیں ہوتا۔ عدالت اس سے قرض خواہ کو قرض واپس دلوانے کی مجاز ہوگی، خواہ اس کا اثاثہ ہی فروخت کرنا پڑے۔ اس سلسلہ میں یہ نظیر ملاحظہ کریں۔

عن عبدالرحمن بن كعب بن مالك قال: كان معاذا شابا سخيا وكان لا يمسك شيئا. فلم يزل يدان حتى أغرق ماله كله في الدين، فأتى النبي ﷺ فكلمه ليكلم غرماء ه فلو تركوا لأحد لتركوا لمعاذ لاجل رسول الله ﷺ، فباع رسول الله ﷺ لهم ماله حتى قام معاذ بغير شي.[1]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخی نوجوان تھے۔ اپنے پاس کچھ بچا کر نہیں رکھا کرتے تھے۔ وہ (سخاوت کے لئے) لوگوں سے قرض لیتے رہے حتیٰ کہ ان کا سارا مال قرضہ میں دھر لیا گیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کے قرض خواہوں سے بات کریں۔ اگر قرض خواہ معاف کرنے والے ہوتے تو آپ ﷺ کی خاطر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف کرتے (مگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے تو) آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال ان کے قرض خواہوں کو فروخت کرنا شروع کیا حتیٰ کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالی دامن اٹھ کھڑے ہوئے۔

⑫ مفلس یا دیوالیہ شخص کے پاس اگر قرض خواہ اپنا اصل مال پالے تو فوراً لے

[1] رواه سعيد رحمه الله تعالىٰ في سننه مرسلا بحواله مشكوة، باب الافلاس والانظار، حديث نمبر ١٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے۔ یہ نظیر دیکھیں۔

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: أيما رجل أفلس فأدرك رجل ماله بعينه فهو أحق من غيره.[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مفلس ہو جائے اور کوئی قرض خواہ اس کے پاس اپنا اصل مال (جو قرضہ میں دیا تھا) پائے تو وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات مقروض جو چیز یا رقم قرض لیتا ہے وہ اس کے پاس ہونے کے باوجود بھی اتنا مجبور ومقہور ہوتا ہے کہ اسے مالک یا قرضخواہ کو واپس نہیں کر سکتا۔ مثلاً کسی دوسرے قرض کی ادائیگی کے لئے یا ہنگامی ضرورت کے لئے۔

⑬ اگر قرض خواہ ایک سے زائد ہوں تو عدالت مقروض (مفلس، دیوالیہ) کا اثاثہ فروخت کر کے اسے قرض خواہوں میں ان کے قرضوں کی نسبت سے تقسیم کر دے۔ یہ نظیر قابل توجہ ہے۔

عن أبی سعيد قال: أصيب رجل فی عهد النبی ﷺ فی ثمار أبتاعها فكثر دينه. فقال رسول الله ﷺ: تصدقوا عليه، فتصدق الناس عليه فلم يبلغ ذلك وفاء دينه. فقال رسول الله ﷺ لغرماءه: خذوا ما وجدتم وليس لكم إلا ذلك.[2]

---

[1] متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ باب الافلاس والانظار، حدیث نمبر ۱

[2] رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار، حدیث نمبر ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص نے پھل خریدے جس میں اسے نقصان ہوا اور اس پر قرض بہت چڑھ گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ترغیب دی: انہیں صدقہ دو لوگوں نے انہیں صدقہ دیا مگر صدقہ کی مقدار اتنی نہ ہوسکی جو ان کا قرض چکانے کے لئے کافی ہوتی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے فرمایا: جو کچھ تمہیں ملتا ہے وہ لے لو اور اس کے سوا اور تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔

(۱۲) جب کوئی مقروض دیوالیہ ہو جائے تو جو کچھ اس کا مال اسباب اس کے پاس ہوتا ہے وہ اس کا نہیں رہتا۔ لہٰذا اسے اس میں تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ عدالت اسے ایسا کرنے سے منع کر دیتی ہے۔ عدالت کے اس منع کرنے کو فقہ میں حجر جس کا اردو زبان میں ترجمہ قرقی (Inhibitation) ہے۔

عن كعب بن مالك عن أبيه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حجر على معاذ ماله وباعه في دين عليه۔[1]

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مال میں تصرف سے منع فرما دیا اور اسے ان کا قرضہ کے چکانے کے لئے فروخت کر دیا۔

(۴) قیمتوں پر کنٹرول

قیمتوں کا عادلانہ معیار معاشی عدل وانصاف اور معاشرتی امن وخوشحالی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اسلام کا قانونِ تجارت قیمتوں کے منصفانہ ہونے کا مبلغ

[1] رواه الدار القطني وصححه الحاكم واخرجه ابوداود مرسلا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور معالج تو ہے مگر وہ سوائے استثنائی صورتوں (Exceptional Cases) کے کسی بیرونی قوت کے ذریعے قیمتوں کو کسی سطح پر لانے کا داعی نہیں۔ اسلام کے قانون تجارت کے مطابق قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی بنیاد طلب و رسد (Demand and Supply) کی باہمی مناسبتوں پر مبنی ہے۔ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی اصل وجہ بنیادی اشیاء ضرورت کی مصنوعی قلت ہے جو احتکار اور دیگر غیر اسلامی تجارتی صورتوں سے وجود میں آتی ہے، جس کے علاج کے لئے اسلام ایسے تمام استحصالی حربوں کو حرام قرار دیتا ہے، اور یوں اشیاء ضرورت اور دیگر اشیاء کو کھلی منڈی میں بافراط لانے کے دروازے کھول دیتا ہے۔ جب اشیاء بازار میں قدرتی طریقہ پر آئیں اور ان کی طلب قدرتی طریقہ پر ہوتی رہے تو قیمتیں اپنی مناسب سطح پر رہیں گی۔ جب اشیاء کی قلت نہیں ہوتی اور وہ صارفین کی طلب کے برابر یا قریب قریب ہوں گی تو قیمتوں کے غیر فطری اتار چڑھاؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسلام نے حکومت یا کسی بیرونی طاقت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنے آہنی پنجوں سے قیمتوں کو ایک معیار پر کس دے، اور یوں اس آہنی پنجہ میں طلب و رسد کے قدرتی نظام کو جکڑ دیا جائے۔ البتہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ مصنوعی قلت کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ احتکار اور اجارہ داری کے تمام مکروہ حیلوں کو ختم کرے، اور اگر قدرتی آفات یا ناگہانی صورتوں سے اشیاء کی قلت پیدا ہو تو حکومت اس کو ختم کرنے کے لئے بیرونی ذرائع سے اشیاء حاصل کرے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظیر قابل تقلید ہے، جب ۱۸ھ میں مدینہ منورہ اور آس پاس کے علاقوں میں قحط کے آثار نمایاں ہوئے اور قیمتیں چڑھ گئیں، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر و شام سے غلہ اور ضروریاتِ زندگی کے لدے پھندے قافلے منگوائے اور یوں قیمتیں اپنی قدرتی سطح پر آ گئیں، اور اللہ کریم نے اپنا کرم کر کے قحط کی صورت ختم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردی۔[1]

موجودہ حکومتوں نے قیمتوں پر کنٹرول کی صورت میں تجار اور صارفین دونوں کے معاشی استحصال کا ہتھیار اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے، جسے وہ جب چاہیں بے رحمانہ چلائیں، اور غریب عوام بیچارے کچھ بولنے کی سکت نہیں رکھتے، حکومت کے اس ہتھیار کی کئی صورتیں ہوتی ہیں: مثلاً درآمدی ٹیکسوں کا بوجھ بڑھا دیا جاتا ہے، دوکان داروں پر روز فزوں سیلز ٹیکس لگا کر اس خنجر کی دھار کو تیز کر دیا جاتا ہے۔

اسلام کے عادلانہ قانونِ تجارت نے قیمتوں کے نظام کو اختیاری تصرفات سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ قیمتیں مقرر کر دیں تو آپ نے انکار فرما دیا۔ اس ضمن میں چند نظائر قابلِ توجہ ہیں:

(۱) روی عن أنس قال: غلا السعر على عهد النبى ﷺ فقالوا: يا رسول الله! لو سعرت لنا، فقال: إنَّ الله هو القابض، الرازق، الباسط، المسعر، وأنّى لأرجوا أن ألقى الله ولا يطالبنى أحد بمظلمة ظلمتها إيّاه فى دم ولا مال۔[2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک بار بھاؤ چڑھ گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے درخواست کی یا رسول اللہ! اگر آپ ہمارے لئے بھاؤ مقرر کر دیں (تو کیا اچھا ہو!)۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ابن جوزی: سيرة عمر بن الخطاب، مطبع سعادت، قاهره: ۱۳۴۲ھ، ص ۱۵۴

[2] رواه الترمذی، وابن ماجه وابوداود، بحواله مشكوة، باب الاحتكار، حديث نمبر ۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقیناً اللہ کریم ہی قدرت والے ہیں۔ رزق عطا کرنے والے ہیں، کشادگی پیدا کرنے والے ہیں، بھاؤ مقرر کرنے والے ہیں۔ اور میں تو یہ تمنا لئے ہوئے ہوں کہ میں اللہ کریم کو اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے ایسے ظلم کا مطالبہ نہ کرے جو میں نے اس پر کیا ہو، وہ ظلم خون کے بارے میں ہو یا مال کے بارے میں۔

⑫ عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! سعر لنا. فقال: بل أدعوا الله، ثم جاء ه رجل فقال: يا رسول الله! سعر لنا، فقال: بل الله يرفع ويخفض وأنى لأرجوا أن ألقى الله وليست لأحد عندى مظلمة۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! ہمارے لئے نرخ مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: بس میں تو دعا کر سکتا ہوں، پھر اسی طرح ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی یہی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: بھاؤ چڑھانے اور گرانے والے تو اللہ کریم ہی ہیں۔ اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کریم سے اس حال میں ملوں کہ میرے ذمہ کسی پر ظلم کیا ہوا نہ ہو۔

ابوداؤد میں ہے:

⑬ أنّ السعر غلا فی زمن رسول الله ﷺ فقال الناس لرسول الله ﷺ: أن السعر قد غلا فوظف وظيفة

[1] رواه الطبرانی فی الاوسط. الهيثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد، كتاب البيوع، باب التسعير

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقوم عليها، فقال: إن الرخص والغلا بيد الله. ليس لنا أن نجوّز أمر الله وقضاءه.[۱]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں قیمتیں چڑھ گئیں۔ لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: بھاؤ چڑھ گئے ہیں، آپ اپنی طرف سے ایک بھاؤ مقرر فرما دیں تاکہ ہم اس پر قائم رہیں۔ آپ نے فرمایا: یقیناً سستا اور مہنگا کرنا تو اللہ کریم کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ اللہ کریم کے فیصلہ اور تقدیر میں دراندازی کریں۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قیمتوں کے کنٹرول کے لئے حکومتی دست اندازیوں اور ہتھکنڈوں کو قتل کے جرم کے برابر قرار دیا ہے، خواہ یہ ظلم صارفین پر ہوتا ہو یا تاجران پر، حکومت کی بات تو الگ رہی اس کا پنجہ تو سخت گیر ہوتا ہے، آپ ﷺ نے تلقی الرکبان، بیع الحاضر لباد اور احتکار کو منع کر کے عام باشندوں تک کو بازار میں رسد پر اثر انداز ہونے اور نتیجۃً قیمتوں کے متاثر کرنے کو گوارا نہیں فرمایا، بلکہ اس قسم کے استحصالی حربوں کو بہت بڑا گناہ قرار دیا۔

قیمتوں پر کنٹرول کے نقصانات:

قیمتوں پر کنٹرول کے موجودہ طریقہ کار (جو سرمایہ دارانہ نظام کا ایک اور تحفہ ہے) کے بہت واضح نقصانات ہیں، جن کا نشانہ غریب صارفین اور تجار دونوں بنتے ہیں۔ مثلاً۔

(۱) اگر حکومت تاجران کے اخراجات سے کم قیمتیں مقرر کر دے تو اشیاء ضرورت

[۱] ابو داود: السنن، کتاب البیوع، باب فی التسعیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پیداوار رک جاتی ہے، وہ بازار سے غائب ہو جاتی ہیں اور نتیجۃً قیمتیں ایک بار پھر آسمان سے باتیں کرنے لگ جاتی ہیں، یا وہ اشیاء بلیک مارکیٹ (السوق السوداء) میں فروخت ہونے لگتی ہیں، جس کے مضر اثرات سے معاشیات کا ادنی طالب علم بھی واقف ہے۔

⑫ قیمتوں پر کنٹرول چور بازاری کو جنم دیتا ہے۔ کنٹرول کے دنوں میں حکومت بظاہر عوام کے فائدہ کی غرض سے جن اشیاء کی قیمتیں مقرر کرتی ہے ان کے ڈپو کھول یا مقرر کر دیتی ہے۔ یہ ڈپوز کہاں کہاں کھلتے ہیں؟ ان کا پرمٹ کن اور کیسے اشخاص کو بطور سیاسی رشوت کے ملتا ہے؟ یا ان ڈپو ہولڈروں سے کس قدر بھاری رشوت لے کر انہیں پرمٹ دیا جاتا ہے وہ ڈپو ہولڈر غریب صارفین کو اشیاء کس نرخ پر اور کس طرح تول کر دیتے ہیں اور کن کو بالکل نہیں دیتے اور کن کو نوازتے ہیں؟ ان کا اپنا منافع کس قدر ہوتا ہے اور صارفین کو کیا دشواریاں برداشت کرنا پڑتی ہیں؟ اگر ان تمام تلخ حقائق اور دلخراش موضوعات کو صرف نظر بھی کر لیا جائے تب بھی یہ سوال سوال ہی رہتا ہے کہ کیا صارفین کو اس کنٹرول ریٹ پر وہ اشیاء ان کی ضرورت اور احتیاج کے مطابق ملتی ہیں؟

⑬ ان ڈپوز (Depots) کی اشیاء میں عموماً ملاوٹ ہوتی ہے، وہ غیر معیاری بلکہ مضر صحت ہوتی ہیں۔ کیا یہ سب کچھ کنٹرول ریٹ (Control Rate) کی کرشمہ سازی نہیں ہے؟

⑭ قیمتوں پر کنٹرول کی شکل میں قرآن کا تجارتی قانون ﴿إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾ پورا نہیں ہوتا۔ جس کی روشنی میں تجارتی لین دین، خرید و فروخت تو باہمی رضامندی سے ہونا چاہئے۔ مگر یہاں تو تاجر اور صارف دونوں ایک کنٹرول اور جبر کے تحت معاملہ کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء امت کی آراء:

نرخ مقرر کرنے (تسعیر) کی ممانعت پر تمام فقہاء امت کا اتفاق ہے حنبلی فقیہ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن احمد ابن قدامہ المقدسی (م ۶۸۲ھ) لکھتے ہیں۔

رئیس مملکت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ عوام کے لئے اشیاء ضرورت کے بھاؤ مقرر کر دے بلکہ لوگ جس طرح چاہیں فروخت کر سکیں۔ یہی مسلک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔[۱]

فقہاء احناف کا مسلک فقیہہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''الہدایہ'' میں یوں تحریر فرمایا ہے۔

''سلطان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ لوگوں کو متعین نرخوں کا پابند کر دے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: نرخ مقرر نہ کرو کیونکہ اللہ کریم نرخ مقرر کرنے والا ہے۔ تنگی پیدا کرنے والا ہے، فراخی پیدا کرنے والا ہے رزق عطا کرنے والا ہے''

اور دوسرے یہ بھی کہ قیمت (بتانا) عقد بیع کرنے والے کا حق ہے۔ لہٰذا اس کا تعین بھی وہی کر سکتا ہے۔ لہٰذا سلطان کو اس کے حق میں دراندازی نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ اگر ضرر عامہ کا ازالہ اس کا تقاضا کرے (تو اور بات ہے) اگر تاجرانِ اناج من مانی قیمتیں وصول کرتے ہوں اور (منصفانہ) قیمت سے زائد دام وصول کرتے ہوں اور قاضی نرخ مقرر کرنے کے سوا کسی دوسرے طریقہ سے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں اہل الرائے اور صاحب بصیرت افراد کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔[۲]

---

[۱] ابن قدامه المقدسي: الشرح الكبير على هامش المغني، قاهره: ۴/۴۴، ۴۵

[۲] مرغيناني: الهدايه، باب الكراهية

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابرتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہدایہ کی شرح ''عنایہ'' میں ''تعدی فاحش'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ۔

''مثلاً ایک بوری اناج کی قیمت سو (۱۰۰) درہم وصول کریں جب کہ اس کی قیمت خرید صرف ۵۰ درہم ہو تو مسلمانوں کو ضرر سے بچانے کے لئے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔[۱]

آپ نے ان دونوں عبارتوں سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ گو احناف تسعیر کے قائل ہیں مگر وہ صرف اور صرف اس صورت میں جب کوئی منافع خور تاجر اپنے ابنائے جنس کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھا کر انہیں اناج یا دیگر اشیاء ضرورت اتنے زیادہ نفع پر بیچنا شروع کر دے جو عوام کی برداشت سے باہر ہو۔ دوسرے گو احناف نے تسعیر (قیمتوں کا کنٹرول) کی اجازت دی ہے مگر اسے بالکراہت جائز قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس اجازت کا ذکر کتب فقہ میں باب الکراہۃ میں کیا ہے (یعنی ایسی اشیاء یا ایسے امور کا بیان جن کا کرنا مکروہ ہے)۔

قیمتوں پر کنٹرول کے باب میں غبن فاحش کا بیان کرنا نہایت اہم ہے کیونکہ یہی غبن فاحش ہی وہ اصل وجہ ہے جس نے تسعیر (پرائس کنٹرول) کے نظریہ کو جنم دیا ہے۔ فقہاء اسلام نے اپنی کتابوں میں اس پر مفصل باب باندھا ہے۔ یہاں ان کی بحث کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

غبن فاحش:

غبن فاحش کے معنی ہیں منافع خوری کی منصفانہ حد سے زیادہ مقدار (Exorblitant Rate Of Profit) اسلام کے عادلانہ نظام نے تجارت کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے نفع اٹھائیں۔ شریعت مطہرہ نے اس نفع

---

[۱] البابرتی، اکمل الدین محمد بن محمد: العنایۃ (شرح الهدایہ) باب الکراهیۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوئی حد مقرر نہیں کی، نہ ہی نفع کمانے سے منع کیا ہے، البتہ غبنِ فاحش کو گوارا نہیں کیا۔ اس منافع کی اجازت کو سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھنے والے تاجران، کارخانہ داران اور مل مالکان نے غبن فاحش کی وجہ جواز بنا لیا ہے۔ گو خریدار اور فروخت کرنے والا دونوں چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے زیادہ نفع اٹھائیں مگر خریدار (صارف) عموماً محتاج ہوتا ہے جب کہ فروخت کرنے والا مستغنی بن بیٹھتا ہے، لہٰذا وہ اکثر اوقات صارفین کی حاجت مندی کا استحصال کرتا ہے۔ اس استحصال کو اسلام کے قانونِ تجارت نے ممنوع کر دیا ہے۔

غبنِ فاحش کے ضمن میں دو باتیں غور طلب ہیں۔

(۱) کیا غبنِ فاحش کی کوئی حد مقرر کی جا سکتی ہے؟

(۲) غبنِ فاحش والے معاملہ بیع کا کیا حکم ہے؟

ان دونوں سوالات کا جواب اکٹھا دیا جاتا ہے۔

غبنِ فاحش کی حد مقرر کرنے پر فقہاء اسلام کا اختلاف ہے، فقہاء مالکیہ کی رائے میں غبن فاحش اس وقت ہوتا ہے جب مال تہائی قیمت سے زیادہ نقصان پر بکے۔ فقہاء مالکیہ کی زیادہ معتبر رائے یہ ہے کہ اگر مال کے دام واضح طور پر بہت ہی زیادہ ہوں۔ یا واضح طور پر بہت ہی کم ہوں تو غبن فاحش ہوگا۔ اس صورت میں اگر مال (مبیع) میں تصرف نہ کیا گیا ہو اور مال کی بیع پر ایک سال نہ گزرا ہو تو مال واپس کرنے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔[1]

فقہاء حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے کہ غبن فاحش کی صورت میں مال واپس کیا جا سکتا ہے۔ البتہ انہوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ فریقین کو صحیح دام (منصفانہ اور معیاری قیمت) معلوم ہونے کے باوجود غبن فاحش کیا گیا ہو۔[2]

---

[1] عبدالرحمٰن الجزیری: کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، ج ۲ قسم المعاملات، کتاب البیوع، فصل الغبن الفاحش [2] الغبن الفاحش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء احناف کی رائے میں غبن فاحش ایسی قیمت کو کہتے ہیں۔ جو قیمت لگانے کے اندازہ سے باہر ہو مثلاً کسی نے کوئی چیز دس روپے میں خریدی مگر واقف کاروں (قیمت والوں) میں سے کسی نے پانچ دراہم، کسی نے چھ درہم، کسی نے سات درہم بتائی مگر کسی نے بھی دس یا نو درہم نہ بتائی، تو کہا جائے گا کہ وہ قیمت کسی بھی قیمت مقرر کرنے والے کے اندازہ سے زیادہ ہے، لہٰذا یہ قیمت غبن فاحش ہے۔ اگر یہ قیمت کسی بھی قیمت لگانے والے کے اندازہ میں آجاتی تو غبن فاحش نہ ہوتی۔ غبن فاحش والا معاہدہ بیع منسوخ ہوسکتا ہے فقہاء شوافع کی بھی یہی رائے ہے۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ غبن فاحش یا بہت ہی زیادہ منافع لینے والے تجار کو حکومت عادلانہ قیمتوں پر سامان فروخت کرنے پر مجبور کرسکتی ہے۔ اور انفرادی طور پر ایسے تجار کے سودے منسوخ کر کے انہیں تادیبی سزا بھی دی جاسکتی ہے، جو کہ انہیں ایک مدت تک کاروبار تجارت بند کرنا بھی ہوسکتی ہے۔

⑤ نظامِ حسبہ

اسلام کا قانونِ تجارت کاروبار تجارت کو ذریعہ برکت وفلاح اور خدمتِ خلق اور تعاون بین الناس بنانا چاہتا ہے نہ کہ صرف نفع کمانے اور ابنائے جنس کا معاشی استحصال کرنے کا ذریعہ۔ تجارت کے فوائد کے حصول اور اس کے ذریعے مفسدات اور مضرات سے بچاؤ کے لئے اسلام نے اسلامی ریاست کو حق دیا ہے کہ وہ حسبہ کا نظام قائم کرے۔ گو اس کا نظام حسبہ صرف تجارتی کاروبار مالیاتی لین دین کی اصلاح تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ کار ہر معروف کا حکم کرنے اور بدی سے روکنے تک پھیلا ہوا ہے، اور اس کی اساس ان قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پر رکھی گئی ہے جو نیکی کا حکم کرنے اور بدی سے روکنے کے لئے وارد ہوئی ہیں۔ مگر یہاں ہمارا موضوع

[1] حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث چونکہ تجارت ہے لہٰذا یہاں حسبہ کے تجارتی اصلاح کے پہلو کو زیرِ بحث لایا جارہا ہے۔

نظامِ حسبہ کا مقصد تجارتی کاروبار کو چند خاص آداب اور ضوابط کا پابند بنانا ہے۔ اس کارِ خیر کا آغاز بھی نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک عہد میں کر دیا تھا۔ آپ ﷺ بنفسِ نفیس بازار میں تشریف لے جاتے اور تجارتی سرگرمیوں کی نگرانی فرماتے۔ ایک دن آپ مدینہ منورہ کے بازار میں چل رہے تھے، آپ نے ایک دوکان دار کو دیکھا جو اپنا اناج بیچ رہا تھا۔ آپ ﷺ کو شک گذرا تو آپ نے اناج میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ یہ نظیر قابلِ توجہ ہے:

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله ﷺ مرّ على صُبرةِ طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بلل فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، من غش فليس منا۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک اناج کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر دیکھا تو آپ کے ہاتھ کی انگلیاں نمی سے تر ہو گئیں۔ آپ نے دریافت کیا: اے اناج والے! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یہ آسمانی اوس کا اثر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: پھر تو نے اسے اناج کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا تاکہ (صارفین) لوگ اسے دیکھ لیتے اور دھوکہ سے بچ جاتے۔ یاد رکھو! جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں

[1] مسلم: صحیح بحواله، مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نہیں ہے۔

آپ ﷺ کا تلقی الجلب اور بیع الحاضر لباد کا ممنوع قرار دینا اس نظام حسبہ کی ہی ایک کڑی تھی۔ بیع کے ان دونوں طریقوں کے ذریعے ہوشیار شہری تاجر شہریوں اور دیہاتیوں دونوں کا معاشی استحصال کیا کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے تجارتی معاملات اور کاروبار کی نگرانی کے لئے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقرر کر رکھا تھا۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بازار کی نگرانی کے لئے حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا تھا۔[2] بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کار خیر خود انجام دیا کرتے تھے۔ ایک بار اسی طرح بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کا پانی ملا دودھ دیکھ کر (اس دودھ کو) بہا دیا۔[3]

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد کے ادوار میں مسلمان خلفاء اور بادشاہوں نے نظامِ حسبہ کو مضبوط تر اور اس کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر کر دیا۔ محتسب کی ذمہ داریاں نہ صرف مبیع کے معیار تک منحصر رہیں بلکہ ان میں مبیع سے کہیں زیادہ اہم امر یعنی بیع وشراء کے اصولوں کی ترویج وعملداری پر نظر رکھنا بھی شامل تھا۔

آیئے سب سے پہلے محتسب کی ان ذمہ داریوں پر نظر ڈالتے ہیں جن کا تعلق مبیع کے معیار سے ہے۔ ہم اس ضمن میں جو جو احکامات جن جن اشیاء وخدمات کے بارے میں نقل کریں گے گو ان کا تعلق ہماری آج کی معاشی سرگرمیوں سے بہت کم ہے، مگر ان کی روشنی میں ہم ہی آج کی تجارتی خرابیوں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے اس سلسلہ میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "الحسبہ فی

[1] رسالہ لواء الاسلام، قاہرہ: جون ۱۹۵۳ء

[2] علی المتقی: کنزالعمال، ج ۳، روایات نمبر ۲۶۵۲، ۲۶۵۸، دائرۃ المعارف، حیدر آباد (ہند) ۱۳۱۲ھ

[3] حوالہ بالا: جلد ۳ روایات ۲۶۵۲، ۲۶۵۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاسلام" اور "السياسة فی احوال الراعی والرعية" ابن اخوۃ کی کتاب "معالم القربة فی احكام الحسبه" ابن قیم جوزیہ کی کتاب "الطرق الحكمية فی السياسة الشرعية" الماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "الاحكام السلطانيه" ہیں۔ ان میں سے ابن اخوۃ وہ ممتاز عالم دین ہیں جنہوں نے حسبہ کے کاروباری پہلو پر بالتفصیل بحث کی ہے۔

انہوں نے آٹا پیسنے والوں، تنوری روٹی پکانے والوں، سوئی بنانے والوں اور کنگھی بنانے والوں سے لے کر جہاز رانوں کے لئے ضابطہ تجارت اور ضابطہ کاروباری اخلاق تحریر کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ فقہاء اسلام کی نگاہ کاروباری معاملات کی اصلاح میں کس قدر وسیع اور دقیق تھی۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

آٹا پیسنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

(محتسب) آٹا پیسنے والوں کو اس کا پابند بنائے گا کہ وہ غلہ کو پیسنے سے پہلے اچھی طرح صاف کریں تا کہ اس سے گرد وغبار دور ہو جائے۔ البتہ انہیں گندم پیسنے سے پہلے اس پر تھوڑا سا پانی چھڑکنے کی اجازت ہوگی کیونکہ ایسا کرنے سے آٹا کی سفیدی زیادہ ہو جاتی ہے۔ محتسب آٹے کا معائنہ کرے گا کیونکہ اکثر اوقات آٹا پیسنے والے اس میں باقلا ملا دیتے ہیں یہاں تک کہ آٹا میں رنگ آ جاتا ہے، یہ دھوکہ دہی ہے۔ محتسب جس کسی کو اس جرم کا مرتکب پائے اسے ٹوکے اور تادیباً سزا دے۔ محتسب لوگوں کو اس امر کا پابند بنائے کہ وہ دلوائی اور صفائی اچھی طرح کر لیا کریں تا کہ آٹا زیادہ صاف اور عمدہ ہو۔[1]

تنوری روٹی پکانے والوں کے بارے میں لکھا:

[1] ابن اخوة محمد بن محمد احمد القرشی: معالم القربة فی احكام الحسبة، کیمبرج پریس لندن: ۱۹۳۸ء، ص ۸۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محتسب ان لوگوں کو حکم دے گا کہ وہ ہر بار استعمال سے پہلے تنور صاف کرلیا کریں۔ آٹا گوندھنے والا اپنے پاؤں، گھٹنے اور کہنیوں سے آٹا نہ گوندھے کیونکہ اس سے کھانے کی توہین ہوتی ہے، اور بسا اوقات آٹے میں اس کی بغل یا بدن سے پسینہ ٹپک جاتا ہے۔ دن میں آٹا گوندھنے والے کے پاس ایک دوسرا آدمی بیٹھ کر کسی چیز سے مکھیاں اڑائے۔ یہ لوگ تنور سے روٹی اس وقت تک نہ نکالیں جب تک وہ پوری طرح نہ پک جائے، مگر جلنے نہ پائے۔ محتسب کو چاہئے کہ وہ بیکری والوں سے اس بات کا مطالبہ بھی کرے کہ وہ گھروں میں عموماً کھائی جانے والی روٹیاں تیار کریں کیونکہ عوام الناس کو ان کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔[۱]

جہاز رانوں اور کشتی بانوں کے لئے ہدایات دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

جہاز رانوں اور کشتی بانوں سے کہا جائے کہ وہ ان پر معمول سے زیادہ بوجھ اور سواریاں نہ لادیں، ورنہ ان کے ڈوب جانے کا خطرہ ہوگا۔ ان کو تیز ہوا اور آندھی کے دوران سفر کرنے سے روک دے اور جب عورتوں کے ساتھ مردوں کو بھی سوار کریں تو یہ ضروری ہوگا کہ ان کے درمیان پردہ آویزاں کردیں۔[۲]

سوئی بنانے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان لوگوں پر ایک قابل اعتماد اور دیانت دار شخص نگران مقرر کر دیا جائے، البتہ اس شخص کے لئے اس کام سے واقف ہونا ضروری ہے۔ وہ ان لوگوں کو فولادی سوئیوں کو خام لوہے کی سوئیوں میں شامل کرنے سے روکے۔[۳]

کنگھی بنانے والوں کے سلسلہ میں لکھا ہے:

انہیں اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ مردوں اور عورتوں کے استعمال میں آنے والی کنگھیاں صرف بقس رومی (شمشاد) کی سخت لکڑی سے بنائیں۔ محتسب

---

[۱] ابن اخوة محمد بن محمد القرشي: معالم القربة في احكام الحسبه، كيمبرج پريس، لندن: ۱۹۳۸ء، ص ۹۱، ۹۲

[۲] حواله بالا: ص ۲۲۲

[۳] حواله بالا: ص ۲۲٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاریگر کو اچھا کام کرنے کا حکم دے اور یہ بھی کہ کنگھی کے دندانے یکساں اور سیدھے ہوں۔[1]

فقہاءِ اسلام کے مطابق بازار کے محتسب کی ذمہ داریوں میں صرف اشیاء کے خالص یا نا خالص ہونے یا ان کے معیار کی پرکھ ہی نہیں تھا، بلکہ وہ تجار سے یہ مطالبہ بھی کرتا تھا کہ کیا وہ تجارتی کاروبار کے اسلامی اصولوں سے واقف بھی ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں شیخ عبدالحیی الکتانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے حوالے سے ابوعبداللہ بن الحاج کی کتاب "المدخل" کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

⑪ كان عمر بن الخطاب رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يضرب بالدرة من يقعد في السوق وهو لا يعرف الأحكام، وكان يقول: لا يقعد في سوقنا من لا يعرف الربا.[2]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ اس دوکاندار کو درہ سے مارتے جو بازار میں بیٹھتا مگر احکام (تجارت) نہیں جانتا تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے: وہ شخص ہمارے بازاروں میں نہ بیٹھا کرے جو سود کے مسائل نہیں جانتا۔

⑫ كان المحتسب يمشي في الأسواق ويقف على الدوكان، يسئال صاحبه على الأحكام التي تلزمه في سلعته: من أين يدخل عليه الربا فيها؟ وكيف يحترزمنها؟ فإن أجابه، أبقاه في الدكان، وإن جهل شيئا من ذلك، أقامه من الدكان.[3]

---

[1] ابن اخوة محمد بن محمد بن احمد القرشي: معالم القربة في احكام الحسبة، كيمبرج پريس لندن: ۱۹۳۸ء، ص ۲۲۷، ۲۲۸

[2] الكتاني: علامه شيخ عبدالحيي: التراتيب الادارية، ص ۱۸، ۲۰

[3] حواله مذكوره

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: محتسب بازاروں میں چلتا اور دوکان میں جا کر دکان دار سے وہ مسائل دریافت کرتا جن کا معلوم ہونا اس کے لئے اپنا سودا سلف بیچنے کے لئے لازمی تھا۔ مثلاً خرید وفروخت میں سود کہاں کہاں سے داخل ہوتا ہے؟ اس سے کیسے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے؟ اگر دوکان دار سوالات کے جوابات درست دے دیتا تو اسے دوکان میں بیٹھنے دیتا اور اگر وہ ان میں سے معمولی جواب بھی صحیح نہ دے پاتا تو محتسب اس کو دوکان سے اٹھا دیتا۔

⑬ كان مالك رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ يأمر الأمراء فيجمعون التجار والسوقة ويعرضونهم عليه، فاذا وجد أحدا منهم لا يفقه أحكام المعاملات أقامه من السوق وقال له: تعلم أحكام البيع والشراء ثم إجلس في السوق.[1]

ترجمہ: حضرت امام مالک رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ امراء کو حکم دیتے اور وہ تاجروں اور دکان داروں کو اکٹھے کر کے آپ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ کے سامنے پیش کرتے، جب آپ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ ان میں سے کسی ایک کو تجارتی معاملات کا نہ جاننے والا پاتے تو اسے بازار سے اٹھا دیتے اور اس سے ارشاد فرماتے: پہلے خرید وفروخت کے احکام کا علم حاصل کرو پھر بازار میں بیٹھنا۔

⑭ عن مالك أنه لا تجوز شهادة التجار في شيء من الأشياء إلّا أن يتعلموا أحكام البيع والشراء.[2]

ترجمہ: حضرت امام مالک رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ کے بارے میں ہی روایت

---

[1] الكناني: علامه شيخ عبدالحى، التراتيب الادارية: ص ۱۸، ۲۰

[2] حواله بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ تجار کی گواہی اشیاء کے بارے میں قبول نہیں کیا کرتے تھے جب تک وہ خرید وفروخت کے احکام کا علم نہ حاصل کر لیتے۔

⑧ كان التجار فى القديم إذا سافروا استصحبوا معهم فقيها يرجعون إليه فى أمورهم۔[1]

ترجمہ: پرانے زمانہ کے تاجر جب تجارتی سفر پر نکلتے تو اپنے ساتھ ایک فقیہ کو چلنے کی بھی درخواست کرتے، اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے۔

سلف صالحین کو اس اہم موضوع کی اہمیت وافادیت کا اس قدر احساس تھا کہ انہوں نے اپنی نظموں کے موضوع تجارتی معاملات کے علم اور تفقہ ہی کو بنایا۔ شیخ ابو سالم العیاشی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اپنی نظم ”شرع البیوع“ میں لکھتے ہیں ؎

لا تجلسن فى السوق حتى تعلما ❁ ما حل من بيع وما قد حرما
وفى الشراء أيضا وذاك واجب ❁ أيضا على جميع من يسبب

ترجمہ: بازار میں بیٹھنے کی اجازت نہیں جب تک تجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ بیع میں کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ اسی طرح خریدنے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ خرید وفروخت کے حلال و حرام کا یہ علم دوکان دار کے سوا ان اشخاص کے لئے بھی ضروری ہے جو تجارتی کاروبار سے متعلق ہوں۔

ابوزید تلمسانی نے اس بارے میں لکھا ہے ؎

ولم يحل جلوسه فى الشرع ❁ حتى يكون عارفا بالبيع
أعنى به فى سائر الأسواق ❁ وذاك معلوم بالإتفاق

ترجمہ: شریعت کی رو سے کسی شخص کو بازار میں بیٹھنے کی اجازت نہیں

[1] حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک وہ تجارت (کے آداب) کا ماہر نہ ہو اور یہ شرط تمام قسم کے تجارتی بازاروں میں بیٹھنے کے لئے بھی ہے اور اس پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔

موجودہ دور میں تو نظام حسبہ کی ضرورت ایک اور طرح سے بھی زیادہ ہوگئی ہے کہ اس وقت کسی کاروباری فرد کے فیصلے بازار میں اشیاء و خدمات (Goods & Services) کی طلب و رسد کو اس سے کہیں زیادہ متاثر کرتے ہیں جتنا زمانہ قدیم میں کرتے تھے۔ آج کل تو بڑے کارخانہ دار اور مل مالکان لاکھوں صارفین کے لئے اشیاء تیار کرتے ہیں۔ اور جب سے مغرب کے نظام سرمایہ داری نے اجارہ داری (Monopoly) کے استحصالی حربہ کو قانونی جواز عنایت کر دیا ہے اس وقت سے اجارہ دار کے ہاتھ میں ایسی تلوار دے دی گئی ہے جس سے وہ ابنائے جنس کا خون کرتا ہے مگر خون کا قطرہ نہیں گرنے دیتا۔ اشیاء کی منڈی میں سٹہ بازی جوا اور دھوکہ دہی نے نظام حسبہ کے رواج دینے کو وقت کی اہم ضرورت بنا دیا ہے۔

⑥ تجارتی سود

تجارتی کاروبار میں آج تک جتنے استحصالی حربے استعمال کئے جا چکے ہیں ان میں مضر ترین، قبیح ترین اور جرم میں سب سے بڑھ کر ربوا یا سود ہے۔ یہی وہ منحوس ترین استحصالی حربہ ہے جس کے استعمال سے قاتل سرمایہ دار مجبور غریب حاجت مند کا خون چوستا ہے اور پل پل کر خون خوار بھیڑیا بنتا ہے جو بلا تمیز دشمن و دوست جسے چاہتا ہے چیرتا پھاڑتا ہے۔ منحوس سرمایہ دارانہ نظام نے اس انسانیت کش بے رحم حیلہ کو اتنی ترقی دی ہے اور اسے اس طرح سائنٹفک بنیادوں پر منظّم کر دیا ہے کہ آج دنیا کی تمام قومیں اس کے دام تزویر میں گرفتار ہیں، اور ایک منظّم استحصال (Organized Exploitation) کے ذریعے سرمایہ دار، بنکار ـــــ حکومت ہو یا افراد ـــــ تجارتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سود کے ہتھیار سے معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے حاجت مندوں کا خون نچوڑ رہے ہیں۔ حاجت مند تجارت پیشہ افراد اور غریب ضرورت منداس ظلم کے بوجھ تلے کراہ رہے ہیں، مگر سرمایہ دارانہ نظام کی کوکھ سے جنم لینے والا اور اس کی گود میں پرورش پانے والا سرمایہ دار ـــــ بنک ہو یا فرد ـــــ ان کی بے بسی پر مسکراتا ہے اس کے کاروبارِظلم نے اسے غریبوں کا حاکم بنا دیا ہے۔ اس یہودی نظام کی معقولیت اور جواز کے لئے نت نئی تھیوریز (Theories) ایجاد کی جا رہی ہیں۔ بے بس انسانیت اب اتنی مایوس ہو چکی ہے کہ اس کے پاس اب غالباً سوائے اللہ کریم کے حضور دعا اور اس کی کریم ذات سے نیک تمنا کے اور کوئی علاج نہیں۔

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟
دنیا ہے تیری منتظر روزِ مکافات

اسلام کے عادلانہ قانونِ تجارت نے روزِ اول ہی سے اس شجرِ ملعونہ کی جڑ پر عدل اور ہمدردی کا کلہاڑا مارا تھا، جب اسلام نے اس جہالت کے دور میں جب تجارتی سود آج ہی کی طرح حق سمجھ کر لیا جاتا تھا، یہ اعلان کیا:

﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟﴾[1]

ترجمہ: اللہ کریم نے تجارت کو حلال کیا ہے مگر سود کو ہر حیثیت سے حرام قرار دیا ہے۔

اس حرمت سود کے ساتھ ساتھ یہ رعایت بھی نہ دی گئی کہ جو سابقہ سودی رقم مقروض کے ذمہ بقایا رہ گئی ہے اسے ہی وصول کرنے کی اجازت دے دی جاتی، مگر اسلام نے سود کو اتنا ناپاک اور گندہ قرار دیا ہے کہ اس کا کسی انسان کے پاس آنا بدبودار اور خطرناک ہے لہٰذا اس کا لینا سختی سے منع کر دیا۔ اگر سود خور سرمایہ دار نے اس ظالمانہ حرکت سے توبہ کر لی تو اسے اس کا اصل لینے کا حق ہوگا، ورنہ اس کا اصل

[1] سورۃ البقرہ: ۲، ۲۷۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی واپس نہیں ملے گا۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم واقعی مسلمان ہو تو (سود کی حرمت کے بعد) جو تمہارا سود باقی رہ گیا ہے، وہ چھوڑ دو اور اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر اللہ کریم اور اس کے رسول کریم (ﷺ) کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر تم اس حرکت سے باز آؤ گے تو تمہارا اصل سرمایہ تمہیں مل جائے گا (اللہ کریم کی مرضی یہ ہے کہ) نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

قرآن مجید نے سود خور کو کافر بدکار قرار دیا ہے۔

﴿ يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِي ٱلصَّدَقَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾ ﴾[2]

ترجمہ: اللہ کریم سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کریم (سود خوار) کافر بدکار کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام نے سود خوار کو پاگل اور دیوانہ کہا ہے: دراصل سود خوار کی دنیوی زندگی میں ذلت ورسوائی اس طرح کی جاتی ہے کہ اس کی عقل ماری جاتی ہے اور وہ پاگل کتوں کی طرح ہر وقت ھل من مزید کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے اور باؤلوں کی طرح اپنے ابنائے جنس کو کاٹ کھانے اور ان کے معاشی ذرائع پر زبردستی قبضہ کرنے

[1] سورۃ البقرہ: ۲، ۲۷۸، ۲۷۹

[2] سورۃ البقرہ: ۲، ۲۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی فکر میں رہتا ہے اور اپنی دیوانگی کو فرزانگی سمجھ کر یہ دلیل دیتا ہے کہ سود بھی تو تجارت ہی کی طرح ہے۔ قرآن مجید نے اس دیوانے کی بودی دلیل اور اس کے انجام کا خاکہ یوں کھینچا ہے۔

﴿ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰا۟ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰا۟ ۗ﴾[1]

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن اللہ کریم کے حضور) ایسی حالت میں کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے بھوت پریت لگ جائے اور وہ خبطی ہوگیا ہو۔

یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید وفروخت کا معاملہ بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ دنیائے دنی کے دیوانے سود خوار یہ سمجھتے ہیں کہ سود کے ذریعے ان کی دولت بڑھ رہی ہے حالانکہ درحقیقت وہ بے چینی، طبقاتی کشمکش اور حرص وحسد کی بلاؤں کو جنم دے کر معاشرتی سکون کو ضائع کر دیتے ہیں جب کہ انہوں نے معاشی خوش حالی کو گھن کی طرح چاٹ لیا ہے۔ گو بظاہر سود کے ذریعے رقم میں اضافہ ہو رہا ہے جس پر مجنون سرمایہ دار پھول رہا ہے حالانکہ درحقیقت اللہ کریم اس میں سے برکت نکال کر اسے گھٹا رہے ہیں۔

﴿وَمَآ ءَاتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىٓ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ فَلَا يَرْبُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ۖ﴾[2]

ترجمہ: اور جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں (سرمایہ داروں) کے مالوں میں اضافہ ہو تو وہ اللہ کریم کے ہاں تو اضافہ نہیں ہوتا۔

---

[1] سورۃ البقرہ: ۲، ۲۷۵

[2] سورۃ الروم: ۳۰، ۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سود ایسی بری چیز ہے کہ نبی کریم ﷺ جو مجسمہ اخلاق کریمانہ تھے اور جن کی بعثت کا مقصد ہی ایک حدیث میں لوگوں کو کریمانہ اخلاق سکھانا بتائی گئی ہے، سود خوار کے بارے میں وہ بھی لعنت فرماتے ہیں۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لعن رسول اللّٰہ ﷺ اکل الربو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ، وقال: ھم سواء.[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سود خوار سود دینے والے، سودی دستاویز لکھنے والے اور سود پر گواہی دینے والوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ اللہ کریم کی پھٹکار میں وہ سب برابر ہیں۔

تجارت اور سود میں فرق:

سود خوار دور جاہلیت میں مکہ مکرمہ کے کفار میں سے ہو یا یہودی ساہوکار ہو یا آج کے دور میں ان کا روشن خیال پیروکار ہو، وہ جواز سود میں اپنی مخبوط الحواس عقل کا سارا زور اس دلیل پر صرف کرتے ہیں کہ سود اور تجارت میں ایک وجہ اشتراک ہے اور وہ ہے ''قدر زائد'' یا بڑھوتری۔ وہ کہتے ہیں کہ سود بھی سرمایہ میں اضافہ کا موجب بنتا ہے اور تجارت بھی سرمایہ میں اضافہ کرتی ہے۔ لہٰذا اگر تجارت جائز ہے تو سود بھی جائز ہے کیونکہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی نفع کمانا اور سرمایہ میں اضافہ کرنا۔ مگر ان مجانین کو کون سمجھائے کہ بابرکت تجارت اور استحصالی سود میں اصولی فرق ہے۔

تجارت میں فریقین کے درمیان تین اصول موجود ہوتے ہیں۔

(۱) فریقین (بائع اور مشتری) کے درمیان حقیقی رضامندی اور ارادہ۔

(۲) فریقین میں باہمی تعاون اور اشتراک۔

---

[1] مسلم: صحیح، کتاب البیوع، باب الربوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳ فریقین کے لئے حصول نفع کے یکساں مواقع۔

ہر ذی شعور خواہ قوانین معاشیات، قوانین تجارت اور اخلاقیات کا ادنی سا علم بھی رکھتا ہو، اس حقیقت کو تسلیم کرے گا کہ یہ تینوں اصول نہ صرف جائز بلکہ معاشی ترقی اور معاشرتی فلاح کا بہترین ذریعہ ہیں، جب کہ سود میں ان تینوں کے برعکس ایسے طریقے پائے جاتے ہیں جو معاشی استحصال کے ساتھ ساتھ معاشرتی امن کو بھی برباد کرتے ہیں۔ وہ تین اصول ہیں۔

۱۱ ایک طرف (سرمایہ دار یا بینک) کا یقینی نفع اور دوسری طرف (محتاج، غریب) کا یقینی خسارہ۔

۱۲ ایک طرف سود کمانے کے لئے حقیقی خود غرضانہ رضا و رغبت جبکہ دوسری جانب مصنوعی رضا مندی مگر یقینی اضطرار و اکراہ۔

۱۳ باہمی تعاون واشتراک کا فقدان، ایک طرف بینک یا سرمایہ دار کی یقینی ترقی اور خوش حالی اور دوسری طرف غریب قرض خواہ کے افلاس و بے بسی کا انتظار۔

اللہ کریم جو کہ حکیم ہے اور علیم بھی بھلا وہ کیسے ان سرمایہ پرستوں کی ان بے سروپا اور لچر دلیلوں کو اپنی مخلوق میں پھیلنے دیتا؟ لہٰذا اس ذات کریم نے واضح کر دیا کہ تجارت حلال ہے اور سود حرام ہے۔ (جیسا اب بحث کے آغاز میں ذکر کیا جا چکا ہے)۔

ربوا کی دو بڑی قسمیں:

فقہاء اسلام نے منحوس سودی کاروبار کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۱ ربوا نسیہ۔

۱۲ ربا الفضل۔

۱۱ ربوا نسیہ: ربوا نسیہ جسے بعض مسلم ماہرین اقتصادیات نے مہاجنی سود بھی کہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔[1] اس کو مفسرین نے ربوا القرآن بھی کہا ہے کیونکہ اس کی حرمت کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں پائی جاتی تھیں۔

① حاجت مند مجبور کو نقدی (درہم یا روپیہ وغیرہ) دیتے اور ایک معینہ مدت پر اس سے ایک مقرر شرح (۲% یا ۳%) کے حساب سے اس سے سود وصول کرتے۔

② جب معینہ مدت کے بعد بھی حاجت مند غریب قرضہ مع سود ادا کرنے کی اہلیت نہ رکھتا تو ظالم وڈیرا اپنی رقم اور سود کو ملا کر اصل قرار دیتا اور پھر اس پر سود لگا دیتا جسے سود در سود کا نام دیا جاتا ہے۔

③ بعض محتاج اپنی اشیاء ضرورت استحصالی سرمایہ داروں کے پاس رہن رکھ دیتے تا کہ ان دولت کے پجاریوں کو تسلی رہے کہ انہوں نے کم دے کر غریب کی زیادہ مالیت کی اشیاء پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اس ظلم کی انتہا اس پر ہوتی کہ اگر وہ غریب مقررہ مدت پر بھی قرض ادا نہ کرسکتا تو وہ سرمایہ دار اس غریب کی ان اشیاء کی اونے پونے داموں قیمت کر کے انہیں ہضم کر لیتے اور غریب پر بقیہ رقم سود پر چلتی رہتی۔[2]

ربوا نسیہ کی ایک تعریف فقہاء کرام نے یہ بھی کی ہے۔ یہ زیادتی ادھار کے معاملہ میں ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ یکطرفہ زیادتی ہے جو ادائیگی قیمت میں تاخیر کے عوض میں ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک بوری گندم موسم سرما میں اس شرط پر لی کہ موسم گرما میں ڈیڑھ بوری گندم اس کے عوض (قیمت میں) دی جائے گی۔ ایسی صورت میں نصف بوری گندم کا اضافہ کسی فروخت شدہ شے کے معاوضہ

---

[1] مولانا محمد حفظ الرحمن: اسلام کا اقتصادی نظام، ندوۃ المصنفین، دھلی: ۱۹۵۱ء، ص ۲٦٦

[2] ابوبکر جصاص: احکام القرآن، ج ۲، قاھرہ: ص ۵۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں ہے بلکہ صرف اس مدت کے عوض میں ہے۔ اسی لئے اس کو ربوا انسیہ یعنی وقفہ کے عوض ادائیگی یا سودی قرضہ کہا جاتا ہے۔

⑫ **ربوا الفضل:** ربوا الفضل ایسی زیادتی ہے جو یکطرفہ ہوتی ہے جو کسی جنس کی قیمت کی ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے ہوتی اور نہ ہی کسی شے کے معاوضہ میں ہوتی ہے۔ یہ زیادتی دست بدست تبادلہ نقود یا متجنس اشیاء کے تبادلہ میں ایک طرف سے زیادتی کے مطالبہ اور دوسری طرف (جو ہمیشہ مظلوم ومحتاج ہوتی ہے) سے ادائیگی یا ان اشیاء کے ادھار کے سبب وجود میں آتی ہے۔ فقہاء اسلام نے اسے ربوا الحدیث بھی کہا ہے کیونکہ اس کی حرمت کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے ربوا کی یہ استحصالی شکل شریعت مطہرہ کے مندرجہ ذیل اصولوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

(الف) اگر ہر دو جانب خرید وفروخت کی شے ہم جنس ہے یعنی سونے کا سونے سے، چاندی کا چاندی سے، گیہوں، جو، نمک، کشمش، منقی وغیرہ اشیاء کا ہم جنس شے سے بیع وشرا مطلوب ہے تو کھرے اور کھوٹے، منقوش اور غیر منقوش، کم قیمت وبیش قیمت، عمدہ اور ردی کا لحاظ کیئے بغیر دونوں جانب ناپ، تول میں مساوات بھی واجب ہے اور نقد خریداری بھی واجب وضروری، کمی بیشی درست ہے اور نہ ادھار جائز ہے۔

(ب) اگر جانبین میں ہم جنس شے نہیں ہے یعنی سونے کا چاندی سے یا چاندی کا سونے سے، گیہوں کا جو سے یا جو کا گیہوں سے (وغیرہ وغیرہ) تبادلہ مقصود ہے تو ایسی صورت میں کمی بیشی تو درست ہے مگر ادھار جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ عقد بیع کے دونوں جانب سے معاملہ بصورت نقد عمل میں آئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد بصراحت موجود ہے۔

عن عبادة بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال رسول اللہ ﷺ:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل، سواء بسواء، يدا بيد. فاذا اختلفت هذه أصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا بيد.[1]

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونے کا تبادلہ سونے سے اور چاندی کا تبادلہ چاندی سے، گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے، خرما کا خرما سے اور نمک کا نمک سے یکساں برابر برابر اور دست بدست ہونا چاہئے (یعنی ناپ تول میں بھی مساوی ہوں اور ادھار بھی نہ ہوں) اور اگر ان اقسام کا تبادلہ ہم جنس قسم کے ساتھ نہ ہو تو کمی بیشی کے ساتھ جس طرح چاہو معاملہ کرو مگر ادھار کا معاملہ نہ ہو بلکہ دس بدست ہونا ضروری ہے۔

فقہاء امت نے اس حدیث کو تجارتی سود کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس کا دوسرا نام ''ربوا فضل'' ہے۔

مبادلات خارجہ: مذکورہ حدیث مبارکہ ایک اور حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے جس کی دعوت لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے یعنی جس طرح اسلام پوری انسانیت کا دین ہے اسی طرح اس اسلام کا معاشی نظام بھی تمام انسانوں (بلاتمیز رنگ ونسل اور وطن وعلاقہ) کے لئے ہے۔ اسلام کا معاشی نظام تمام انسانوں میں معاشی عدل وانصاف کا معاملہ اور تعاون وہمدردی کی فضا قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان آپس میں ''تبادلہ نقود یا تبادلہ اشیاء'' کے نام پر ایک دوسرے کا استحصال کریں۔ گو معاشی کاروبارِ حیات میں عموماً انسان آپس میں سونے

[1] امام مسلم، صحیح، کتاب الربوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تبادلہ سونے سے اور چاندی کا تبادلہ چاندی سے نہیں کرتے مگر بین الاقوامی سطح پر ''تبادلہ نقود یا مبادلہ خارجہ'' (Foreign Exchange) کے ذریعے ترقی یافتہ اور امیر ممالک (اور اشخاص بھی) غریب اور محتاج ممالک (اور اشخاص) کا استحصال کرتے ہیں۔ نظامِ سرمایہ داری کی بدبودار کوکھ سے جنم لینے والا یہ منظم طریقہ استحصال غریب و امیر، ترقی یافتہ اور پسماندہ ممالک کے درمیان معاشی دست برد کی راہیں کھول کر دیتا ہے۔ کیا امریکی ڈالر اللہ کریم کے عرش سے اترا ہے کہ اس کے بدلے غریب پاکستانی کو ۸۰ روپے دینا پڑتے ہیں؟ دونوں ایک ہی طرح کے کاغذ کے دو پرزے ہیں، مگر کیا ظلم ہے کہ ایک پرزہ اسّی پرزوں کے برابر بکے۔ کیا یہ معاشی استحصال نہیں ہے؟ کیا اگر امریکہ ایسے ایک ملک کی مصنوعات یا پیداوار کی مانگ کسی دوسرے غریب ملک میں زیادہ ہے تو وہ اس قدر کے بقدر دام بھی زیادہ وصول کرے۔ آخر اس دوہرے استحصال کا جواز کہاں کہ قیمت بھی مصنوعات کی من چاہی لیں اور غریب ملک کا سکہ بھی بے قدر کر کے لیں؟

ع ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیے؟

اسلام کے عادلانہ قانونِ تجارت نے اس معاشی قتل کو روکنے کے لئے اعلان کیا تھا یہ سونا اور چاندی ہی دراصل دو نقدین ہیں اور ان میں ہر ایک اپنی جنس کے ساتھ برابر برابر مساویانہ تبدیل ہوگا۔ یہی وہ حکیمانہ اور عادلانہ تعلیمات نبویہ ہیں جن کے چشمہ صافی سے ''وحدت تسکیک'' (Unity Of Coinage) کا تصور ابھرتا ہے۔ اللہ کریم کرے کبھی امتِ مسلمہ معاشی اور سیاسی طور پر اس قدر طاقت ور ہو جائے اور اپنی عظمتِ رفتہ اور منزلت گم گشتہ کو پالے اور یہ تصور حقیقت کا روپ دھار لے تاکہ مظلوم انسانوں کو سرمایہ دار ظالم انسانوں کے ظلم سے نجات مل سکے۔

(آمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارتی سود کا رواج زمانہ جاہلیت اور عہد رسالت میں بھی تھا:

ہمارے وہ اسکالرز جو کسی نہ کسی طرح تجارتی سود کا جواز تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ ایک دلیل (جو ان کے نزدیک سب سے وزنی ہے) یہ دیتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں تجارتی قرضے ہی نہیں لئے اور دیئے جاتے تھے لہٰذا ان دنوں تجارتی قرضوں پر سود کا تصور ہی نہیں پایا جاتا تھا اور جس سود کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے وہ صرفی قرضوں پر سود ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں میں سود کی اس قسم کا رواج تھا۔

ان معزز اسکالرز کی یہ بالکل بھول ہے جو ان کی حقائق سے لاعلمی پر مبنی ہے، ورنہ اگر وہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں اور واقعات کا کھوج لگائیں تو انہیں یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ دورِ جاہلیت میں تجارتی قرضے بھی لئے دیئے جاتے تھے اور ان پر سود بھی ہوتا تھا۔ ہم نے تاریخ اسلام اور سیرت کی کتابوں سے چند ایسے نظائر تلاش کئے ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زمانہ قبل از اسلام میں اور آنحضرت ﷺ کی بعثت کے زمانے میں بھی (جب تک سود کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی) تجارتی قرضے اور ان پر سود کا وجود ملتا ہے۔

بنو عمرو کا بنو مغیرہ پر سود:

قبل از اسلام عرب کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف کی شاخ بنو عمرو بن عمیر (عامر) اور قبیلہ بنو مخزوم کی شاخ بنو مغیرہ اپنے تجارتی کاروبار کی بدولت مشہور تھے۔ بنو عمرو بن عامر تجارتی کاروبار کے لئے بنو مغیرہ کو سودی قرضہ دیا کرتا تھا۔ جب اسلام آیا اور اس نے حرمتِ سود کا اعلان کیا تو مغیرہ کے ذمہ ایک بہت بڑی رقم واجب الادا تھی۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔

كانت بنو عمرو بن عامر يأخذون الربو من بني المغيره،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وكانت بنو المغيره يربون لهم فى الجاهلية فجاء الاسلام ولهم عليهم مال كثير۔[۱]

ترجمہ: زمانہ جاہلیت میں بنو عمرو بن عامر، بنو مغیرہ سے سود لیا کرتے تھے اور بنو مغیرہ انہیں سود دیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان (بنو مغیرہ) پر ایک بہت بڑی رقم واجب الادا تھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سودی کاروبار کی نوعیت کو یوں واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔

كان ربا يتبايعون به فى الجاهلية۔[۲]

ترجمہ: ایک ربا تھا جس کے ساتھ جاہلیت کے لوگ تجارت کیا کرتے تھے۔

مفسرین نے پورا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ جب بنو مغیرہ مسلمان ہو گئے اور بنو عمرو بن عامر (عمیر) نے ان سے اپنے سود کا مطالبہ کیا، تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اب وہ مسلمان ہو چکے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک سود کا لینا دینا حرام ہے۔ ان کا یہ جھگڑا حضرت عتاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن اسید کی عدالت میں پہنچا (انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا امیر مقرر کیا تھا) انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ لکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعے قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی دو مستقل آیات (۲۷۸، ۲۷۹) نازل ہوئیں جن میں یہ واضح ارشاد تھا کہ سود کا لینا اور دینا حرام ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا کہ سود کا لینا دینا بالکل حرام ہے۔[۳]

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان دو قبیلوں کا آپس میں سودی لین

---

[۱] ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ: جامع البیان عن آیات القرآن، ج ۶، دار المعارف، قاهره: ص ۲۲، ۲۳

[۲] امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ الدر المنثور، ج ۱، قاهره، ص ۳۶۶

[۳] بحواله ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ: عمدة القاری، ج ۱۱، ادارة طباعة منیریه، قاهره: ص ۲۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین صرفی قرضوں پر نہیں بلکہ تجارتی قرضوں پر تھا اور دو قبیلوں کی حیثیت تجارتی کمپنیوں جیسی تھی۔

امام سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی ایک روایت سے ان دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سرداران کی نشاندہی بھی ہوتی ہے جو تجارتی اغراض کے لئے سودی قرضے لیا کرتے تھے۔ سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ لکھتے ہیں: ابن ابی حاتم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے مقاتل رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے حوالہ سے اور ابونعیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۸ بنوثقیف کے سرداران مسعود، ربیعہ، حبیب اور عبد یالیل کے بارے میں نازل ہوئی جو بنومغیرہ کو تجارت کے لئے سود پر رقم دیا کرتے تھے۔ جب بنوثقیف کے یہ سرداران اسلام لائے تو انہوں نے سود لینا چھوڑ دیا۔[1]

بنوثقیف کے تجارتی قرضے:

اسی طرح طائف کا مشہور قبیلہ ثقیف جو تجارتی بازاروں میں اپنی شہرت رکھتا تھا وہ بھی دوسرے قبائل بلکہ حکومت وقت سے تجارتی قرضے لیتا اور ان پر سود دیتا تھا۔ ابن ہشام نے مشہور کتاب ''سیرۃ ابن ہشام'' میں ایک سردار (جس کا نام درج نہیں ہے) کا وہ بیان نقل کیا ہے جو وہ مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بنوثقیف پر جو میری سود کی رقم ہے اسے وصول کر کے چھوڑنا۔[2]

حاکم وقت کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ قبیلہ ثقیف کی حیثیت بھی ایک قابل اعتبار تجارتی کمپنی کی سی تھی جسے سردار بھی تجارتی کاروبار کے لئے قرض دیتا اور سود وصول کرتا تھا۔

---

[1] امام سیوطی، حوالہ بالا: ص ۳٦٦

[2] ابن ہشام: سیرۃ: ج ۱ قاہرہ: ص ٤٢٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنو ثقیف کے ذمہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت بڑی رقم سود کی تھی جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑنے کا حکم دیا۔[1]

ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے عباس بن عبدالمطلب اور بنو مغیرہ کا ایک شخص سودی قرض کا کاروبار کرتے تھے۔ یہ ثقیف قبیلہ کے خاندان بنو عمرو بن عمیر کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اس نے یہ سود ختم کرا دیا۔[2]

امام قرطبی کی تفسیر: امام قرطبی نے آیۃ ﴿فله ما سلف﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے۔

هذا حكم من الله لمن أسلم من كفار قريش و ثقيف ومن كان يتجرهنا لك.[3]

ترجمہ: اللہ کریم کا یہ حکم ان لوگوں سے متعلق تھا جو تجارت پیشہ کفار قریش اور ثقیف میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک تاجر پر تجارتی قرضہ:

حضرت عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک تاجر کو تجارتی قرض دے رکھا تھا اور اس سے اصل مع سود لینے کا مطالبہ کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کی آیت کے پیشِ نظر انہیں سود لینے سے منع کر دیا۔

امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو بحوالہ عطا رحمہ اللہ تعالیٰ اور عکرمہ

---

[1] امام سیوطی، حوالہ بالا

[2] طبری: حوالہ مذکورہ: ص ۲۲، ۲۳

[3] قرطبی: حوالہ مذکورہ: ص ۳۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کیا ہے۔[1]

ایک دوسری روایت میں حضرت عباس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شرکت میں کاروبار تھا اور طائف کے مشہور تجارتی قبیلہ بنوثقیف کے ساتھ ان کا لین دین تھا۔ اوران کی ایک بھاری رقم بنوثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی۔[2]

ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تجارتی قرضہ:

امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ طبری ۲۳ھ کے واقعات میں ہند بنت عتبہ کا واقعہ نقل کیا ہے جو اس حقیقت کا واضح ثبوت مہیا کرتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تجارتی قرضوں کے لین دین کا رواج تھا۔ تاریخ طبری کے الفاظ یہ ہیں:

"إنّ هندا بنت عتبه قامت إلى عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فاستقرضته من البيت المال أربعة الاف تتجرفيها تضمنها، فأقرضها، فذهبت إلى بلاد كلب فاشترت وباعت."[3]

ترجمہ: حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اوران سے بیت المال سے چار ہزار (درہم یا دینار) قرض مانگے تاکہ ان سے تجارت کریں، اور ان کی (واپسی کی) ضامن ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دے دیئے۔ وہ بلاد کلب گئیں اور خرید وفروخت کرتی رہیں۔

---

[1] امام بغوی، تفسیر، سورۃ البقرہ آیات: ۲۷۸، ۲۷۹

[2] خازن: تفسیر: ج ۱ نظارۃ المعارف: قاھرہ ۱۳۱۷ھ، ص ۲۲

[3] طبری: تاریخ الامم والملوک (اردو) حصہ سوم: ص ۲۷۷ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادوں کا تجارتی قرضہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادے حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک بار عراق جہاد کے لئے گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں بصرہ کے گورنر تھے۔ جب یہ دونوں واپس مدینہ منورہ تشریف لانے کے لئے ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے گئے تو انہوں نے کہا: میرے پاس بیت المال کی ایک رقم ہے، تم اسے لے جاؤ اور خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دینا۔ مگر اس صورت میں کہ میں تمہیں یہ رقم قرض دیتا ہوں، تم اس سے راستہ میں تجارت کرنا، نفع اپنے لئے رکھ لینا اور اصل بیت المال کے لئے خلیفہ کے سپرد کر دینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (یہ ایک لمبا واقعہ ہے جس کا خلاصہ درج کیا ہے) فقہاء کرام اور محدثین عظام نے اس واقعہ کو کتاب القراض (قرض برائے سرمایہ داری) میں ذکر کیا ہے[1]

عصر حاضر سے ایک دلیل:

عصر حاضر میں جس کثرت سے سودی کاروبار پھیل چکا ہے اور جس رفتار سے پھیل رہا ہے اس کے اثرات سے کسی ایسے شخص کے لئے بھی بچنا ناممکن ہو گیا ہے جو سود کا لینا دینا حرام سمجھتا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناپسندیدہ صورت حال کی خبر اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے اس وقت دے دی تھی جب سودی کاروبار کے اس کثرت سے شیوع کا خیال بھی امت مسلمہ کو نہیں گذرا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک پر غور فرمائیے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیاتین علی الناس زمان لا یبقی

[1] ملاحظہ ہو: امام مالك: الموطا، كتاب القرض: ص ۲۸۵، عبدالرحمن الجزيري: كتاب الفقه على المذاهب الاربعه: ۴۹/۳ طبع بيروت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أحدا إلّا اَكل الربوا فمن لم يأكله أصابه غباره.[1]

ترجمہ: لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو اور جو کوئی سود کھانے سے بچ گیا ہو، اس تک اس کا غبار ضرور پہنچے گا۔

اس حدیث پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ اطلاع تجارتی سود کے بارے میں ہے نہ کہ صرفی شخصی سود کے بارے میں۔ کیونکہ صرفی شخصی سود کتنا ہی عام ہو جائے، کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ معاشرہ کا ہر فرد سودی قرضہ لے کیونکہ دین دار اغنیاء سود لیتے ہیں نہ دیتے ہیں۔ (جیسا کہ ان اللہ کریم کے نیک بندوں کے عمل سے آج بھی ظاہر ہے) پھر ان تک سود کا غبار کیونکر پہنچے گا؟ اور اس صورت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک محل نظر رہے گا۔ مگر آپ ﷺ نے جس سود کے غبار کی خبر دی اس سے مراد تجارتی سود ہی ہے جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہے کہ معاشیات کا کوئی شعبہ خواہ وہ سرکاری ہو یا نجی، تجارتی ہو یا صنعتی۔ چھوٹے پیمانہ پر ہو یا بڑے پیمانہ پر، ادھار ہو یا نقد، کسان کا ہو یا ملازم کا، ہر ایک سود کے اثرات لئے ہوئے ہے۔ اس حقیقت کو معاشیات کا ایک عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ سودی اثرات کس طرح ہر شعبہ میں پائے جاتے ہیں۔ جب پورے معاشرہ میں سودی زر گردش کر رہا ہو کوئی متقی شخص بھی —— خواہ وہ صرفی قرضہ یا سرمایہ کاری کے لئے قرضہ لے یا نہ لے، اس کے دھواں سے نہیں بچ سکتا۔

(اللهم احفظنا منه)

ان تمام واقعات اور حوالہ جات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تجارتی قرضوں اور ان پر سود کا رواج زمانہ جاہلیت اور نبی اکرم ﷺ کے ابتدائی زمانہ میں بھی تھا۔ جب حرمت سود کی آیات نازل ہوئیں تو اس قسم کے سود کا لین دین حرام

[1] ابن ماجہ: السنن، کتاب الربا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دے دیا گیا۔

البتہ بلا سود تجارتی قرضے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں مروج تھے جیسا کہ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں عبداللہ اور عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قرضہ سے ظاہر ہے۔

⑦ اشتہار بازی

سرمایہ دارانہ نظامِ تجارت نے صارفین کے استحصال کے لئے جو حربے استعمال کیے ہیں ان میں ایک نہایت مضر ذریعہ اشتہار بازی (Publicity & Advertising) ہے۔ اس اشتہار بازی پر صنعتی حکومتیں مثلاً جاپان، امریکہ وغیرہ اخراجات کا ایک مستقل اشتہار بازی بجٹ (Publicity Budget) بناتی ہیں جو بعض صورتوں میں پاکستان ایسے ترقی پذیر ممالک کے ترقیاتی بجٹ (Development Budget) سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ گو اس اشتہار بازی کو اگر صرف نئی تیار شدہ چیز یا مال کے صحیح، صحیح تعارف تک ہی محدود رکھا جائے اور صارفین کو اس کے فوائد بتائے جائیں یا یہ بتایا جائے کہ یہ نئی تیار شدہ چیز یا مال پہلے سے سستا اور زیادہ پائیدار ہے اور اس کی خریداری میں صارفین کے دام کم خرچ ہوں گے اور فائدہ زیادہ ہوگا تو ایسی اشتہار بازی کا جواز اسلام کے قانون تجارت سے مل سکتا ہے۔ مگر جس طرح اور جس قسم کی اشتہار بازی ہمیں سرمایہ درانہ نظام نے دی ہے اس کی اسلام کے قانون تجارت میں کہیں گنجائش نہیں۔

اس اشتہار بازی کے ذریعے سرمایہ دارانہ ممالک میں تمام قسم کے ذرائع ابلاغ وتشہیر مثلاً اخبار، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ پر سرمایہ دار تاجروں کا غلبہ ہے وہ جس طرح چاہتے ہیں صارفین کو اپنے دام فریب میں گرفتار کر لیتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتہار بازی کے معاشی نقصانات:

اگر موجودہ نظام اشتہار بازی کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس کے بے شمار معاشی نقصانات میں سے مندرجہ ذیل نمایاں نظر آتے ہیں۔

⑪ تجارتی اشتہار بازی معاشرہ کو خراج (Spendthrift) بناتی ہے، اس کے پس اندازی کے جذبہ کی حوصلہ شکنی کرتی ہے اور اس کی فضول خرچی کی عادات کو تقویت پہنچا کر انہیں پختہ تر کر دیتی ہے۔ صنعتی ممالک نے گذشتہ نصف صدی کی اشتہار بازی کے ذریعے کم از کم اولاد آدم کی دو نسلوں کو خراج بنا دیا ہے۔

⑫ اشتہاروں کے ذریعے صارفین میں خواہ مخواہ احساس طلب پیدا کیا جاتا ہے۔ تعیّشات میں تو ان کا جادو اپنے زوروں پر ہوتا ہے۔ پہلے گراموفون پھر ٹیلی ویژن پھر وی سی آر اور پھر نہ جانے کیا کیا کچھ؟ ان اشتہارات نے بنیادی ضروریات زندگی میں کن کن نئی اشیاء تعیّشات کو شامل کیا ہے وہ کسی بھی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو معاشیات کی ذرہ سوجھ بوجھ رکھتا ہے۔ کل تک گرمیوں میں اپنے مکانات خس کے ذریعے ٹھنڈا کر لیتے تھے، پھر سستے کولر ضرورت بن گئے، آج ایئر کنڈیشنرز ہیں جو سرمایہ داروں کی کوٹھیوں کے ہر کمرہ میں دو دو ہوں گے، مگر اشتہارات نے غریب اور مزدور کا بھی دل للچا دیا ہے۔ اب معاشی اونچ نیچ کا فلسفہ نہ سوچا اور سنا جائے تو اور کیا کیا جائے؟

⑬ اشتہارات نے طلب کو پیدا کر دیا مگر ذریعہ تسکینِ طلب یعنی زر تو اشتہارات فراہم نہیں کرتے۔ اب للچایا ہوا صارف کیا کرے؟ اگر وہ سرکاری ملازم ہے تو رشوت کے ذریعے رقم کمائے گا؟ اگر وہ بے روزگار ہے تو چوری چکاری کا ہتھیار استعمال کرے گا۔ اگر مزدور ہے تو زیادہ اجرت کا مطالبہ کرے گا جو پورا نہ ہوا تو ہڑتال کرے گا یا کام چوری کرے گا جس کا نقصان پوری قوم بھگتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی۔

لارڈ جان مینارڈ کینز (Lord John Maynord Keynes) نے سرمایہ داروں کو یہ پٹی پڑھائی تھی کہ اشتہارات کے ذریعہ زیادہ طلب پیدا کرو، جس کے لئے زیادہ رسد پیدا کرواور یوں ترقی کرو۔ مگر یہ فلسفہ کامیاب نہیں ہوا۔ کیونکہ طلب کی بھی ایک حد ہوتی ہے جس کے لئے رسد کی ایک حد ہوگی جب تک یہ دونوں اپنی قدرتی طاقتوں کے ذریعے گھٹتی بڑھتی رہیں اس وقت تک کارخانہ دار اور صارفین دونوں کی بھلائی ہے ورنہ جب اشتہارات طلب اور رسد کا توازن بگاڑ دیں گے تو بات کساد بازاری تک پہنچ جاتی ہے۔ اسلام نے یہی درس دیا ہے کہ بے جا طلب بڑھانا کسی طرح بھی قرینِ مصلحت نہیں۔ اشتہارات کے ذریعے جب طلب کو بڑھا دیا جاتا ہے تو پھر اتنی رسد لانے کے لئے حیلے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن میں زیادہ کارگر یہ ہوتا کہ انسانوں کی جگہیں مشینوں سے کام لیا جائے۔ اور پرانی مشینوں کی جگہ نئی مشینیں تبدیل کردی جائیں۔ گو اس طریقہ سے رسد میں ایک مختصر مدت تک اضافہ ہوتا رہتا ہے مگر اس کے ذریعہ کتنے ہی مزدور بے روزگار ہو جاتے ہیں۔ چلئے یہ تو قربانی بھی گوارہ، مگر اس طرح بھی رسد کا برابر بڑھاتے جانا ناممکن ہے، کیونکہ مشینوں کے لئے خام مواد کہاں سے آئے؟ زمین سال میں کتنی بار خام مال پیدا کرے گی؟ اور زیادہ پیداوار کے لئے قابلِ کاشت یا قابلِ استعمال زمین میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی ایک حد ہے۔ لہٰذا پیداوار کم ہوگی اور طلب زیادہ رہے گی، قیمتیں چڑھیں گی اور صارفین کا استحصال ہوگا۔

اشتہار بازی کے معاشرتی نقصانات:

اشتہار بازی کے بے شمار معاشرتی نقصانات میں سے چند ایک جو نمایاں ہیں، وہ یہ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ اشتہار بازی نے بہت سی سماجی برائیوں کو جنم دیا ہے۔ زندگی کی سادہ اقدار دم توڑ رہی ہیں اور ان کی جگہ تکلّفات اور تعیّشات لے رہے ہیں۔ آج جتنی چادر دیکھیں اتنے پاؤں پھیلانے کا اصول بھلایا جا رہا ہے، پھر ان تکلّفات کو پورا کرنے کے لئے رقم کے حصول کے وہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جن سے معاشرتی تعلقات پر برے اثرات پڑتے ہیں مثلاً جو شخص مجھ سے اپنے تکلّفانہ اخراجات پورے کرنے کے لئے رشوت لے گا اس کی میرے دل میں محبت کیونکر ہوگی؟ اور جو اپنی تعیّشات کو پورا کرنے کے لئے میرے گھر رات کو گھس کر میرا حلال طریقہ سے کمایا ہوا اثاثہ اٹھا لے جائے گا میں اسے اپنا دوست کس طرح کہوں گا؟

⑫ اشتہار بازی نے افراد میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا ہے جو بڑھ کر رقابت کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ خوب سے خوب تر کی تلاش کا وہ جذبہ جو اشتہارات نے پیدا کیا ہے اس کی تسکین کے لئے چوری اور ڈاکہ روزمرہ کے معمول بن گئے ہیں۔ دنیا کے امیر ملک امریکہ میں ۱۹۸۰ء کے سال میں ایک مرتبہ بجلی کی روشنی چلی گئی تو اس روشنی میں پروان چڑھنے والے مہذب ڈاکوؤں نے نیویارک شہر کے بڑے بڑے تجارتی مراکز لوٹ لئے تھے۔ کیا وہ اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم تھے؟ انہیں تعیّشات کی تسکین کے لئے زیادہ سے زیادہ ڈالرز کی تلاش تھی جو اپنی کمائی سے نہ مل سکے تو چوری کے ذریعے کمانا چاہتے تھے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ پاکستان کے بڑے شہروں کراچی، لاہور، راولپنڈی میں شہریوں کے گھروں میں ڈاکہ ڈالنے والے کون ہوتے ہیں؟ غریب کسان یا مزدور؟ نہیں زمینداران، بڑے سرکاری عہدہ داران اور سرمایہ داران کے صاحبزادگان ہوتے ہیں غریب کسان یا مزدور یا ان کے افلاس اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھ کے مارے بچے نہیں ہوتے۔ اشتہارات نے جو"ہل من مزید" اور خوب سے خوب تر کی تلاش کا چسکا ڈالا تھا وہ انہیں ڈاکو بنا گیا۔

⑭ تجارتی اغراض کے لئے اشتہار بازی کا جو ناٹک ٹیلی ویژن کے پردہ سیمیں پر رچایا جاتا ہے اور اس کی نقالی جس طرح ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اور بالخصوص سکولوں کے چھوٹے بچے اور بچیاں کر رہے ہیں اس کے مہلک نتائج گو آج بھی سامنے ہیں مگر مستقبل میں ان نتائج کی ہلاکت خیزی میں شدت اور وسعت پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

مظلوم عورت کی تقدیس ہر تجارتی اشتہار میں پامال کی جاتی ہے اور اس کے معاشرتی اخلاق پر بہت مضر اثرات پڑ رہے ہیں۔

اشتہار بازی کے لئے نہایت گھٹیا قسم کا لٹریچر چھپ رہا ہے جو ہمارے معاشرتی اخلاق کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے۔

اشتہار بازی اسلام کے قانون تجارت میں:

اسلام کے حکیمانہ قانونِ تجارت نے جب اشتہار بازی ایسے استحصالی حربہ کی مذمت کی ہے تو اس کے سامنے مذکوہ بالا تمام معاشی اور سماجی نقصانات ہیں۔ گو تجارتی مال اور تجارتی مصنوعات کی ایسی مہذب تشہیر کی اجازت تو اسلام کا قانون تجارت دے گا، جس تشہیر کا مقصد سرمایہ داروں کی تجوریاں بھرنے کے لئے صارفین کا استحصال نہ ہو بلکہ صارفین کی بہتری اور خیر خواہی ہو کہ وہ بہتر اور سستی اشیاء و خدمات خرید سکیں۔ مگر جس قسم کی اشتہار بازی آج کل سرمایہ دارانہ نظام کے ہدایت کاروں کی رہنمائی میں چل اور بڑھ رہی ہے اسلام کا قانونِ تجارت اس کی اجازت نہیں دے گا۔ اسلام کے قانونِ تجارت نے موجودہ قسم کی اشتہار بازی کی کیوں مذمت کی ہے؟ اس کی وجوہ کا خلاصہ یہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ سرمایہ دارانہ نظام اشتہار بازی کے ذریعے تجار، کارخانہ دار صنعت کار اور صنعتی ممالک صارفین اور ترقی پذیر ممالک کا معاشی استحصال کرتے ہیں اور اسلام کے قانونِ تجارت میں ایسا استحصال اپنی تمام تر صورتوں میں حرام ہے اور یہ ممانعت انسانی عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کسی نقلی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔

⑫ سرمایہ دارانہ نظامِ اشتہار بازی معاشرہ کو راہِ اعتدال سے ہٹا کر فضول خرچ بناتا ہے، اور فضول خرچی اسلام کے قانونِ تجارت میں جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ وَلَا تُسْرِفُوٓا۟ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ ﴾[1]

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو مگر فضول خرچی نہ کیا کرو کیونکہ وہ (ذات کریم) فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتی۔

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا۔

﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ ٱلْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا۟ إِخْوَٰنَ ٱلشَّيَـٰطِينِ ۖ وَكَانَ ٱلشَّيْطَـٰنُ لِرَبِّهِۦ كَفُورًا ﴿٢٧﴾ ﴾[2]

ترجمہ: اور یونہی فضول نہ اڑاؤ، بلاشبہ فضول اڑانے والے تو شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان تو اپنے پروردگار کا ناشکرا ہی ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ پر اخراجات میں راہِ اعتدال اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُوا۟ لَمْ يُسْرِفُوا۟ وَلَمْ يَقْتُرُوا۟ وَكَانَ

[1] سورۃ الاعراف: ۷، ۳۱

[2] سورۃ الاسراء: ۱۷، ۲۶، ۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ [1]

ترجمہ: اور وہ (اللہ کریم کے بندے تو) ایسے ہوتے ہیں کہ جب خرچ کرنے لگیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ (ان دونوں کے درمیان) سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں۔

⑭ اشتہارات کے ذریعے انسانوں کو تعیّشات کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے، اور ہمیں تو فکر اس امت مسلمہ کی ہے جس کا مزاج ہی مجاہدانہ ہے مگر آج وہ اس قدر تکلّفات اور تعیّشات کی دلدادہ بن گئی ہے کہ اس کی وہ تمام سخت کوشی اور سخت جانی کی صفات محو ہو رہی ہیں جن پر اس کے جہاد زندگانی کی بنیاد روز اول ہی سے رکھی گئی تھی۔ آج امت کا وہ حصہ جو تیل کی دولت سے مالا مال ہے وہ سرمایہ دار صنعتی ممالک کے پیدا کردہ سامان تعیّشات کا سب سے بڑا خریدار بن چکا ہے۔ اس عیش کوشی اور آرام پسندی کے مہلک نتائج کیا ہیں؟ اس کا جواب بیت المقدس، جولان کی پہاڑیوں اور غزہ کے شہر سے پوچھ لیں۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب عرب نوجوانوں کو ذرا سہل پسند محسوس کیا تو انہیں دھوپ میں کام کرنے اور سخت جان بننے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

الشمس حمام العرب.

ترجمہ: سورج عربوں کا حمام ہے۔

یعنی وہ دھوپ میں بھی اس قدر محنت کیا کریں کہ پسینہ سے شرابور ہو جایا کریں۔ ایک دوسرے مقام پر اس تلقین کو کتنے پراثر انداز میں دہرایا۔

إخشو شنوا فإن النعم لا تدوم.

ترجمہ: سخت جان بنو، یہ نعمتیں تو ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں۔

یہ سادگی کو اپنانے اور تعیّشات سے دور رہنے کی ترغیبات اس چشمہ صافی سے

---

[1] سورۃ الفرقان: ۲۵، ٦٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے اس مبارک ارشاد سے پھوٹا ہے جو آپ نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

إيّاك والتنعم، فإن عباد الله ليسوا بالمتنعمين.[1]

ترجمہ: اپنے آپ کو ناز ونعمت سے بچاتے رہنا، یقیناً اللہ کریم کے بندے ناز پرورده کبھی نہیں ہو سکتے۔

(۴) اشتہار بازی کے ذریعے سرمایہ داران، کارخانہ داران اور تاجران سادہ لوح صارفین کو دھوکہ دیتے ہیں جس کے ہتھیار غلط بیانی، غلط تشہیر اور دروغ گوئی ہیں اسلام کے قانون تجارت نے صارفین کو اس انداز میں دھوکہ دینے سے سختی سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ کا وہ ارشاد اس مکروہ حرکت پر دلیل ہے جس میں آپ نے اس شخص کو سخت تنبیہ فرمائی جو گیلا غلہ خشک غلہ کے نیچے رکھ کر بیچ رہا تھا۔

من غش فليس منا.[2]

ترجمہ: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات بغیر کسی شک وشبہ کے کہی جا سکتی ہے کہ اسلام کا عادلانہ قانونِ تجارت سرمایہ درانہ نظام کے طریقہ اشتہار بازی کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہ صارفین کے معاشی اور معاشرتی استحصال کا بہت بڑا سبب ہے۔

(۸) کمپنیوں کے حصص (شیئرز) کا کاروبار

بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں جو بڑے پیمانہ پر بڑے بڑے تجارتی کاروبار کرتی ہیں مثلاً اسٹیل ملز، شوگر ملز، فلور ملز، سیمنٹ پلانٹس وغیرہا، وہ ایسے کاروبار شراکت کی

[1] رواه احمد بحواله مشكوة المصابيح، باب فضل الفقراء، فصل ثالث حديث نمبر ٦

[2] مسلم بن حجاج القشيری: صحيح: ج كتاب الايمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد پر چلاتی ہیں جن میں کئی حصہ داران کے حصص (Shares) شامل ہوتے ہیں جو ان کمپنیوں کے حصص خرید کر ان کے حصہ داران (Share Holders) بن جاتے ہیں۔ یہ حصص ایک ہی قسم یا مالیت کے نہیں ہوتے بلکہ چھوٹے بڑے یا کم اور زیادہ قیمت اور مالیت کے ہوسکتے ہیں۔

کمپنی حصص کی تفصیل:

کمپنی حصص دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) کمپنی حصص برائے حصول سرمایہ (Capital Gain)۔

(۲) کمپنی حصص برائے حصول منافع (Dividened)۔

(۱) کمپنی حصص برائے حصول سرمایہ: کمپنی کے ایسے حصص صرف اس لئے خریدے جاتے ہیں کہ بازار میں جب ان کی قیمت فروخت چڑھ جائے تو انہیں فروخت کر کے رقم سرمایہ (Capital) حاصل کرلیا جائے۔

(۲) کمپنی حصص برائے حصول منافع: کمپنی کے یہ حصص صرف کمپنی کے منافع کے حصول کے لئے خریدے جاتے ہیں۔

کمپنی حصص کے کاروبار کے عدم جواز اور جواز پر دلائل:

عدم جواز کے دلائل جو علماء اسلام اور مسلم معیشت دان حصص کے کاروبار کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) ''مانع بیع فی التصرف'' ہے یعنی حصص کے کاروبار میں حصہ کا مالک (Share Holder) یا مشتری اپنے حصہ میں تمام مالکانہ تصرفات نہیں کرسکتا، جو کہ شریعت میں بیع کا مقتضی ہے بلکہ وہ صرف اس کی بیع کرسکتا ہے۔

(۲) ''مبیع غیر معین'' ہوتی ہے، دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کاروبار میں مبیع (یا خریدا اور بیچا جانے والا مال یا شے) غیر معین ہوتی ہے جو کہ مبیع میں تنازعہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجب بن سکتی ہے۔

③ ''مبیع غیر مقدور التسلیم'' ہوتی ہے یعنی شیئر کو بطورِ مال یا جنس خریدار کے سپرد نہیں کیا جا سکتا جبکہ صحت بیع کی شریعت میں یہ شرط ہے۔

④ شیئرز کی بیع، بیع قبل القبض ہے، گویا شیئر کا مالک ایسی چیز یا مال فروخت کر رہا ہے جس پر اس نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا۔ یہ صورتِ حال شریعت میں ممنوع ہے[1]

⑤ اسٹاک ایکسچینج کا کاروبار کرنے اور شیئرز کا کاروبار چلانے والوں نے خود اس کاروبار کو سٹہ (Speculation) قرار دیا ہے جو کہ شریعت میں ممنوع ہے۔

مویدین کے دلائل:

① شیئرز کی خرید وفروخت کے عدم جواز کی یہ دلیل کہ یہ بیع ''مانع فی التصرف'' ہے یعنی حصہ دار کو اپنے حصہ میں تصرفات کا کلی حق (Absolute Right) نہیں حاصل ہوتا جو کہ صحت بیع کا مقصد اول ہوتا ہے، یہ اشکال حقائق سے عدم واقفیت پر مبنی ہے کیونکہ شیئر ہولڈر اپنے حصہ کو فروخت کرنے کے علاوہ تحفہ میں کسی کو دے سکتا ہے، صدقہ وخیرات کر سکتا ہے زکوٰۃ میں دے سکتا ہے البتہ کمپنی، کاروبار کے استحکام کے لئے اگر یہ شرط عائد کر دے کہ شیئر ہولڈر کاروبار ختم کرنا چاہے تو اپنے حصہ کو صرف بیع کر سکتا ہے تو یہ شرط عقد بیع کے مخالف نہیں کیونکہ کاروبار و شرکاء کاروبار کی سلامتی اور استحکام کے لئے ایسی شرائط لگا سکتے ہیں۔

② شیئرز کی بیع پر یہ اشکال کہ اس میں مبیع غیر معین ہوتی ہے یا غیر مقدور التسلیم (جس کا سپرد کرنا یا اس پر قبضہ کرنا ناممکن) ہے درست نہیں۔ دراصل کمپنی کے حصص کی ملکیت ''مشاع'' (Commonablle) ہے اور ان کی بیع بھی بیع المشاع (Commonablle Sale) ہوتی ہے لہٰذا ان کی بیع تسلیم اور قبضہ اس مبیع کے حسب

---

[1] مرغینانی، الھدایة: ۹۳/۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال ہوگا، بیع المشاع میں مبیع کی سپردگی، تسلیم اور قبضہ اس کے کاغذات یا دستاویزات پر قبضہ اس مبیع پر قبضہ سمجھا جائے گا، جن میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

حصص کے کاروبار کے مؤیدین کے نزدیک مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ کاروبار شریعت کی روح اور مقاصد کے عین مطابق ہے۔

کمپنی شیئرز کی خرید وفروخت کی شرائط:

علماء کرام کی رائے میں کسی بھی کمپنی کے حصص (Shares) کی خرید وفروخت کے واسطے اس کمپنی کے لئے چار شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) کمپنی کا کاروبار اپنی اصل (Origin) میں شریعت کی رو سے حلال ہو، حرام یا نجس نہ ہو۔

(۲) کمپنی کسی طرح کے سودی کاروبار میں ملوث نہ ہو۔ خواہ اس کا کاروبار اپنی اصل کے اعتبار سے جائز اور حلال ہو۔ اگر اس کمپنی نے سود پر قرضہ لے لیا یا سود پر سرمایہ لگا دیا تو اس کا کاروبار ناجائز ہو جائے گا اور اس کے حصص کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہوگی۔

(۳) کمپنی کے نفع میں اگر سود شامل ہو تو اس کی مقدار کے برابر بلا نیتِ ثواب خیرات کر دیا جائے۔

(۴) کمپنی کا سرمایہ صرف نقد صورت ہی میں نہ ہو بلکہ اس کے جامد (Immovrable) اثاثے (Assets) بھی ہوں تاکہ ظاہری قیمت (Face Value) سے زیادہ یا کم پر بیچنے اور خریدنے کا جواز ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ⑦

تجارتِ خارجہ

تجارت خارجہ کی ضرورت

جس طرح ایک فرد اپنی بقاء اور ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے دوسرے افراد معاشرہ کا محتاج ہے، اسی طرح ایک ملک (وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی) اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے دوسرے ممالک کا محتاج ہے۔ اس کی مصلحت خالقِ کائنات نے غالباً اس میں رکھی ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں روابط استوار رہیں، کیونکہ جب تک وہ ایک دوسرے کی اشیاء وخیرات کے محتاج رہیں گے، وہ ایک دوسرے سے امن اور دوستی کی فضا کے خواہاں ہوں گے۔

تجارت خارجہ کی خالصۃً معاشی وجوہ جو معیشت دان بتاتے ہیں ان کے مطابق مختلف ممالک میں تجارت علاقائی تقسیم کار یعنی مختلف ممالک مختلف اشیاء تیار کرنے میں تخصیص (Speclaization) حاصل کر لیتے ہیں۔ آب و ہوا قدرتی وسائل اور لوگوں کی مہارت میں اختلاف کی وجہ سے مختلف اشیاء مقابلۃً زیادہ سستی لاگت سے پیدا کر لیتے ہیں، اور اس طرح اپنے ہاں سستی پیدا ہونے والی اشیاء کا دوسرے ممالک میں مقابلۃً زیادہ سستی لاگت سے پیدا ہونے والی اشیاء سے تبادلہ کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔[1]

---

[1] معیشت دانوں نے اس کا نام قانون تقابلی مصارف Law Of Comparative Cost رکھا ہے یعنی بعض ممالک بعض اشیاء اپنے ہاں پیدا کریں تو انہیں زیادہ مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں بہ نسبت ان مصارف کے جو وہ دوسرے ممالک سے وہی اشیاء درآمد کر کے برداشت کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً جن ممالک میں زرخیز زرعی زمینیں بافراط ہیں وہ زرعی اجناس پیدا کرنے میں تخصیص حاصل کر لیتے ہیں جن ممالک میں معدنیات مثلاً لوہا اور کوئلہ جیسی دھاتیں بافراط ہیں وہ مشینری تیار کرنے میں تخصیص حاصل کر لیتے ہیں۔ کسی ملک کے باشندے کوئی خاص مہارت حاصل کر لیتے ہیں اور یوں دوسرے کی اشیاء سے اپنی تیار کردہ اشیاء کا تبادلہ کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں جس کا سبب تجارت خارجہ بنتی ہے۔

تجارت خارجہ کے نظریات

جب ہم تجارتی نظریات کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو تجارتِ خارجہ کے بارے میں دو نظریے واضح طور پر ملتے ہیں۔

(۱) آزادانہ تجارت کا نظریہ۔

(۲) محفوظ تجارت کا نظریہ۔

(۱) آزادنہ تجارت کا نظریہ:

آزادنہ تجارت کے مؤیدین کی رو سے تجارت آزادانہ ہونی چاہیے، لہٰذا اندرونی اور بیرونی تجارت کی تمام پابندیاں از قسم کوٹہ سسٹم، تجارتی محصول، چنگیاں، تجارتی ٹیکس وغیرہا ختم ہونا چاہیے تاکہ مختلف دنیا کی پیداواری اشیاء اور اجناس جو فاضل (Surplus) ہیں وہ بلا قید دنیا کے دیگر ممالک تک سفر کریں اور یوں دنیا میں قحط اور قلت کے افسوس ناک مناظر اور مواقع پیدا ہی نہ ہوں۔

(۲) محفوظ تجارت کا نظریہ:

محفوظ تجارت کے نظریہ کے مؤیدین کے مطابق تمام ممالک اپنی مصنوعات، اپنی پیداوار اور اپنے وسائل بروئے کار لانے کے لئے بیرونی تجارت پر انحصار نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں، بلکہ اس پر چند خاص قسم کی پابندیاں لگائیں تاکہ اس ملک کے شہری زیادہ سے زیادہ اپنے ملک کی مصنوعات اور پیداوار سے استفادہ کریں تاکہ ان کے ملک کی مصنوعات اور دیگر پیداوار بڑھے اور وہ ملک ترقی کرے، اور یوں وہ عوام اپنے ملک کی معاشی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

اسلام آزادنہ تجارت کا حامی ہے

اسلام کی نگاہ میں تمام دنیا ایک گھر کی مانند ہے اور تمام انسان ایک کنبہ کے افراد کی طرح ہیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ تمام دنیا کی پیداوار جو دراصل اللہ کریم کی نعماء اور برکات پر مشتمل ہے، تمام انسانوں کے لئے مشترک اور عام ہو۔ البتہ موجودہ حالات میں جب کہ اسلام کی عالمی برادری کے پیغام بردار اور اس کو عملی جامہ پہنانے والے ہی اپنے اپنے دائرہ میں سمٹ چکے ہیں اور چند کلیوں پر قانع ہو کر اپنے اپنے تنگ داماں بھر کر بیٹھ گئے ہیں، جنہیں چمنِ عالم کا مالی اور نگہبان بنایا گیا تھا وہ صرف غمِ آشیاں میں مبتلا ہیں، ان کی بلا کو بھلا چمن برباد ہو یا غیروں کی ملکیت میں چلا جائے۔ ان حالات میں اسلام کی خارجہ پالیسی مندرجہ ذیل دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

① عالم اسلام میں مکمل تجارتی اتحاد ہو۔

② دیگر اقوام عالم کے ساتھ مسلمان ممالک یا مسلمان تجار کا تجارتی لین دین اور پیداواری منافع جات اور علمی اور فنی کمالات کا تبادلہ بالمثل ہوگا۔

آیئے ذرا اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں۔

① عالم اسلام میں تجارتی اتحاد:

عالم اسلام کے تمام ممالک اور شہر اپنی تمام تر جغرافیائی حدود اور فاصلوں کے باوجود ایک امت، ایک قوم اور ایک جماعت ہیں۔ یہ سمندروں کے فاصلے، کوہستانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلے اور زمین کی دوریاں، انہیں ایک وحدت سے تعدد میں نہیں بدل سکتیں۔ اسلام کا نظریہ تجارت خارجہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ ان کے درمیان کسی قسم کی تجارتی پابندیاں نہ ہوں، ان کی پیداوار اور اشیاء بلا روک ٹوک عالم اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لائی اور لے جائی جاسکیں۔ یہ تمام ایک ہی کنبہ کے افراد ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کی کفالت کرنی ہے۔ اس بارے میں چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

﴿وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱتَّقُونِ ﴿٥٢﴾﴾ [1]

ترجمہ: اور یقیناً تمہاری یہ امت تو ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں، لہٰذا ڈرتے رہا کرو۔

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾﴾ [2]

ترجمہ: بلاشبہ مومنین تو بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے ان بھائیوں کے درمیان (اگر کبھی جھگڑا ہو ہی جائے) صلح کراتے رہا کرو۔ اور اللہ کریم سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

المسلم أخو المسلم لا يظلمه ويسلمه، ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته. [3]

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ تو اس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ اسے کسی ظالم کے مقابلہ میں بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ اور جو کوئی

---

[1] سورة المومنون: ۲۳، ۵۲

[2] سورة الحجرات: ۴۹، ۱۰

[3] متفق علیہ بحوالہ مشكوة المصابيح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، فصل اول، حدیث نمبر ۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بھائی کی حاجت براری میں کوشاں ہوگا اللہ کریم اس کی حاجت پوری کریں گے۔

المومن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضا.[1]

ترجمہ: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے دیوار (کی اینٹوں) کی طرح ہے جس میں ایک جزء دوسرے جزء کو تقویت پہنچاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مقام پر وحدت کا نقشہ ان خوبصورت اور وجدان انگیز الفاظ میں کھینچا ہے۔

ترى المؤمنين فى تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد، إذا أشتكى عضو منه تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى.[2]

ترجمہ: تو مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے، آپس میں محبت کرنے اور آپس میں لطف واحسان کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا کہ جب اس (جسم) کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوئی تو سارا جسم بیداری اور تکلیف میں اس کا ہم نوا بن جاتا ہے۔

وحدت امت کا یہ پاکیزہ درس امت مسلمہ کو اس حقیقت کی تبلیغ کرتا ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے مختلف شہر دراصل ایک ہی وحدت کی کڑیاں ہیں۔ ان کی مختلف پیداوار اور مصنوعات تمام عالم اسلام کے لئے افادیت کی چیزیں ہیں، اور فاضل عاملین پیدائش (Factor of, Production) اور ذرائع پیداوار ان بلادِ اسلامیہ کے درمیان بلا روک ٹوک منتقل ہوتے رہیں، اور اس طرح تمام ممالک اسلامیہ کے مکینوں کی ضروریات زندگی بآسانی اور بافراوانی پوری ہوتی رہیں۔

---

[1] متفق علیہ، حوالہ بالا: حدیث نمبر ۸۷

[2] متفق علیہ، حوالہ بالا حدیث نمبر ۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں جو اسلامی ممالک امیر ہیں، تیل کی دولت سے مالا مال ہیں، جن کی فالتو دولت اور ذرائع دولت یورپی ممالک کے بنکوں میں دشمنانِ اسلام کی ترقی اور مزید دولت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ عالمی اور عربی ممالک کے اندازوں کے مطابق ۱۹۷۵ء میں اس فالتو دولت کی مقدار ۷۰ بلیون ڈالر تھی۔ یہ فاضل مال تجارت کی راہ سے جب عالم اسلام کے غریب ممالک میں آئے گا تو ان ممالک کی معاشی پسماندگی کا علاج ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اسلامی ممالک آپس میں فنی اور تکنیکی تعاون بڑھا سکیں گے پھر وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ سرمایہ دار مغرب اور اشتراکی مشرق سے بے نیاز ہو جائیں، اپنا اسلحہ خود تیار کریں۔ اپنے امورِ حیات کی تنظیم خود کریں، اپنے زیر زمین خزانے خود نکالیں، اور ان سے خود ہی مستفید ہوں اپنے سمندروں کو اپنے ہی اساطیل سے عبور کریں گے اور یوں ایک نئی صبح طلوع ہوگی جو اس قیادت اور سرفرازی کو واپس لائے گی جسے مدت ہوئی عالم اسلام کھو چکا ہے۔

② غیر اسلامی ممالک سے تجارتی پالیسی:

اس پالیسی کے رہنما اصول مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اسلام تمام انسانوں کے لئے پیغام رحمت وعدل ہے۔ اس کی نگاہ میں ساری مخلوق اللہ کریم کا کنبہ اور سارے انسان اللہ کریم کے بندے اور آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہیں۔ تمام انسان معاشی حاجات میں برابر ہیں، کسی امیر کو کسی غریب پر کوئی برتری نہیں۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد جہاں انسانی رنگ ونسل کی برابری کا درس دیتا ہے وہاں معاشی حاجات میں ان کی برابری کا بھی سبق دیتا ہے۔ ارشاد ہے۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ﴾[1]

[1] سورة النساء: ٤، ١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اے انسانو! اپنے اس پروردگار سے ڈرتے رہا کرو جس نے تم سب کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، پھر ان دونوں کے ذریعے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا:

کلم بنو آدم وآدم خلق من تراب۔[1]

ترجمہ: تم سارے کے سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

اسلام کا نظام معاشی عدل ان نصوص کی روشنی میں تمام انسانوں کے درمیان معاشی تعلقات کا داعی ہے اور تجارت خارجہ اس کا مظہر اتم ہے۔

⑫ ان تجارتی تعلقات کی بنیاد محض انسانی ہمدردی، انسان کی ضروریات کی تکمیل اور اس کی معاشی فلاح ہے۔ اسلام کا نظام معاشی عدل تمام ملکوں، قوموں اور انسانوں کو دوسروں کے ساتھ معاشی انصاف ہمدردی اور خیر خواہی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام —— جو کہ دین فطرت ہے —— بخوبی تعلیم دیتا ہے کہ جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کے تعاون کے بغیر اپنی معاش کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتا اسی طرح ایک ملک کی دوسرے ملکوں کے تعاون کے بغیر معاشی بقا ممکن نہیں۔ اسلامی فقہاء کی اس سلسلہ میں رائے کتنی حقیقت پسندانہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

إنّ النّاس يحتاج بعضهم إلى بعض، ولا تمكن التعايش مالم يتظاهروا۔[2]

[1] رواه ابن كثير رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیره، سورة الحجرات

[2] امام راغب، اصفهانی رحمہ اللہ تعالیٰ: الذريعة الى مكارم الشريعة: مطبع الوطن، قاهرة: ١٢٩٩ھ، ص ١٤٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: یقیناً تمام انسان آپس میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ان کی حاجت براری اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک وہ ایک دوسرے کا تعاون نہ کریں۔

داعی عدل وانصاف اور تعاون باہمی پیغمبر اسلام ﷺ کا ارشاد ہے۔

الخلق عيال الله. فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله.[1]

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ کریم کا کنبہ ہے۔ لہٰذا اللہ کریم کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو اللہ کریم کے کنبہ سے زیادہ اچھا سلوک کرے۔

اس معاشی تعاون اور خیر خواہی کی بنیاد کیا ہوگی؟ اسلام کے ازلی اور ابدی اصولوں میں اس کا جواب ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾[2]

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری کے معاملات میں آپس میں تعاون کیا کرو البتہ گناہ اور (کسی پر) زیادتی کے معاملہ میں آپس میں تعاون نہ کیا کرو۔

۱۴ گو ساری زمین اللہ کریم کی زمین ہے اور اسلام ملکی پابندیوں اور حدود کا مذہب نہیں، جہاں جہاں کوئی مسلمان بستا ہے وہ اسلام کی زمین ہے، ان مسلمانوں کی معاشی حاجات کی تکمیل کرنا اسلام اپنا فرض سمجھتا ہے۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کی زمین کے ایک حصہ پر انسان دولت کا بے جا استعمال کریں،

[1] ولی الدین: مشکوۃ، المصابیح، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، حدیث نمبر ۵۲

[2] سورۃ المائدہ: ۵:۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیداوار کو سمندر میں پھینک کر ضائع کر دیں اور دوسرے کسی حصہ پر انسان بھوکے مررہے ہوں۔ اسلام چاہتا ہے کہ جو ملک کسی شے یا خدمت کی پیداوار یا صنعت میں تخصیص حاصل کر لے وہ اس کے فوائد دوسروں تک پہنچائے۔

لیکن وہ زمین جس پر کم نصیبی سے ایسے انسان آباد ہوں جنہیں نعمت اسلام نصیب نہ ہوسکی ہو وہ کفار ہیں، ان کی زمینیں اور آبادیاں غیر مسلم ممالک کہلاتے ہیں۔ ان میں سے بعض ممالک مسلمانوں کے ساتھ حالت امن اور صلح سے ہیں اور بعض حالت جنگ میں ہوں گے۔ ان دونوں قسم کے ممالک کے بارے میں اسلام کی تجارتی پالیسی کیا ہوگی؟ قرآن مجید نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٨﴾ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩﴾﴾ [1]

ترجمہ: اللہ کریم تمہیں ان لوگوں سے نہیں منع کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے ہوں، اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا ہو کہ تم ان سے بھلائی اور انصاف کا معاملہ نہ کرو (بلکہ کرو کیونکہ) اللہ کریم تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کریم تو تمہیں ان لوگوں سے روکتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے دیس نکالا پر وہ مجتمع ہوگئے کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو ایسے کافروں سے دوستی کریں

[1] سورۃ الممتحنۃ: ۸، ۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے وہی ظالم ہوں گے۔

ان آیات میں واضح اشارہ ہے کہ اسلام کا قانونِ تجارت مسلمانوں کو صرف ان اقوام عالم سے تجارتی تعلقات استوار کرنے سے منع کرتا ہے جو مسلمانوں کے دین کے دشمن ہوں اور حالت جنگ میں ہوں، باقی سب سے تجارتی تعلقات کی اجازت ہے اوران تک مسلمانوں کی پیداواروں اور معاشی ترقیات کا حصہ پہنچانے کی ترغیب ہے۔

⑭ البتہ مذکورہ بالا قانون کی مستثنیات (Exceptions) ہیں اسلام کا رحیمانہ قانونِ تجارت اس سے بھی آگے قدم بڑھا کر احسان کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اور تاریخ اسلام میں ایسے بھی واقعات ہیں جہاں حربی کفار کے ساتھ تجارت کر کے ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا گیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا واقعہ نقل کیا ہے جو بین الاقوامی تجارت میں اسلامی معاشی عدل سے بڑھ کر معاشی احسان کی دلیل ہے۔ لکھتے ہیں۔

بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مائة دينار إلى مكة حين قحطوا وأمر بدفع ذلك إلى أبي سفيان بن حرب وصفوان بن أمية ليصرفا على فقراء أهل مكة۔[1]

ترجمہ: جب اہل مکہ قحط کا شکار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے پانسو درہم بھیجے اور قاصد کو حکم دیا کہ یہ دینار ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ (سرداران قوم) کو دیئے جائیں تاکہ وہ انہیں مکہ مکرمہ کے محتاجوں میں بانٹ دیں۔

یہ معاشی احسان اس وقت کیا گیا جب قریش مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے

[1] محمد بن حسن الشيباني: شرح كتاب السير الكبير، قاهرة: ١٩٥٧ ج ١ باب صلة المشرك: ص ٩٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیاسے تھے اور دین کے بدترین دشمن تھے۔

حضرت ثمامہ بن اثال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یمامہ کے سردار تھے۔ جب مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ سے واپس ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ میں سے گزرے تو اہل مکہ نے ان پر آوازے کسے اور اسلام قبول کرنے پر دلخراش طعنے مارے۔ اس پر انہوں نے جوش میں آکر کہا: اب جب تک سردار کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حکم نہیں فرمائیں گے یمامہ کی گندم تمہارے شہرِ مکہ نہیں درآمد ہو سکے گی نتیجۃً مکہ مکرمہ میں قحط کے حالات پیدا ہوگئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے حضرت ثمامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو گندم برآمد کرنے کا حکم دیا۔[1]

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خود ایک بار مدینہ منورہ کی کھجوریں ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ارسال فرمائیں، اور ان کے بدلے مکہ مکرمہ کی کھالیں درآمد کیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کفار مکہ مسلمانان مدینہ منورہ کے جان کے دشمن تھے۔[2]

⑧ بین الاقوامی تجارت میں امیر اور ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کا معاشی استحصال کسٹم کے ظالمانہ قوانین کے ذریعے کرتے ہیں۔ وہ درآمد اور برآمد کنندگان پر بھاری ٹیکس (Custom Duties) لگاتے ہیں جو کہ بین الاقوامی سطح پر معاشی انصاف کے حصول کی راہ کا بڑا پتھر ہیں۔ اسلام نے اس بھاری پتھر کو روز اول ہی سے ہٹا دیا جب اس نے ساری مخلوق کو اللہ کریم کا کنبہ قرار دیا (الخلق عیال اللّٰہ) جیسا کہ شروع میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

البتہ جب دوسرے ممالک مسلمان تاجروں پر ٹیکس لگائیں تو اسلام کا قانون تجارت اسلامی ریاست کو صرف اسی مقدار میں ان ممالک کے تجار پر ٹیکس لگانے کی اجازت دیتا ہے، زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا

---

[1] صحیح بخاری، باب وفد بنی حنیفہ میں حضرت ثمامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پورا واقعہ مذکور ہے۔

[2] محمد بن حسن الشیبانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی حوالہ بالا: باب صلة المشرك

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے گورنر ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس سلسلہ میں جاری کردہ ہدایت نامہ (Directive) اس کی قانونی نظیر ہے۔

خذ أنت منهم كما يأخذون من تجار المسلمين۔[1]

ترجمہ: ان (کفار تاجروں) سے اتنا ہی (محصول) وصول کیجئے جتنا وہ (ان کے حکام) مسلمان تجار سے وصول کرتے ہیں۔

اس ہدایت نامہ میں ایک اور نکتہ بھی صاف نظر آ رہا ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اس ٹیکس کے لئے اجازت دینا بھی بین الاقوامی سطح پر معاشی عدل کی ترویج کے لئے ہے، جب مسلمان حکومتیں کفار پر اتنا ہی ٹیکس لگائیں گیں جتنا وہ لگاتے ہیں تو ایک طرف مسلمان تاجروں کو تحفظ نصیب ہوگا، اور دوسری طرف اسلامی ریاست کو ایک فلاحی ٹیکس بذریعہ آمدن مل جائے گا۔ تیسری طرف سب سے اہم فائدہ یہ ہوگا کہ کفار بھی اپنے ٹیکس کی مقدار کم رکھیں گے، تاکہ مسلمان ممالک بھی ان کے تاجروں پر ٹیکس کی مقدار کم لگائیں۔ اس طرح اسلام کا قانونِ تجارت بین الاقوامی سطح پر معاشی انتقام (Economic Retaliation) کی بجائے معاشی عدل (Economic Justice) قائم کرتا ہے۔

(۹۱) جس غیر مسلم ملک کی حکومت اسلامی ریاست کے تجار کے اموالِ تجارت پر کوئی محصول نہیں لیتی، اسلامی ریاست بھی اس کے تجار سے کچھ نہیں لے گی۔

صاحب ہدایہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اس کی نظیر یوں بیان کی ہے۔

إن كانوا لا يأخذون أصلا لا يأخذ۔[2]

ترجمہ: اگر وہ کچھ نہیں لیں گے تو وہ (ہمارا عاشر، درآمدی برآمدی ٹیکس وصول کرنے والا) بھی کچھ نہیں لے گا۔

---

[1] ابو یوسف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی: كتاب الخراج، مطبعة سلفيه، قاهره ۱۳۸۲ھ، ص ۱۳۵

[2] مرغینانی: الهدايه، كتاب الزكاة: باب في من يمر على العاشر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں اسلام کا ابدی قانون قرآن کے الفاظ میں یوں ہے۔

﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: نہ کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

تجارتِ خارجہ کے چند ضوابط

غیر مسلم ممالک سے کسی اسلامی ملک کی تجارتِ خارجہ مندرجہ ذیل ضوابط کی پابند ہوگی۔

⑪ اسلامی ملک کی حکومت، یا شہری غیر مسلم ممالک سے محرمات میں سے کوئی پیداوار (مثلاً پوست، بھنگ، افیون) یا مصنوعات (مثلاً شراب، الکوحل، عریاں اور اخلاق سوز فلمیں) اور اجناس (مثلاً بت، سور) نہیں درآمد کریں گے۔ اسلام نے محرمات کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

إن اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام.[1]

ترجمہ: بلاشبہ اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔

⑫ اسلامی ملک کی حکومت یا شہری غیر مسلم کو کوئی ایسی چیز یا پیداوار برآمد نہ کریں گے، جس سے اسلامی ریاست کو خطرہ ہو مثلاً اسلحہ، اسلحہ بنانے کا خام مواد، اسلحہ ٹیکنالوجی وغیرہ۔

⑬ تمام تجارتی معاہدات جو شرعاً درست ہوں گے اور غیر مسلم ممالک سے کیے جائیں گے انہیں ضرور پورا کیا جائے گا۔

[1] متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، فصل اول، حدیث نمبر ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بارے میں قرآن مجید کا دائمی اور جامع قانون دیکھیے۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ﴾ [۱]

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے معاہدات کو پورا کیا کرو۔

﴿وَأَوْفُوا۟ بِٱلْعَهْدِ ۖ إِنَّ ٱلْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔولًا ﴿٣٤﴾﴾ [۲]

ترجمہ: اور عہد و پیمان کو پورا کیا کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس طرح کے معاہدات کے تحت اسلامی ریاست سے دوسرے ممالک کے تاجران کو راہداری اور سلطنت میں قیام کی اجازت دی گئی اور ان ممالک سے یہ سہولتیں اپنے تجار کے لیے حاصل کرے گی۔

(۴) تجارتی محصولات (Custom Duties) سامان تجارت پر نہیں بلکہ تجارت پر لگائے جاتے ہیں اگر تاجر اسلامی ریاست کا شہری ہو، مسلمان ہو یا ذمی، اُسے کسی درآمدی محصول (Export & Import Duty) کی ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اس قانون کے بارے میں ابو عبید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ایک نظیر نقل کی ہے۔

عن إبراهيم بن مهاجر قال: سمعت زياذ بن حدير يقول: أنا أوّل عاشر عشر في الإسلام قلت: من كنتم تعشّرون؟ قال: ما كنا نعشّر مسلما و معاهدا، كنا نعشّر نصارى بني تغلب. [۳]

ترجمہ: ابراہیم بن مہاجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے روایت ہے: میں نے زیاد بن حدیر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو فرماتے ہوئے سنا: میں پہلا شخص ہوں

[۱] سورة المائدة ۵: ۱

[۲] سورة الاسراء (۱۷): ۳٤

[۳] ابو عبید قاسم بن سلام رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی: کتاب الاموال، قاهره، نمبر مسئله ۱۶۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے اسلامی دور میں محصول (درآمد برآمد) لگایا میں نے دریافت کیا: آپ کن تاجروں پر یہ محصول لگاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہم مسلمان اور ذمی تجار پر محصول نہیں لگاتے تھے، صرف بنوتغلب کے عیسائی تاجروں پر لگاتے تھے۔

البتہ مسلمان تجار سے ان کے اموال تجارۃ کی زکوٰۃ کے طور پر چالیسواں حصہ (ربع العشر) اور ذمی تاجروں سے جزیہ کے طور پر بیسواں حصہ (نصف العشر) لیا جائے گا اور یہ سال میں ایک ہی بار ہوگا۔

اس سلسلہ میں صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ نظیر قابل توجہ ہیں۔

يؤخذ من المسلم ربع العشر ومن الذمى نصف العشر ومن الحربى العشر.[1]

ترجمہ: مسلمان (تاجر) سے چالیسواں حصہ، ذمی سے بیسواں حصہ اور حربی سے دسواں حصہ لیا جائے گا۔

⑧ تمام قسم کے محصول چنگی اور ایکسائز بالکل ناجائز ہیں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد اس کی نظیر ہے۔

لا يدخل الجنة صاحب المكس.[2]

ترجمہ: محصول چنگی وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظیر پر عمل کرتے ہوئے اپنے ایک گورنر کو لکھا۔

وضع عن الناس المكس وليس بالمكس ولكنه البخس.[3]

---

[1] مرغيناني: الهداية، كتاب الزكاة

[2] ابو عبيد: حواله بالا، نمبر ١٦٢٤

[3] ابو عبيد قاسم بن سلام: حواله مذكور، نمبر مسئله: ١٩٢٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: لوگوں سے محصول چنگی لینا بند کردو کیونکہ یہ محصول نہیں بل کہ ظلم کا ٹیکس ہے۔

مشہور عالم دین اور ماہر اسلامی اقتصادیات مولانا محمد حفظ الرحمان سیوہاروی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اسلام کے تجارت خارجہ کے مسلک پر بحث کرتے ہوئے جو لکھا ہے وہ قابلِ توجہ ہے۔

اسلام عالمگیر مذہب اور اخوت عالم کا سب سے بڑا علمبردار ہے اس لیے وہ اس معاملہ میں ایسے ترجیحی سلوک کا قائل نہیں ہے جس سے ملکوں اور قوموں کے درمیان تجارت کے نام سے معاشی دستبرد اور تجارتی حسد و بغض پیدا ہو اور نتیجہ میں ایک کی غلامی اور دوسرے کی آقائی یا ایک کی خوشحالی اور دوسرے کی تباہی ظاہر ہو اس لیے اس نے تجارت کے محصولات کے بارے میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے، اور درآمد و برآمد پر اس قسم کی پابندیاں نہیں عائد کیں جو اس مہذب دور کی حکومتوں نے استحصال بالجبر کے لیے استعمال کی ہیں۔ اس نے تو فطرتی تقاضا کے مطابق یہی فیصلہ دیا ہے کہ ''تجارت'' معاشی ذرائع میں سے ایک بہترین ذریعہ ہے لہٰذا اس کو اپنے پرائے کا فرق کیے بغیر ٹیکسوں اور محاصل سے معاف رکھا جائے گا تاکہ خدا کی کائنات کے مختلف حصوں میں اشیائے ضرورت آسانی کے ساتھ لی دی جاسکیں اور خدا کی مخلوق محبت اور پریم کے ساتھ ایک دوسرے کا تعاون حاصل کر سکے اور خالقِ کائنات کی یہ ساری کائنات ایک برادری اور ایک ہی کنبہ بن جائے۔[1]

[1] محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی: اسلام کا اقتصادی نظام، ندوۃ المصنفین، دھلی، ۱۹۵۹، ص ۲۵۲ - ۲۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ⑧

اموالِ تجارت کی زکوٰۃ

چونکہ اس کتاب کا موضوع ''اسلامی قانونِ تجارت'' ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس میں تجارتی اموال کی زکاۃ پر بھی بحث کی جائے چونکہ تجارت کو اللہ کریم نے اپنے بندوں کے لیے جائز کیا ہے جب کہ سود کو حرام قرار دیا ہے، تجارت سے انسانوں کے اموال میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے، لہٰذا تجارت کے جواز اور اس کے ذریعے سرمایہ میں اضافہ پر شکرانہ کے طور پر اسلام کے قانونِ تجارت نے صاحبِ ثروت تاجروں پر لازمی قرار دیا ہے کہ وہ اپنے ان غریب اور حاجت مند بھائیوں کا حصہ بھی نکالا کریں جو اپنی مالی اور دیگر مجبوریوں کی وجہ سے تجارت ایسے بابرکت پیشہ کو نہ اپنا سکے اور مفلوک الحال اور محتاج رہ گئے۔

اموالِ تجارت کیا ہیں؟

فقہاء اسلام نے اپنی کتبِ فقہ میں اموالِ تجارت کے لیے ''عروض التجارۃ'' (Commereial Goods) کا نام استعمال کیا ہے اس سے ان کی مراد سونا، چاندی اور نقد روپیہ کے سوا تمام وہ سامان ہے جو تجارت کی نیت سے خریدا اور بیچا جائے یہ سامان ہر قسم کے منقول (Movable) اور غیر منقول (Immovable) مثلاً آلات، مشینری، کپڑوں، اشیاءِ خورد و نوش، زیورات، حیوانات، درخت، آراضی، مکان تجارتی حصص، تمسکات (Securities) سامان سرمایہ (Capital Goods) وغیرہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشتمل ہے۔

نصاب

اموالِ تجارت کا نصاب وہی ہے جو نقد کا ہے یعنی اگر سال گذرنے پر کسی تاجر کا مجموعی مال اور نقد سرمایہ ملا کر باون تولے چاندی کے برابر ہو، یا اس سے زائد ہو تو اس سے ۲½ فیصد شرح سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی اس پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے۔

اموالِ تجارت کی زکوٰۃ کا وجوب

اموالِ تجارت کی زکوٰۃ پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے اور اس وجوب کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) قرآن مجید سے استدلال:

یہ چند نظائر قابلِ توجہ ہیں۔

(۱) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! ان پاکیزہ مالوں میں سے خرچ کرو جو تم محنت کر کے کماتے ہو اور اس میں بھی جو ہم تمہارے لیے، زمین سے نکالتے ہیں۔

طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشہور تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے "مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ" سے مراد ہے "جو کچھ تجارت کے ذریعے کماؤ۔"[2] یہی رائے حسن بصری، ابوبکر جصاص، ابن العربی اور امام رازی

---

[1] سورة البقرہ (۲): ۲٦٧.

[2] تفسیر طبری، سورة البقرہ، آیت نمبر: ۲٦٧ کی تفسیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہے۔[1]

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

ظاهر الآية يدل على وجوب الزكاة في كل مال يكتسبه الإنسان فيدخل فيه زكاة التجارة الخ.[2]

ترجمہ: اس آیت کا ظاہر مفہوم ہر اس مال پر زکوٰۃ کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے جو انسان کماتا ہے اس میں اموالِ تجارت پر زکوٰۃ بھی شامل ہے۔

⑫ ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾[3]

ترجمہ: ان کے مالوں سے صدقہ (واجب یعنی زکاۃ) وصول کیا کیجیے اس کے ذریعے انہیں پاکیزہ بنائیے۔

ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً عام في كل مال على إختلاف أصنافه وتباين أسمائه، فمن أراد أن يخصه بشئ فعليه الدليل.[4]

ترجمہ: ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجیے کا حکم عام ہے اور مال کی تمام قسموں کو ان کی قسموں اور ناموں کے مختلف ہونے کے باوجود شامل ہے اور جو کوئی مال کی کسی قسم (مثلاً اموال تجارت) کو اس حکم سے نکالنا چاہے تو اس کو دلیل لانا پڑے گی۔

---

[1] ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ تعالیٰ: احکام القرآن: ۵۴۳/۱، ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ: الحکام القرآن، ج۲۳۵

[2] امام رازی: تفسیر کبیر: ۴۳/۱، سورۃ بقرہ، آیت نمبر: ۲۶۷

[3] سورۃ التوبۃ (۹): ۱۰۳

[4] شرح الترمذی: ۱۰۴/۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) حدیث سے استدلال:

یہ دونمونے ملاحظہ ہوں۔

⓫ عن سمرۃ بن جندب قال: کان رسول اللّٰہ ﷺ یأمرنا أن نخرج مما تعد للبیع.[۱]

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اس مال میں سے زکاۃ نکالیں جسے ہم تجارتی مال شمار کرتے تھے۔

⓬ عن أبی ذرّ قال: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: فی الإبل صدقتھا، وفی الغنم صدقتھا وفی البز صدقتہ.[۲]

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اونٹوں میں زکوٰۃ ہے، بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ ہے اور کپڑے میں زکوٰۃ ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا ٹکڑا ''فی البز صدقتہ'' (تجارتی مقاصد کے لیے خرید کیے گئے) کپڑے میں زکوٰۃ ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے تجارتی سامان میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا۔

(ج) آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین:

چند نظائر قابل توجہ ہیں۔

⓫ عن عبدالقاری (من قبیلۃ القار) قال: کنت علی بیت المال زمن عمر بن الخطاب، فکان إذا خرج العطاء جمع

---

[۱] الدار القطنی: ۲۱٤، نصب الرایہ: ۳۷٦/۲

[۲] ابن حزم: المحلی، قاھرۃ: ۳٤/۵ - ۲۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أموال التجار ثم حسبها، شاهدها وغائبها، ثم أخذ الزكاة من شاهد المال على الشاهد والغائب.[۱]

ترجمہ: قبیلہ قارہ کے ایک شخص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بیت المال پر مامور تھا جب وظائف دینے کا وقت آتا تو آپ تاجروں کے اموال اکٹھے کرتے اور ان کے (اموال کے) کھلے چھپے سب کا حساب لگاتے پھر ظاہر اور خفیہ اموال سے زکوٰۃ لیتے۔

⑫ عن أبي عمرو بن حماس عن أبيه قال: مربي عمر فقال: يا حماس! أدّزكاة مالك فقلت: مالي مالٌ إلا جعاب وأدم فقال: قوّمها قيمة ثم أدّزكاتها.[۲]

ترجمہ: حضرت ابوعمرو بن حماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گذرے اور مجھے فرمانے لگے: اے حماس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو میں نے عرض کیا: میرے پاس جعاب (تیروں کے غلافوں) اور کھالوں کے سوا کچھ نہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! ان کی قیمت لگاؤ اور پھر زکوٰۃ ادا کرو۔

یہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیروں کے غلافوں اور کھالوں کا کاروبار کیا کرتے تھے۔

⑬ روى أبوعبيد عن إبن عمر: ليس في العروض زكاة إلا أن تكون للتجارة.[۳]

---

[۱] ابن حزم المحلی، قاهرة: ٣٤/٦

[۲] ابن حزم: حواله بالا، ٢٣٥/٥

[۳] البيهقي، السنن الكبرى: ١٤٧/٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: حضرت ابوعبید رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: سامان پر کوئی زکوٰۃ نہیں سوائے اس مال کے جو تجارت کے لیے ہو۔

(۴) قال أبو عبيد رحمه الله تعالى في أموال التجارة: أجمع المسلمون على أن الزكاة فرض واجب فيها.[1]

ترجمہ: حضرت ابوعبید قاسم بن سلام اموال تجارت کے بارے میں لکھتے ہیں: اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان میں زکوٰۃ فرض واجب ہے۔

تمام ائمہ اور فقہاءِ امت کا اموال التجارۃ میں زکوٰۃ کے وجوب پر اتفاق ہے۔

(۵) ألزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب كذا في الهداية.[2]

ترجمہ: زکاۃ تجارتی سامان کی ہر قسم پر واجب ہے، جب اس کی قیمت چاندی یا سونا کے نصاب کو پہنچ جائے، اسی طرح (فقہ کی مشہور کتاب) الہدایہ میں مذکور ہے۔

اموالِ تجارت پر زکوٰۃ کے مسائل

(۱) مالِ تجارت صرف وہی ہوگا جو تجارت کے لیے فروخت کرنے کی نیت سے لیا ہوگا، البتہ اگر خریدا تو ذاتی استعمال کے لیے، مگر بعد میں تجارت کی غرض سے بیچنے کی نیت کی، تو یہ نیت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا یعنی جب وہ فروخت کرنا شروع کرے گا اس وقت یہ مالِ تجارت بن جائے گا، اور اس وقت کے بعد اگر سال بھر یہ مال رہا تو اس پر

[1] ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ: كتاب الأموال، قاهره: ٤٢٩

[2] الفتاوى الهندية: ١/١٧٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ فرض ہوگی۔[۱]

ایسا مال جسے خریدتے وقت تجارت کی نیت تھی مگر بعد میں تجارت کی نیت نہ رہی، ایسا مال مالِ تجارت تصور ہوگا نہ اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ وہ مال جو بذریعہ تجارت یا مبادلہ کے حاصل کیا گیا ہو مثلاً میراث، وصیت یا ہدیہ کے ذریعہ گو مال کی وصولی کے وقت تجارت کی نیت ہو، پھر بھی یہ مالِ تجارت شمار نہ ہوگا، نہ ہی اس پر زکاۃ ہوگی ایسا مال جو خریدا تو تجارت کے لیے مگر اُسے گھریلو استعمال میں لایا گیا (مثلاً فرنیچر، باردانہ، خیمے، برتن وغیرہ) اور اس میں تجارت کی نیت بھی باقی رہی ہو تو یہ مال مالِ تجارت شمار ہوگا اور اس پر زکاۃ ہو جائے گی۔[۲]

(۱۲) مشینیں اور آلاتِ کارخانہ اور زرعی آلات مثلاً بیل، ہل، ٹریکٹر، تھریشر وغیرہ، درزی کی مشین اسی طرح دیگر پیشوں والوں کے آلاتِ کار (جنہیں العروض الثابتہ کہتے ہیں) اموالِ تجارت نہیں ہیں، لہٰذا ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے مکانات اور کارخانوں کی عمارت بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں البتہ مکانوں کے کرایوں سے حاصل شدہ رقم جس قدر سال بھر کے ختم تک باقی رہے گی اگر وہ چاندی کے نصاب کے بقدر ہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں یہی مسئلہ برتنوں، شامیانوں سائیکلوں اور فرنیچر وغیرہ کے لیے ہے۔[۳]

اسی طرح تجارتی پلاٹ کی قیمت اگر بقدر نصاب ہو، اس پر بھی زکاۃ ہوگی۔[۴]

---

[۱] ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار: ۱۸/۲

[۲] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار: ۲۷۲/۲، التنویر مع شرحہ: ۲/۲۷۲ - ۲۷۳، الدر: ۲/۲۷۳

[۳] عبدالرحمان الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ: ۵۹۶/۱، ابوعبید، کتاب الاموال: ص۳۷۵ - ۳۸۱

[۴] مرغینانی، الھدایہ، کتاب الزکاۃ، زکاۃ عروض التجارہ، فتاوی عالمگیری: ۱۷۹/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گو کارخانوں اور ملوں وغیرہ کی مشینوں اور آلات پر زکوٰۃ نہیں، مگر ان سے جو مال تیار ہوگا اس پر زکاۃ ہوگی۔ اسی طرح جو خام مال کارخانہ یا مل میں مصنوعات تیار کرنے کے لیے رکھا ہے اس پر بھی زکاۃ فرض ہوگی۔ تیار اشیاء اور خام سب کی قیمت زکاۃ واجب ہونے کے دن کی بازاری نرخوں سے لگا کر اس پر ۲½ فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی شرط یہ ہے کہ ان کی قیمت کا مجموعہ چاندی کے نصاب کے مساوی ہو۔[1]

⑬ کمپنیوں کارخانوں، فیکٹریوں اور ملوں کے حصص (Shares) پر سال کے ختم پر زکوٰۃ ان حصص کی بازاری قیمت کے مجموعہ پر لگائی جائے گی، بشرطیکہ وہ مجموعہ چاندی کے نصاب کے برابر ہو، البتہ کمپنیوں، کارخانوں وغیرہ کا فرنیچر، آلات اور مشینری وغیرہ کی قیمت بھی حصص میں شامل ہوتی ہے جو حقیقت میں زکاۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان کی قیمت حصص (Shares) کی مجموعی قیمت میں سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر باقی مجموعہ چاندی کے نصاب کے برابر ہے تو زکاۃ دی جائے گی ورنہ نہیں۔[2]

⑭ اگر ایک تاجر کے پاس سونا، چاندی، نقد روپیہ اور مال تجارت ہے، مگر ان میں سے کوئی بھی علیحدہ علیحدہ نصاب زکوٰۃ کے بقدر نہیں ہے، تو اس ایماندار تاجر کو چاہیے کہ وہ ان سب کی زکاۃ واجب ہونے کے دن کی بازاری قیمت لگا کر ان کا مجموعہ کرے، اگر وہ مجموعہ چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہے تو وہ زکاۃ ادا کرے گا ورنہ نہیں۔[3]

⑮ اس فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تمام تجار برابر ہیں خواہ وہ کارخانہ دار ہوں یا دستی کھڈی والے، چھابڑی والے ہوں یا کسی بڑے شہر کے تجارتی مرکز

[1] کتاب الفقه على المذاهب الاربعة: ۵۹۶/۱، ردالمحتار: ۱۸/۲

[2] ردالمحتار: ۱۸/۲ - ۱۹

[3] مرغيناني رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ: الهدايه، كتاب الزكاة، زكاة عروض التجارة كتاب الفقه على المذاهب الاربعة: ۵۹۶/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Shoping Centre) کے مالک، پرچون فروش ہوں یا سونے کے ڈیلرز (Dealers) نفع کمانے والے ہوں یا خسارہ اٹھانے والے یہ تمام حضرات سال کے آخر پر اپنے اموالِ تجارت کا حساب لگا کر زکاۃ واجب ہونے کے دن اگر اس کی مالیت چاندی کے نصاب کے برابر پائیں گے تو زکوٰۃ ادا کریں گے۔ یہ جمہور فقہاء اسلام امام ابوحنیفہ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے ہے۔[1]

(۶) اموالِ تجارت کی زکاۃ کی آدائیگی کے لیے زکاۃ میں قیمت فروخت لگائی جائے گی یعنی زکاۃ کی آدائیگی کے دن ان اموال کی مارکیٹ میں جو قدر (Value) یا قیمت (Price) ہوگی اس حساب سے ان کی زکاۃ ادا کی جائے گی۔[2]

(۷) ایسا مالِ تجارت جس پر خریدار کا مکمل قبضہ نہ ہو اس پر زکاۃ نہیں، مثلاً تجارتی سامان بحری جہاز پر بار کیا گیا مگر بوجوہ خریدار تک نہ پہنچ سکا، یا خریدے ہوئے مال پر قبضہ کسی ذاتی وجہ (بیماری، قید وغیرہ) یا حکومتی وجہ (جنگ وغیرہ) یا کسی قدرتی آفت (زلزلہ، سیلاب وغیرہ) سے نہ ہوسکا، اس پر زکاۃ نہیں، اگرچہ سال گذر جائے خریدار مالک اُس دن ہوگا جس دن قبضہ کرے گا، اس دن سے زکاۃ کا مال شمار ہوگا۔

یہ نظیر قابلِ توجہ ہے:

قلت: وخرج به ایضاً کما فی البحر المال المشتری للتجارة قبل القبض.[3]

ترجمہ: میں نے کہا: (عروض التجارۃ) کی زکاۃ ہے، سمندر میں آیا وہ

---

[1] ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ: بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، قاهرہ: ۱/۲۶۰ - ۶۱، علامہ زروق، شرح الرسالة، قاهرة: ۱/۳۲۵

[2] الدرالمختار: ۲/۲۰۸، ۲۸۶

[3] ابن عابدین: ردالمحتار: ۲/۲۶۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال تجارت بھی مستثنیٰ ہے، جس پر ابھی تک (مالک کا) قبضہ نہ ہوا ہو۔

تجارتی کمپنیوں کے حصص (Shares) پر زکاۃ

ان کمپنی حصص (Shares) پر زکاۃ ہے، بشرطیکہ کمپنی کے حصہ دار کے حصہ کی مالیت سونا چاندی کے نصاب کو پورا کرے، یہ حصص مالِ تجارت شمار ہوتے ہیں، جن پر زکاۃ واجب ہوتی ہے۔

کمپنی کے حصص پر زکاۃ کی تفصیل:

کمپنی کے حصص دو طرح کے ہوتے ہیں:

① کمپنی کے حصص برائے حصول سرمایہ (Capital Gain)

② کمپنی کے حصص برائے حصول منافع (Dividend)

① حصص برائے حصول سرمایہ:

ایسے حصص پر زکاۃ کی وصولی کا طریقہ یہ ہوگا کہ ان پورے حصص کی زکاۃ والے دن کی پوری بازاری قیمت (Market Price) پر زکاۃ ادا کرنا لازم ہوگی۔

② حصص برائے حصولِ منافع:

ان حصص پر زکاۃ کی وصولی کا طریقہ یہ ہوگا کہ کمپنی کے جامد اثاثوں (Fixed Assets) مثلاً عمارت، مشینری، خام مال، ذرائع نقل وحمل، نقد رقم وغیرہ کا تناسب (Ratio) نکالا جائے، اس تناسب سے حصص کی مالیت نکال (Minas) کر باقی پر زکاۃ واجب ہوگی یہ طریقہ وصولی زکاۃ ایک حسابی مثال سے بآسان سمجھ آجائے گا فرض کیا کمپنی جامد اثاثے ۴۰٪ اور چالو رقم، اور سامان تجارت ۶۰٪ ہیں حصص کی قیمت ۶,۰۰۰ روپے ہے۔ اس صورت میں حصص کی پوری قیمت ۶,۰۰۰ روپے کی بجائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۶۰۰ روپے پر زکاۃ لازم ہوگی۔

حصص کی زکاۃ کی آدائیگی کے لیے کمپنی کے اثاثوں کی تفصیل کمپنی کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں، اور اگر کمپنی یہ تفصیل نہ مہیا کرے تو پھر ان حصص کی پوری بازاری قیمت پر زکاۃ ادا کر دینا بہتر ہے۔

البتہ یہ امر ملحوظ ہے کہ حصہ دار (Share Holder) پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی، جب اس کے حصہ کی مالیت سونا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

اس کتاب کی تیاری میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی ایک مختصر فہرست مختلف علوم وفنون کی ترتیب و تقسیم کے حساب سے درج کی جاتی ہے۔

① قرآن اور تفسیر

ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ .... جامع البیان فی تفسیر آی القرآن

ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشیؒ .... تفسیر القرآن العظیم

ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشریؒ .... الکشاف عن حقائق التنزیل

ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ .... الجامع لاحکام القرآن

امام راغب اصفہانیؒ .... معجم مفردات الفاظ القرآن

② حدیث

صحاح ستہ کے علاوہ ان کتب حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالکؒ .... مؤطا

ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن بن بہرام الدارمیؒ (م ۲۵۵) .... مسند

ابو بکر احمد بن الحسین بن علی للبیہقیؒ (۴۵۸ھ) .... السنن الکبریٰ

ولی الدین ابو عبداللہ الخطیبؒ .... مشکوۃ المصابیح

علی المتقی بن حسام الدین برہان پوریؒ... کنز العمال فی سنن الاقوال والاعمال

احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ .... فتح الباری، شرح صحیح البخاری

بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینیؒ عمدۃ القاری، شرح صحیح البخاری

محمد بن علی الشوکانیؒ .... نیل الاوطار

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ .... مجمع الزوائد و منبع الفوائد،
.... مکتبۃ القدسی، قاہرہ ۱۳۵۲ھ

③ اصول فقہ

سیف الدین ابو الحسن بن ابی علی بن محمد الآمدیؒ الاحکام فی اصول الاحکام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

.... مطبع معارف، قاهره ١٩١٤م

ابواسحاق ابراهيم بن موسىٰ الشاطبیؒ.......... الموافقات فی اصول الشريعة

.... مكتبه تجارية، مصر

④ فقہ حنفی

محمد بن حسن الشيبانیؒ.......... شرح السير الكبير، قاهره

ابوبكر محمد بن ابی سهل السرخسیؒ شمس الائمة.......... المبسوط

.... مطبع سعادة، قاهرة ١٣٣١ھ

علاء الدين ابوبكر بن مسعود الكاسانیؒ .... بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع

.... مطبع جماليه، قاهرة، ١٩١٥ء

ابوجعفر احمد بن محمد الطحاویؒ .... شرح معانی الآثار

.... مطبع مصطفائی، دهلی ١٣٠٣ھ

ابوجعفر احمد بن محمد الطحاویؒ .... مختصر الطحاوی

.... مطبع دار الكتاب العربی، قاهرة ١٣٧٠ھ

برهان الدين علی بن ابوبكر المرغينانیؒ .... الهدايه، مكتبه امداديه ملتان

فخر الدين حسن بن منصور الاوزجندیؒ.......... فتاویٰ قاضی خان

.... بولاق، قاهرة، ١٣١٠ھ

علاؤ الدين محمد بن امين ابن عابدينؒ.......... ردالمحتار

.... مطبع ميمنية، مصر، ١٣١٨ھ

⑤ فقہ مالکی

امام مالك رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ بروايت سحنونؒ.......... المدونة الكبرىٰ

.... مطبع خيريه، مصر، ١٣٢٤ھ

محمد بن احمد بن محمد بن احمد رشدؒ .... بداية المجتهد و نهاية المقتصد

.... مطبعة علميه، لاهور

⑥ فقہ شافعی

محمد بن ادريس شافعیؒ.......... كتاب الام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو اسحاق ابراھیم بن علی الشیرازیؒ........................ المھذب

⑦ فقہ حنبلی

موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ............................ المغنی
......................مکتبہ المنار، قاھرۃ، ۱۳۴۵ھ
تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہؒ..................... الحسبہ فی الاسلام
......................مطبع المؤید مصر ۱۳۱۸ھ

⑧ دیگر کتب فقہ

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزمؒ... المحلی، مطبعۃ النھضۃ، قاھرہ ۱۳۴۷
عبدالرحمان الجزیریؒ .... کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، بیروت
محمد بن محمد بن احمد القرشی ابن اخوۃ....... معالم القربہ فی احکام الحسبہ
.......................کمیبرج پریس، لندن ۱۹۳۸
ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی .... الاحکام السلطانیہ
.......................مطبعہ محمودیہ، مصر
امام شاہ ولی اللہ الدھلویؒ..........................حجۃ اللہ البالغہ

⑨ تاریخ وسیرت

ابو جعفر محمد ابن جزیر طبریؒ .... تاریخ الملوك و الامم، لیدن، ۱۸۹۳ھ
احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری ....فتوح البلدان، قاھرۃ، ۱۹۳۲ھ
محمد ابن سعد.......................الطبقات الکبریٰ، بیروت، ۱۹۵۷م
ابو محمد عبدالملک بن ھشام..................... سیرۃ، بولاق، مصر ۱۲۹۵ھ
ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ .... کتاب المعارف
حسن ابراھیم حسن، ڈاکٹر.......................تاریخ اسلام
.... داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۶۴ء
حسن ابراھیم حسن ڈاکٹر .... انتشار الاسلام فی القارۃ الافریقہ، قاھرہ ۱۹۶۴ء
جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمان بن الجوزی.................سیرۃ عمر بن الخطاب
.... قاھرۃ ۱۳۴۲ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمان بن الجوزی......... سیرة عمر بن عبدالعزیز

.... مطبع المؤید، قاھرہ ۱۳۳۱ھ

فرید وجدی .... دائرة المعارف الاسلامیه، بیروت

ابن خلدون..مقدمه

احمد بن ابی یعقوب بن واضح الخطیب ....تاریخ، نجف، ۱۹٦٤

⑩ جغرافیہ

ابو القاسم بن خرداذبه الفارسی .... المسالك والممالك، طبع لیدن، ۱۳۰٦ھ

⑪ اسلامی اقتصادیات ومتعلقات

ابو یوسف یعقوب بن ابراھیمؒ......... کتاب الخراج، مطبعة سلفیه، قاھرة ۱۳٤٦ھ

ابو عبید قاسم بن سلامؒ................................ کتاب الاموال، قاھرة، ۱۳٥۳ھ

محمد حفظ الرحمان سیوھا رویؒ.......................اسلام کا اقتصادی نظام

.... ندوة المصنفین، دھلی ۱۹٥۹م

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ............ اسلامی معاشیات، نفیس اکیڈمی، کراچی

پروفیسر یوسف الدین ...اسلام کے معاشی نظریے، حیدرآباد دکن، ۱۳٦۹ھ، ۱۹٥۰م

نصیر الدین محمود نقشبندی ....الدینار الاسلامی فی المتحف العراقی

.... بغداد، ۱۹٥۳

تاج الدین احمد بن علی................. النقود الاسلامیه المسمی به شذور العقود

.... فی ذکر النقود نجف، ۱۹٦۷

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی ....اسلام کا نظریه ملکیت حصه دوم

.... اسلامك پبلی کیشنز، لاھور

محمد بن حبیب .... کتاب المجبر، حیدرآباد، دکن، سن طباعت درج نھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا اقتصادی نظام

مجاہد ملت
مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سیوہاروی

تسہیل، تبویب، تخریج، تشریح

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری
سابق استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
سابق ممبر قومی اسمبلی

ناشر
شیخ الہند اکیڈمی کراچی
موبائل: 0321-9297268

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودہ نظامِ انشورنس

اور

اسلام کا نظامِ تکافلِ اجتماعی

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری
سابق استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
سابق ممبر قومی اسمبلی

ناشر
شیخ الہند اکیڈمی کراچی
موبائل: 0321-9297268

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یادداشت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

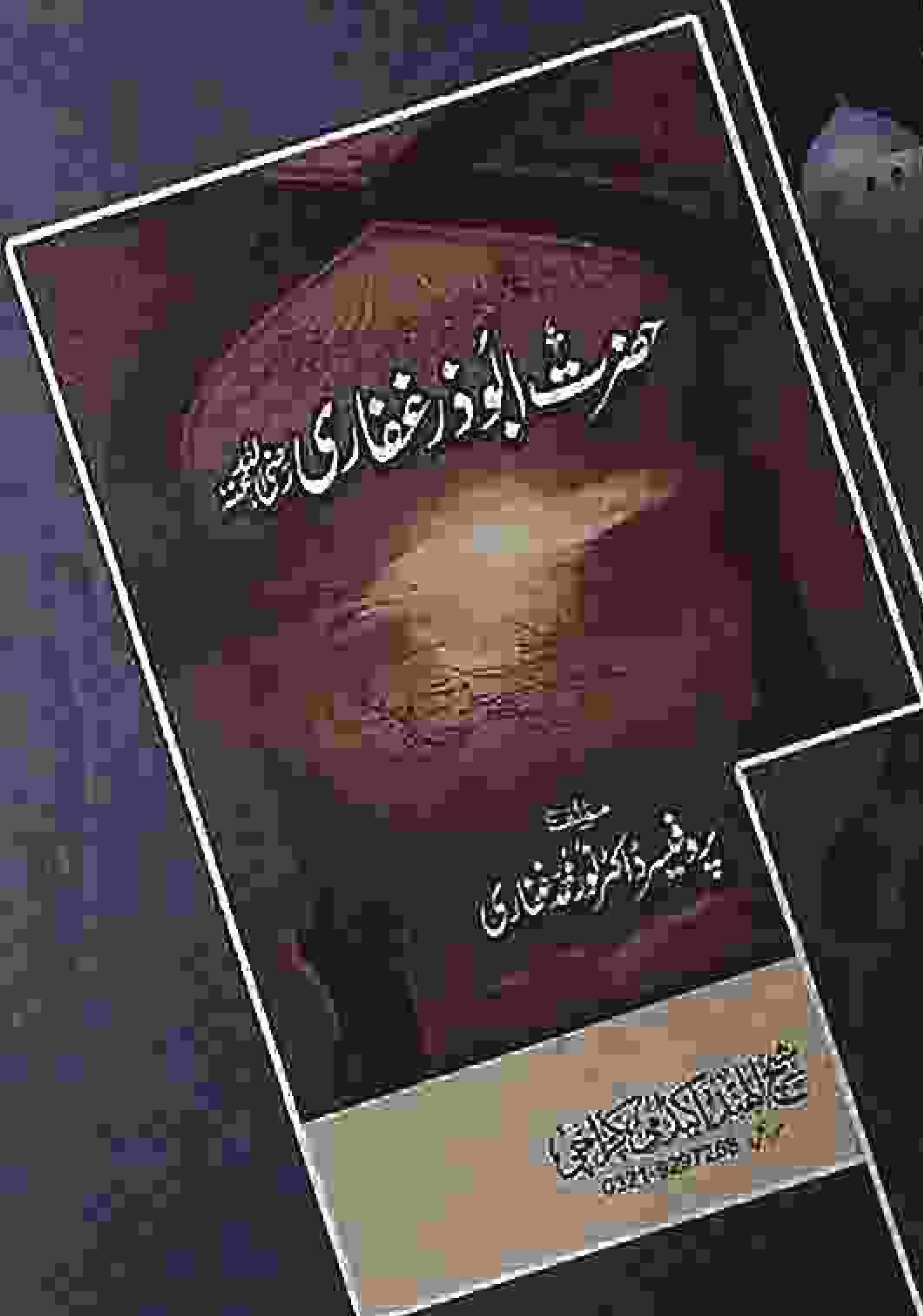

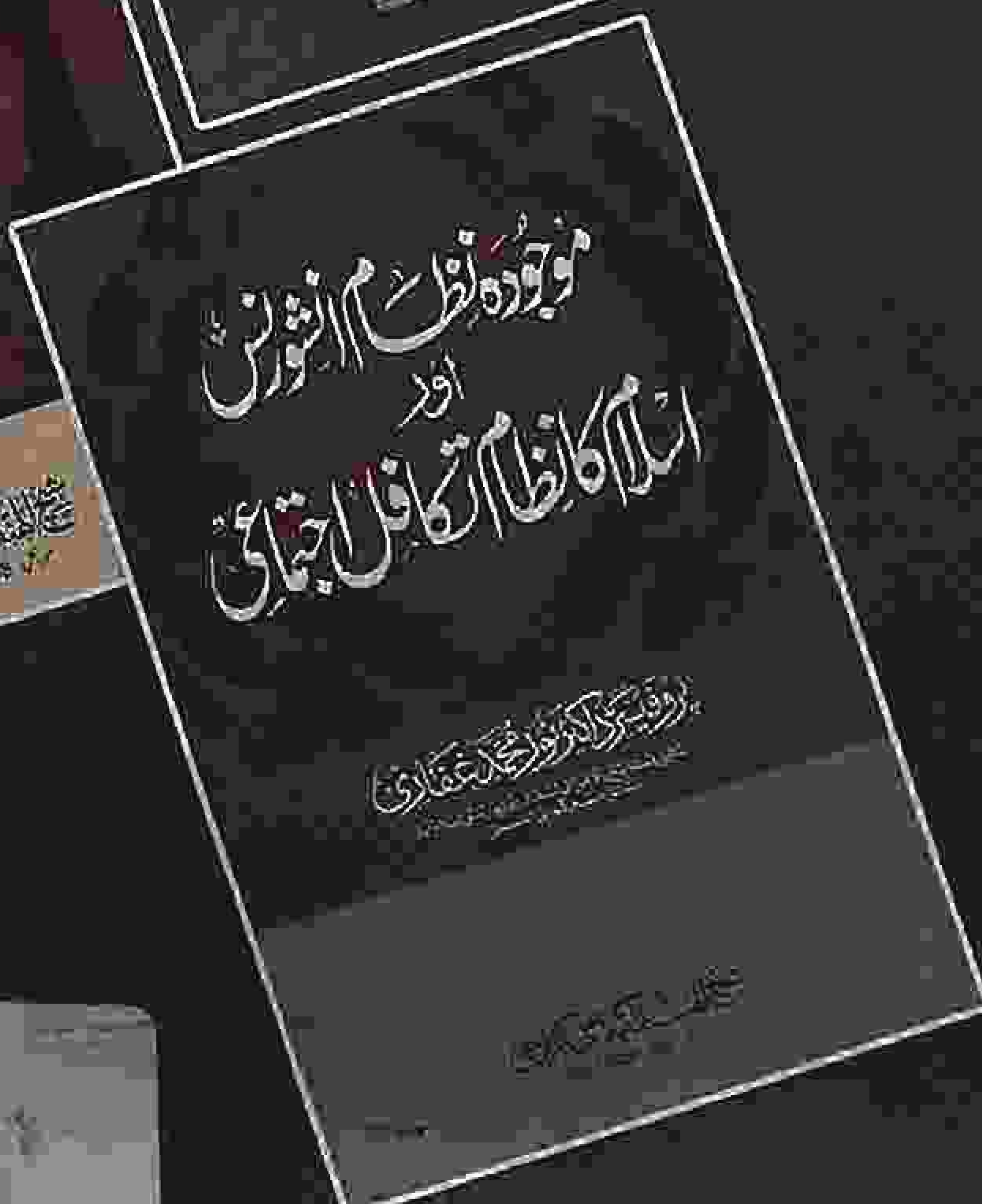

320 م 450 ث
17238-EU-64

اشاعت
ادارۃ الانور
دکان نمبر 2 پلاٹ نمبر GRE 672/4 انور مینشن، بنوری ٹاؤن کراچی
Ph: 092-21-4914596, 4919673 Cell: 0333-2349656
E-mail: idaratulanwar@yahoo.com